ایک جادوگر کی داستان وہ فرعون بننے والا تھا
لیکن [illegible] کا غلام بن کر رہ گیا

نیل کی ساحرہ

رائیڈر ہیگرڈ

تمہید

مصر کے قدیم شہر ابیدس کے پیچھے لیبیا کے سنسان اور برہنہ پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ اسی سلسلہ کوہ کی ایک گھاٹی میں حال ہی میں ایک قدیم مقبرہ دریافت کیا گیا ہے۔ اس مقبرے میں سے دوسری چیزوں کے علاوہ بردہی کاغذ کے تین پلندے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ کہانی جو آپ کے زیر مطالعہ ہے' ان ہی تین پلندوں پر کی قدیم مصری تحریر کا ترجمہ ہے یہ مقبرہ بے حد فراخ اور کشادہ ہے لیکن اس میں داخل ہونے کا دروازہ تنگ و تاریک ہے۔ پہاڑی سلسلہ میں ایک تاریک غار ہے جس میں ایک عمودی کنواں سا ہے اور اسی کنویں میں اتر کر مقبرے میں پہنچا جا سکتا ہے۔ کنواں جہاں ختم ہوتا ہے وہاں ایک کشادہ کمرہ ہے اور یہی کمرہ قدیم مصر کے تین آدمیوں کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس کمرے میں صرف تین تابوتوں میں سے دو جو مہنت آمن مہت اور اس کی بیوی کے تھے' قریب کے گاؤں میں بسنے والے ان عربوں نے توڑ پھوڑ ڈالے جنہیں اتفاق سے یہ مقبرہ مل گیا تھا۔ یہ دونوں آمن مہت اور اس کی بیوی' ہماری کہانی کے ہیرو ماسیس کے والدین ہیں۔

عربوں نے آمن مہت اور اس کی بیوی کی ممیاں بھی توڑ دیں۔ انہیں اس خزانہ کی تلاش تھی جو ان کے خیال میں وہاں دفن تھا۔ لیکن انہیں وہ خزانہ نہ ملا۔ چنانچہ عربوں نے میوں کی ہڈیاں بھی سیاحوں کو فروخت کر دیں اور سیاحوں نے ان ہڈیوں کو' جو کبھی کسی جسم کا حصہ رہی تھیں' بڑے شوق سے خرید لیا۔

اس واقعہ کے چند مہینوں بعد اس کتاب کے مؤلف کا دوست' جو ڈاکٹر ہے' سفر کرتا ہوا اتفاقاً شہر ابیدس کے قریب سے گزرا اور پھر اتفاقاً اس کی ملاقات ان عربوں سے ہو گئی' جنھوں نے آمن مہت کا مقبرہ دریافت کیا تھا۔ انہوں نے میرے ڈاکٹر دوست کو بتایا کہ اس مقبرے میں اب بھی ایک تابوت ایسا پڑا ہوا ہے جسے اب تک عربوں نے نہیں کھولا کیونکہ عربوں نے کہا اس میں کسی غریب آدمی کی ممی تھی جس میں یقیناً خزانہ ہو گا۔

شوق تجسس و تحقیق نے میرے ڈاکٹر دوست کو بے تاب کر دیا۔ اور اس عربوں کو رشوت دے کر اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ اسے اس مقبرے میں لے جائیں۔ عرب بڑی خوشی سے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی تفصیل میرے ڈاکٹر دوست نے مجھے اپنے ایک خط میں لکھ بھیجی تھی چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اسی خط کو یہاں نقل کر دوں۔

میرے دوست نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ۔

میں نے وہ رات مصر کے زبردست فرعون کے ہیکل کے قدموں میں گزار دی اور صبح ہوتے ہی ان پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گیا جن میں مقبرہ بتایا جاتا تھا۔ میرا راہبر علی نامی ایک نوجوان عرب تھا جسے میں علی بابا کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ اسی علی نے مجھے وہ قدیم انگوٹھی دی تھی جسے میں اس خط کے ساتھ بھجوا رہا ہوں' سورج طلوع ہونے کے کوئی ایک گھنٹے کے بعد ہم اس گھاٹی میں پہنچ گئے جہاں 'قدیم مقبرہ ہے ویران اور بھیانک جگہ ہے یہ اور مصر کا سورج دن بھر ان پہاڑوں پر آگ برساتا اور انہیں تانبے کی طرح تپاتا رہتا ہے' سورج کو طلوع ہوئے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن پہاڑ اتنے تپ گئے تھے کہ ان پر چلنا قریب قریب ناممکن تھا۔ چنانچہ ہم گدھوں پر سوار ہو کر اس گھاٹی میں داخل ہوئے چاروں طرف ویرانی اور خاموشی چھائی تھی۔ البتہ اوپر چلچلاتی دھوپ میں ایک گدھ منڈلا رہا تھا ہم آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک آگے کو نکلی ہوئی تقریباً معلق چٹان کے سامنے پہنچ گئے علی بابا نے کہا کہ قدیم مقبرہ اسی جگہ ہے۔ ہم گدھوں پر سے اتر آئے۔ انہیں ایک فلاح لڑکے کی نگہداشت میں دیا اور اس آگے کو نکلی ہوئی چٹان کے نیچے پہنچ گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا قدرتی غار تھا جس کے بیچ میں ایک تنگ سوراخ سا تھا جس میں سے ایک آدمی رینگ کر بمشکل داخل ہو سکتا تھا۔ یہ سوراخ معلوم ہوتا ہے کہ لومڑیوں نے بنایا تھا۔ کیونکہ غار میں جگہ جگہ ریت کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے اسی سوراخ کے ذریعہ عربوں نے وہ مقبرہ دریافت کیا تھا۔

علی بابا ہاتھوں اور پیروں کے بل چلتا ہوا چوپایوں کی طرح اسی سوراخ میں گھس گیا۔

میں نے اس کی تقلید کی۔ اب ہم ایسی جگہ پہنچ گئے جو ٹھنڈی اور تاریک تھی۔ ہم نے موم بتیاں جلالیں اس عرصہ میں علی کے دوسرے ساتھی بھی آ گئے اور میں نے موم بتیوں کی لرزاں روشنی میں ایک جگہ کا معائنہ کیا ہم لوگ ایک بڑے غار میں کھڑے تھے جو چٹان کاٹ کر بنایا گیا تھا اور جس کی دیوار پر بطلیموس عہد کی مقدس تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ایک دیوار پر ایک بوڑھے آدمی کی قد آدم تصویر تھی جو ہاتھ میں عصا لئے کھڑا تھا۔ اور اس کے سامنے سے سرمنڈے مہنوں کا جلوس گزر رہا تھا جو اپنے ہاتھ میں دیوتاؤں کے بت اٹھائے ہوئے تھے۔ غار کے بائیں کونے میں ایک چوکور عمودی کنواں تھا جو اس کمرے تک جاتا تھا جہاں ممیاں رکھی ہوئی تھیں ہم اپنے ساتھ ایک مضبوط شہتیر لائے تھے۔ عربوں نے وہ شہتیر کنوئیں کے منہ پر رکھ دیا اور اس سے ایک رسہ باندھ کر نیچے لٹکا دیا۔ پھر علی جو صحیح معنوں میں نڈر اور ان بہادروں کی اولاد تھا جنہوں نے کبھی قیصرو کسریٰ کی حکومتوں کے تختے الٹ دیئے تھے' رسہ پکڑ کر تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اور جلد ہی تاریکی میں گم ہو گیا۔ صرف لٹکے ہوئے رسے کے ہلنے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اب تک نیچے اتر رہا ہے۔ آخر کار رسہ ساکت ہو گیا۔ پھر نیچے تاریکی میں ایک ٹمٹماتا ہوا تارہ سا روشن ہو گیا۔ علی نے موم بتی جلالی تھی اور اس طرح ان سوتی چمگادڑوں کو بیدار کر دیا تھا جو مقبرے کی چھت اور دیواروں سے لٹکی سو رہی تھیں۔ اور اب وہ موم بتی کی روشنی میں ارواح خبیثہ کی طرح اڑتی پھر رہی تھیں۔

رسہ اوپر کھینچ لیا گیا تھا اب میری باری تھی لیکن میں علی کی طرح رسہ پکڑ کر نیچے نہیں پھسل سکتا تھا۔ چنانچہ رسہ میری کمر سے باندھ دیا گیا اور علی کے ساتھی مجھے آہستہ آہستہ ان مقدس گہرائیوں میں اتارنے لگے۔ اور وہ مختصرا سا سفر بے حد عجیب اور بھیانک تھا۔ علی کے ساتھیوں کی ذرا سی غلطی میری ہڈی پسلیوں کا سرمہ بنا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ چمگادڑیں بھی مسلسل نہ صرف مجھ سے ٹکرا رہی تھیں بلکہ میرے بالوں اور قمیض کے دامن سے لٹک جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ آخر کار میرے پیر پتھریلے اور کھردرے فرش سے چھو گئے اور اب میں ایک تنگ سی گزرگاہ میں نڈر علی کے پاس کھڑا تھا۔ لیکن

اس حالت میں کہ پسینے میں شرابور تھا۔ اور میری ہتھیلیاں اور گھٹنے چھل گئے تھے میرے بعد علی کا دوسرا ساتھی بھی رسہ پکڑ کر پھسلتا ہوا نیچے آگیا علی کے دوسرے ساتھی اوپر ہی رکے رہے۔ علی ہاتھ میں موم بتی اٹھائے آگے آگے چلا میں اور علی کا ساتھی پیچھے تھے۔ اور ہم دونوں بھی موم بتیاں لئے ہوئے تھے ہم ایک تنگ سرنگ میں سے گزر رہے تھے جس کی چھت صرف پانچ فٹ اونچی تھی۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے سرنگ وسیع تر ہوتی چلی گئی کچھ ہی دیر بعد ہم مقبرے پر کھڑے تھے۔ ایسی خاموشی گرم اور وحشت ناک جگہ میں نے تو پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ میرے دل پر ایک عجیب طرح کا رعب سا طاری ہوا جارہا تھا۔ کچھ عجیب سکوت طاری تھا وہاں۔ موت کا سا سکوت مقدس سکوت جہاں آدمی سانس لینے سے بھی ڈرتا ہے۔ یہ مقبرہ چوکور تھا اور چٹان کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس کی دیواروں پر دیوی دیوتاؤں کی رنگین تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ مقبرے کے فرش پر دو ممیوں کے اعضاء' ہڈیاں اور چوبی تابوتوں کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ ان دونوں ممیوں پر کپڑے کی پٹیاں تھیں جو اعلیٰ اور بھڑکیلے کپڑوں کی تھیں' ایک طرف ڈھیر تھیں۔ ایک ٹوٹی ہوئی ممی مرد کی تھی اور دوسری عورت کی مرد کی ممی کا سر دھڑ سے جدا ایک طرف پڑا تھا۔ بڑا ہی عبرت ناک اور لرزہ دینے والا نظارہ تھا میں نے جھک کر سر اٹھا لیا اور اس کا معائنہ کرنے لگا اس کے سر کے بال اور داڑھی مونچھیں' مصر قدیم کے رواج کے مطابق' اس کے مرنے کے بعد مونڈ دی گئی تھیں چہرے کی جلد خشک ہو کر سکڑ گئی تھی تاہم میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ آدمی جس کا سر میرے ہاتھ میں تھا۔ اپنے وقت میں خاصا مقبول صورت رہا ہوگا۔ یہ ایک معمر آدمی کا سر تھا جس کا معائنہ میں کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ابدی سکون کے جذبات منجمد تھے اور اس کی بے نور آنکھیں جیسے مجھے گھور رہی تھیں۔ میں توہم پرست نہیں ہوں مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ آنکھیں مجھے سرزنش کررہی ہوں جیسے دنیا کی بے ثباتی یاد دلا رہی ہو' جیسے رو رہی ہوں میں کانپ گیا اور میں نے فوراً ہی وہ سر اسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ دوسری ممی کے چہرے پر ابھی تک چند پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ لیکن میں نے انہیں ہٹانے کی جرائت نہیں کی تاہم میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت بھی اپنے زمانے میں

خاصی مقبول صورت اور گدگدے بدن کی رہی ہوگی۔

دیکھئے اس طرف ہے تیسری ممی۔ علی نے مقبرے کے ایک تابوت کی طرف اشارہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے بڑی بے پرواہی سے پھینک دیا گیا تھا۔

میں اس تابوت کے قریب پہنچا تابوت دیار کی مضبوط لکڑی کا تھا۔ مگر بے حد سادہ اس پر نہ تو کسی دیوتا کی تصویر' نہ نقش و نگار اور نہ ہی کوئی عبارت حتیٰ کہ تابوت میں سونے والے کا نام تک نہ تھا۔

عجیب تابوت ہے یہ تو علی نے حیرت سے سرہلا کر کہا ایسا تابوت میں نے تو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بڑی جلدی میں لوگ یہاں ڈال گئے ہیں۔

میں کچھ دیر تک اس سادے تابوت کی طرف دیکھتا رہا جس میں خدا جانے کون ابدی نیند سو رہا تھا۔ یہاں تک کہ میرا شوق اور دلچسپی انتہا کو پہنچ گئی۔ پہلی دو ممیوں کے بکھرے ہوئے اعضاء کا نظارہ ایسا عبرت ناک اور بھیانک تھا کہ میں نے اس تیسرے تابوت کو نہ کھولنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ لیکن شوق اور دلچسپی کی شدید طغیانی کے سامنے میرا وہ "پختہ ارادہ" ریت کی طرح ڈھے گیا چنانچہ ہم تابوت کا ڈھکن کھولنے میں مصروف ہو گئے۔ علی ہتھوڑا اور چھینی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

علی کی ان تھک کوششوں کے بعد ڈھکن کے جوڑ الگ ہوئے۔ ہم نے ڈھکن اٹھایا اور تابوت میں ڈھیلے ڈھالے کفن میں لپٹی ہوئی کسی مرد کی لاش پڑی تھی۔

علی آنکھیں پھاڑے حیرت سے اس ممی کو تکنے لگا۔ اور اس کی حیرت بجا بھی تھی۔ کیونکہ دوسری ممیوں سے مختلف تھی۔ ممیوں کو عموماً تابوتوں میں چت رکھا جاتا ہے اور وہ یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے لکڑی کی ہوں۔ سخت اور کھردری۔ لیکن یہاں یہ بات نہ تھی یہ ممی دائیں پہلو پر لیٹی ہوئی تھی۔ اور اس کی ٹانگیں بھی گھٹنوں سے مڑی ہوئی تھیں اس کے علاوہ اس کے چہرے پر بطلیموس عہد کا سنہری مقنع چڑھا ہوا تھا جو معلوم ہوتا ہے بڑی جلدی میں ٹیڑھا ترچھا چڑھا دیا گیا اور تڑا مڑا بھی تھا۔

ان نشانات کو دیکھتے ہوئے میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ اس لاش کو تابوت

میں رکھنے کے بعد بھاگم بھاگ مقبرے تک لایا گیا اور بڑی افراتفری میں دفنایا گیا ہوگا۔ بڑی عجیب ممی ہے یہ تو علی نے کہا یقیناً اس کے زندہ بدن کو ہی حنوط کیا ہے کسی نے؟

میں نے علی کی مدد سے ممی باہر نکالی اور اس پر جمی ہوئی صدیوں پرانی مٹی میں ہم دونوں لتھڑ گئے۔ قدیم مصر کی یہ مردہ مٹی ہمارے نتھنوں میں بھی پہنچ گئی اور ہم دونوں بے تحاشہ چھینکنے لگے۔ اور اب ہمیں تابوت میں سے پہلی چیز ملی یہ بردی کاغذ کا ایک پلندہ تھا جو غالباً لاش کو تابوت میں رکھنے کے بعد بڑی بے پروائی سے لاش کے پہلو کہیں پھینک دیا گیا تھا۔

علی نے للچائی ہوئی نظروں سے پلندے کی طرف دیکھا لیکن میں نے فوراً آگے بڑھ کر اسے اپنے قبضے میں کر لیا، کیونکہ یہ پہلے ہی سے طے ہو چکا تھا کہ اس تیسرے تابوت میں سے جو چیز بھی ملے گی۔ میری ملکیت ہوگی اب ہم لاش کی پٹیاں کھولنے لگے۔ کسی مضبوط کپڑے کی پٹیاں تھیں۔ جن میں سے بعض تانت کے دھاگوں سے سلی ہوئی تھیں اور بعض محض گرہ لگا کر جوڑی گئی تھی یہ پورا کام یعنی لاش پر پٹیاں لپیٹنے کا بڑی ہی بے پروائی سے اور جلدی میں کیا گیا تھا۔ لاش کے چہرے پر ایک غیر قدرتی سا ابھار نظر آ رہا تھا۔ وہاں سے پٹیاں ہٹائیں تو بردی کاغذ کا دوسرا پلندہ ملا۔ میں نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ الگ نہ ہوا معلوم ہوا کہ وہ تھیلے جو بے سلے کفن سے چپکا ہوا تھا۔ میں نے موم بتی اٹھا کر کفن اور پلندے کا معائنہ کیا، تو معلوم ہوا کہ کفن کے کنارے کسی طرح کے گوند سے آپس میں جوڑ دیئے گئے تھے اور اسی گوند سے پلندہ چپک گیا تھا۔ چنانچہ پلندے کے اوپر کے حصے کو جو کفن سے چپکا ہوا تھا۔ پھاڑے بغیر میں اس کفن سے الگ نہ کر سکتا تھا اور یہی میں نے کیا۔ میں نے اس پلندے کو بھی پہلے پلندے کے ساتھ رکھ دیا۔

ہم پھر لاش کی پٹیاں کھولنے لگے اور پھر بڑی احتیاط سے کفن بھی الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اب لاش ہمارے سامنے پڑی تھی اور اس کے دونوں گھٹنوں کے بیچ میں بردی کاغذ کا تیسرا پلندہ دبا ہوا تھا۔ میں نے اسے بھی اپنی قبضے میں کیا اور جھک کر لاش کا معائنہ کرنے لگا پہلی ہی نظر میں مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کی موت کس طرح ہوئی ہوگی

اور مجھ پر ہی منحصر نہیں کوئی ڈاکٹر اسے دیکھ کر وہی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا جو میں نے کیا۔

لاش عام ممیوں کی طرح خشک اور سخت نہ تھی صاف ظاہر تھا کہ حنوط کرنے والوں نے اس بدنصیب لاش کو ستر دنوں تک شورے میں نہ رکھا تھا۔ چنانچہ اس کے چہرے کے جذبات اور خط و خال میں کوئی نمایاں فرق نہ آیا تھا میرے دوست میں کیا بتاؤں کہ اس کے چہرے پر کیسے جذبات منجمد تھے۔ میرے دونوں عرب ساتھی مارے خوف کے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے اور قرآن کریم کی آیتیں پڑھنے لگے کس قدر بھیانک چہرہ ہو گیا تھا! میرے خدا! مرنے والا کتنی اذیتیں برداشت کرنے کے بعد مرا تھا!

لاش کے پہلو میں وہ شگاف بھی نہ تھا جہاں سے حنوط کرنے والے پیٹ کی آلائش نکال کر مسالہ بھرتے تھے۔ بہرحال وہ ایک ادھیڑ عمر کے آدمی کی لاش تھی، حالانکہ اس کے سر کے زیادہ تر بال سفید ہو گئے تھے۔ قد لمبا اور سینہ چوڑا اپنے زمانے میں یہ آدمی کافی طاقت ور رہا ہوگا میں زیادہ دیر تک اس لاش کا معائنہ نہ کر سکا۔ کیونکہ باہر کی ہوا لگنے سے وہ غیر حنوط شدہ لاش سکڑنے اور ریزہ ریزہ ہونے لگی۔ اور پانچ منٹ بعد ہمارے سامنے ممی، بالوں، ننگی کھوپڑی اور چند بڑی بڑی ہڈیوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ خاکی جسم خاک ہو چکا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک پنڈلی کی ہڈی (یاد نہیں کہ آیا وہ بائیں پنڈلی کی تھی یا دائیں کی) کسی حادثہ سے ٹوٹ گئی تھی اور چونکہ بڑے اناڑی پن سے جوڑی گئی تھی اس لئے اس آدمی کی ایک ٹانگ سے تقریباً چھوٹی ہو گئی تھی۔

بہرحال مہم ختم ہو چکی تھی۔ مجھے جو کچھ ملنا تھا مل چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس مقبرے میں میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ میرے دل پر ہیبت طاری ہوتی جا رہی تھی اور مجھے یوں محسوس کر رہا تھا۔ جیسے میں نے کسی لاش کی بے حرمتی کر کے کبھی نہ بخشنے والا گناہ کیا ہے، چنانچہ میں اس مقبرے سے باہر آیا تو ان ملے جلے جذبات کی وجہ سے نیم جان سا تھا۔

میں یہ خط لکھتے لکھتے تھک گیا ہوں، انگلیوں کی پوریں درد کرنے لگی ہیں اس کے علاوہ جہاز جس میں سفر کر رہا ہوں کچھ زیادہ ہی ڈول رہا ہے۔ میرا یہ خط تمہارے پاس مجھ سے پہلے پہنچ جائے گا اور یہ خط ملنے کے دس دن بعد میں بھی لندن آ جاؤں گا اور پھر اپنی اس

مہم کی داستان نہایت تفصیل سے سناؤں گا۔ پھر ہم کسی ماہر مصریات سے ان پلندوں پر کی تحریر کا ترجمہ کرائیں گے میں سمجھتا ہوں کہ یہ "مردوں کی کتاب" کے اوراق کی علاوہ اور کچھ نہیں، تاہم بہت ممکن ہے کہ ہم کوئی نئی بات معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اچھا خدا حافظ

تمہارا دوست

چند دنوں بعد میرا ڈاکٹر دوست لندن آگیا اور دوسرے ہی دن ہم بردی کاغذ کے تینوں پلندے لے کر لندن کے ایک شخص کے پاس پہنچے جو نہ صرف ماہر مصریات تھا بلکہ مصر قدیم کی تحریر پڑھنے میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اس نے ایک پلندہ کھول کر اس پراسرار تحریر کو اپنی سنہری فریم کی عینک کے شیشوں کے پیچھے سے دیکھا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ اس وقت کی میری اور میرے دوست کی بے چینی الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

"ہوں ماہر" مصریات بڑبڑایا۔ "دوستو یہ مردوں کی کتاب نہیں ہے کوئی اور ہی چیز ہے اور.... ارے! یہ کیا لکھا ہوا ہے....؟ قلعہ .... قلعہ ... ارے قلوپطرہ..... خدا کی قسم یہ قلوپطرہ ملکہ کے عہد کے کسی آدمی کی سوانح عمری ہے اف! یہ اس آدمی کی خود نوشت ہے جس نے بہت سے انقلابات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ قلوپطرہ ..... ہوں..... ہاں وہی قلوپطرہ ہے.....یہ دیکھو انطونی کا نام بھی لکھا ہوا ہے..... واہ..... بہرحال ان تینوں پلندوں کا ترجمہ کرنے میں چھ مہینے لگ جائیں گے۔" اور ماہر مصریات خوشی سے بے تاب ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "کچھ بھی ہو میں اس کا ترجمہ کروں گا۔ چاہے اس کوشش میں میری پوری عمر ہی کیوں نہ گذر جائے" افوہ! یہ عہد قلوپطرہ کے کسی آدمی کی سوانح عمری اور اس عہد کے مصر کی مکمل تصویر ہے۔ دوستو! میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں تمہیں واقعی ایک خزانہ ملا ہے میں اس کا ترجمہ کروں گا، ضرور کروں گا، کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے!!

اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے دیکھ رہے ہیں کہ ان تینوں پلندوں کی تحریر کا

ترجمہ ہوا اور اسے شائع بھی کردیا گیا۔ یہ ایک آدمی کی داستان ہے۔ عبرت ناک، موثر اور دل ہلادینے والی داستان!۔

ہرماسیس مصری اپنے انجانے مقبرے سے آپ سے مخاطب ہے دنیا اسے بھول چکی ہے کوئی اسے نہیں جانتا۔ وقت کی بوجھل اور دبیز پردے آپ کے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ لیکن آج ہرماسیس صدیوں کے ان بوجھل اور تاریک پردوں کو ہٹا کر آپ کو اپنی عبرت ناک داستان سنا رہا ہے۔

ہرماسیس آپ کو اس مصر کی تصویر دکھا رہا ہے جہاں کے انقلابات کو اس کے اہرام صدیوں سے خاموش کھڑے دیکھ رہے ہیں، یہ سرزمین فراعنہ کی داستان ہے یہ اہرام کی سر زمین کی داستان ہے، یہ وادیء نیل کا افسانہ ہے۔ یہ اس سرزمین کی داستان ہے جس کی تہذیب و تمدن کے آثار دیکھ دیکھ کر ہم آج بھی حیرت سے انگشت بدنداں ہیں یہ ہرماسیس مصری داستان ہے جو آپ کو یونانیوں اور رومیوں کے مصر میں لے جارہا ہے۔

ہرماسیس کی داستان میں نئے اور پرانے اعتقاد کی ٹکر ہے مرتی ہوئی مصری تہذیب کی بقاء کے لئے جدوجہد ہے۔ یہ ان اعتقادات کی داستان ہے جو دریائے نیل کی طرح امنڈ آئے تھے اور جنہوں نے مصر کی قدیم اعتقادات اور دیوتاؤں کو غرق کردیا تھا

یہ اس آگ کی داستان ہے جو قلوپطرہ، حسین قلوپطرہ کے مصر میں ایک ایک آدمی کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔

ان اوراق میں آپ دیوی ایزیس کے جلال اور عظمت سے واقف ہوں گے ان اوراق میں آپ کی ملاقات قلوپطرہ سے ہوگی جی ہاں اسی شعلہ بدن قلوپطرہ سے جس کے دم بخود کردینے والے حسن نے حکومتوں کی قسمتیں بدل ڈالی تھیں۔ یہاں آپکی ملاقات خاتون شارمن سے ہوگی جس کی محبت ٹھکرائی گئی اور جس نے اپنی اس توہین کا ایسا بدلہ لیا کہ خود بھی برباد ہوئی اور دوسروں کو بھی برباد کیا۔

ان اوراق کے ذریعہ موت کی سزا پانے والا ہرماسیس ان لوگوں کو سلام کہتا ہے جو اس کی داستان سے عبرت حاصل کریں۔ ہرماسیس آپ کو اپنے عروج وزوال اور اپنے گناہوں کی

داستان سے عبرت سنا رہا ہے۔ وہ بتا رہا ہے کہ جو آدمی اپنے ملک سے غداری کرتا ہے اور اپنے خدا کو بھول جاتا ہے اس کا کیسا انجام ہوتا ہے۔ ہرماسیس کی روح آنتی میں سے جہاں اس پر کوڑے برسائے جا رہے ہیں، چیخ چیخ کر آپ کو اپنی دردبھری داستان سنا رہی ہے اسے پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

مولف

عروج

پیشنگوئی

ابیدس میں سونے والے دیوتا ازیرس کی قسم کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔

میں ہرماسیس ہوں۔ مصر کے باجبروت فرعون ستیمی کے بنائے عظیم الشان ہیکل کا موروثی کاہن، میں ہرماسیس ہوں۔ مصر بالا اور مصر زیریں کے تاج و تخت کا صحیح نصب وارث میری رگوں میں فراعنہ مصر کا خون گردش کر رہا ہے۔ میں بجا طور پر مصر کے تاج و تخت کا مالک ہوں۔ میں ہرماسیس ہوں ہاں وہی جس نے مصر کی امیدوں کے کنول اپنے پیروں تلے روند ڈالے۔ میں وہی ہوں جو روشن راہ چھوڑ کر تاریک راہوں میں بھٹکتا رہا۔ میں وہی ہوں جس نے مصر اور دیوتاؤں سے غداری کی میں وہی ہوں جو ایک عورت کی شیریں اور مترنم آواز سن کر ایسا دیوانہ ہوا کہ دیوتاؤں کو بھلا بیٹھا۔ ہاں میں وہی ہرماسیس ہوں جس نے ایک ساحرہ کی آواز کو دیوتاؤں اور مادر وطن کی پکار پر ترجیح دی۔ مجھ میں ساری برائیاں یوں جمع ہو گئی ہیں جیسے کسی صحرائی کنوئیں میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ میں نے دنیا کی ہر شرم برداشت کی ہے۔ میں نے مصر کے لوگوں کا خون کیا ہے میرا انجام برا ہوا میں کہیں کا نہ رہا۔ دنیا میں روسیاہ ہوا اور مرنے کے بعد ازیرس دیوتا کے نائب میری روح پر آتشی کوڑے برساتے رہیں گے۔ میں ہرماسیس اپنی شرم ناک داستان لکھ رہا ہوں اور ابیدس میں سونے والے دیوتا۔ ازیرس کی قسم جو کچھ لکھ رہا ہوں سچ لکھ رہا ہوں۔

اے مصر میرے، اجداد کی سرزمین، اے مادر نیل، اے دیوتا ازیرس اے دیوی ازیرس اور اے دیوتا ہورس اے بلند دروازے والے ہیکلوں اور اے فراعنہ مصر کی مقدس روحوں تم یوم آخر تک گواہ رہنا کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں سچ لکھ رہا ہوں اے قسمت تو بھی گواہ رہنا کیونکہ کسی زمانے میں تو میرے اختیار میں تھی اور میں چاہتا تو تجھے سنوار سکتا تھا لیکن افسوس میں نے ایسا نہ کیا۔

میں ہرے بھرے اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے دور بیٹھا یہ داستان لکھ رہا ہوں اور نیل احمر کا زمانہ آگیا ہے نیل میں سرخ سرخ پانی بہہ رہا ہو گا جیسے خون ہو۔ اور میرے سامنے دور لیبیا کی پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جن پر غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں نے سونا سا بکھیر دیا ہے اور یہی دھوپ شہر ابیدس کے گھروں کی سفید دیواروں اور چھتوں کو چمکا رہی ہوگی۔ کاہن اور مہنت عبادت میں مصروف ہوں گے۔ دیوتاؤں کی قربان گاہوں پر چڑھاوے چڑھائے جا رہے ہوں گے اور ہیکلوں کی سنگین چھتوں سے عبادت کرنے والوں کی دعائیں ٹکرا ٹکرا کر آواز بازگشت کر رہی ہوں گی۔ لیکن افسوس! ابیدس اور اس کے لوگوں نے مجھے ہلا دیا۔ میں ایک قیدی ہوں اور تصور کی آنکھوں سے ابیدس کے ہیکل کی چھت پر لہراتے ہوئے مقدس جھنڈے کو دیکھ اور اس کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز کو سن رہا ہوں اور میں تصور کی آنکھوں سے مہنتوں کے گروہ کو ایک سے دوسری قربان گاہ اور ایک سے دوسرے ہیکل تک جاتے دیکھ رہا ہوں۔

آہ! ابیدس! میرے پیارے آبائی وطن! تیرے مستقبل پر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ ابیدس! ایک وہ زمانہ بھی آئے گا جب تیرے سب اسرار اور تیرے مقدس مقامات صحرا کی ریت کے نیچے دب جائیں گے، تیرے دیوتاؤں کو کوئی نہ پوجے گا نئے اور انجانے مذاہب تیرے دیوتاؤں کا مذاق اڑائیں گے۔ اور انہیں جھوٹا کہیں گے۔ مختلف ملکوں کے لشکر تیری فصیل کے باہر اتریں گے سواد میں تلوار چلتی رہے گی۔ میں رو رہا ہوں، خون کے آنسو رو رہا ہوں کیونکہ یہ میرا ہی گناہ ہے جس کا خمیازہ تجھے بھگتنا پڑ رہا ہے اور بھگتنا پڑے گا۔

میں یہیں، ابیدس میں پیدا ہوا میرے والدین کی روح دیوتا ازیرس کے حضور پہنچ کر لذیذ لذیذ کھانے کھا رہی اور عمدہ عمدہ عطریات سونگھ رہی ہے۔ فرعون سیتی کے بنائے ہوئے عظیم الشان ہیکل کا کاہن اعظم تھے۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ جس دن میں پیدا ہوا اسی دن ملکہ مصر قلوپطرہ بھی پیدا ہوئی میں نے اپنا بچپن کھیتوں اور میدانوں میں کھیل کود کر گزارا، میں کھیتوں میں کاشتکار کو محنت کرتا دیکھتا اور پھر وہاں سے اکتا کر ہیکل میں آتا اور اس کے

نیم تاریک دالانوں میں دوڑتا پھرتا مجھے اپنی والدہ یاد نہیں ابھی میں شیر خوار ہی تھا کہ وہ دیوتا ازیرس کے دربار میں پہنچ گئیں۔ لیکن مرنے سے پہلے انہوں نے ہاتھی دانت کے صندوق میں سے سانپ کی شکل کا سنہری تاج نکالا۔ جو قدیم فراعنہ کی نشانی تھا، اور میرے سر پر رکھ دیا۔ یہ فرمانروائے مصر بطلیموس اولے طیس کے عہد سلطنت کا واقعہ ہے جو بعد میں میری بوڑھی انا آتوا نے مجھے سنایا تھا ہاں تو میری والدہ نے جب وہ تاج میرے سر پر رکھا تو جتنے لوگ وہاں کھڑے تھے۔ بے اختیار ہنس پڑے اور انہوں نے کہا کہ یہ عورت تو دیوانی ہوگئی ہے۔ اور سمجھتی ہے کہ مقدونی حکومت کا دور ختم ہوا اور مصر پر قدیم فراعنہ کی حکومت دوبارہ قائم ہوگی لیکن اسی وقت میرے والد آمن مہت آگئے۔ اور یہ دیکھ کر مرنے والی نے کیا حرکت کی ہے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دئے اور دیوتاؤں کی بڑائی اور عظمت کے گیت گا رہے تھے انہیں پکار رہے تھے تو یوں ہوا کہ میری مرتی ہوئی والدہ پاک روح سے بھر گئی اور وہ ایک تندرست و توانا عورت کی طرح اپنے پلنگ سے اٹھ کر اس پنگوڑے کے قریب آکھڑی ہوئیں جس میں، میں سو رہا تھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا کر یوں بولیں۔

"اے میرے جگر کے ٹکڑے!.... اے میرے رحم کے ثمر!.... سلام ہو تجھ پر.... اے شہزادے!.... اے مصر کے نجات دہندہ!۔ ہزار بار سلام ہوں تجھ پر.... یہ نہ بھول کہ تو فرعون مصر نختنف کے خاندان سے ہے۔ تیری رگوں میں فراعنہ کا مقدس اور پاک خون گردش کر رہا ہے۔ تو فرعون کے گھرانے کا چشم و چراغ اور صحیح النسب شہزادہ ہے۔ خبردار اپنی روح کو گناہوں سے دور رکھنا ہے.... اگر تو پاک و صاف رہا اگر تو نے گناہ نہ کئے تو تو مصر کو آزاد کرائے گا، بدیسی حکمرانوں کو مصر سے بھگا دے گا اور اپنے اجداد کے تخت پر بیٹھ کر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج اپنے سر پر رکھے گا۔ اور مصر پر فرعون کی حکومت ہوگی۔ لیکن اگر تو نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا۔ اگر تو گناہوں کی دلدل میں پھنس گیا تو افسوس ہوگا تجھ پر۔ تو دیوتاؤں کے غضب میں مبتلا ہوگا اور تیرے اجداد کی روحوں کی لعنت پڑے گی تجھ پر یاد رکھ مصر کی امیدوں کا خون کر دیا تو، تو کہیں کا نہ رہے گا۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہوگا اور

مرنے کے بعد آلوپس اورست تیری روح پر کوڑے برساتے رہیں گے۔

اور اتنا کہنے کے بعد میری والدہ اسی جگہ دھم سے گریں اور فوراً مر گئیں' ان کے گرنے کے دھماکے سے میں جاگ پڑا اور رونے لگا۔

میرے والد کھڑے حیرت' خوف اور خوشی سے کانپ رہے تھے۔ حیرت انہیں اس بات پر تھی کہ ان کی بیوی میں پاک روح حلول کر کے گویا ہوئی تھی' خوشی اس بات پر تھی کہ ان کے اکلوتے بیٹے کے متعلق یہ پیشن گوئی کر گئی تھی کہ وہ راہ راست پر رہا تو فرعون بنے گا۔ اور خوف بادشاہ وقت بطلیموس رولے طیس کا تھا اگر اسے اس پیشن گوئی کا حال معلوم ہوگیا تو وہ ہم سب کو قتل کرا دے گا اور ہمارا گھر کھدوا کر ہل چلوادے گا۔ اگر بطلیموس نے دوسروں سے در گزر کی بھی تو میرے والدین کو یقین تھا کہ وہ ان کے اکلوتے لڑکے کو ضرور قتل کروا دے گا کیونکہ وہ پیشن گوئی کے مطابق مصر کا فرعون بننے والا تھا میرے والد کی سمجھ میں اور کچھ نہ آیا تو انہوں نے دوڑ کر گھر کے دروازے بند کر دیئے اور جتنے لوگ وہاں موجود تھے ان سے قسم لی کہ انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے۔ اس کا ذکر کبھی بھولے سے بھی کسی کو سامنے نہ کریں گے ان لوگوں نے مقدس تابوت اور میری والدہ کی روح کی قسم کھائی کہ ایسا ہی ہوگا۔

اب اتفاق ایسا ہی ہوا کہ ان لوگوں میں بوڑھی انا آتو ابھی تھی جس نے میری والدہ کو دودھ پلایا تھا اور دم آخر ان کی تیمارداری کی تھی۔ یہ عورت آتو اپیٹ کی ہلکی تھی۔ جیسی کہ عموماً ہر عورت ہوتی ہے۔ اور بڑی سے بڑی قسم بھی ان کو زیادہ دنوں تک پابند نہ رکھ سکتی تھی۔ چنانچہ جب یہ واقعہ پرانا ہوگیا اور آتو کے دل سے بطلیموس کا خوف جاتا رہا تو اس نے اس پیشین گوئی کا ذکر اپنی بیٹی سے کر دیا کہ وہ خوب اچھی طرح مجھے دودھ پلائے کیونکہ میں ہی بڑا ہو کر یونانیوں کو مصر سے نکال دوں گا اور خود مصر کا فرعون بن جاؤں گا۔ اور یہ کہ اس وقت آتو کی بیٹی کے وارے نیارے ہوں گے سرگوشیوں میں اسے بھی سنادی اور اس طرح اپنے شوہر کی' خود اپنی اور اپنے بیٹے' یعنی میرے دودھ شریک بھائی کی تباہی کا باعث بنی۔ کیونکہ اس کے شوہر نے یہ کہانی اپنے ایک دوست کو سنائی جو اتفاق سے

بطلیموس کا جاسوس تھا اور اس طرح اس پیشنگوئی کی خبر بادشاہ وقت کو ہوگئی۔

بطلیموس بہت گھبرایا۔ یہ اور بات تھی کہ جب وہ شراب پی کر بدمست ہوجاتا تو مصر کے دیوتاؤں کو گالیاں دیتا اور ان کا مذاق اڑاتا۔ لیکن وہ ان سے ڈرتا بھی تھا۔ چنانچہ جب اس کا نشہ اترتا تو وہ مندروں میں نذرانے بھیجتا اور راتوں کو چیختا چلاتا جیسے کوئی اس کا گلا کاٹے ڈال رہا ہو۔ چنانچہ جب اسے معلوم ہوا کہ ابیدس کے کاہن کی بیوی مرنے سے پہلے پاک روح سے بھر گئی تھی اور اس نے اپنے بیٹے کے فرعون بننے کی پیشنگوئی کی تھی تو وہ بے حد خوفزدہ ہوا۔ اس نے چند معتبر آدمیوں کو طلب کیا جو سلا" یونانی تھے اور کسی کو قتل کرنے سے ڈرتے نہ تھے۔ بطلیموس نے انہیں بلا کر حکم دیا کہ اسی وقت کشتی میں سوار ہو کر نیل کے اس پار جائیں اور ابیدس کے کاہن کے بیٹے کا سر اس کے حضور پیش کریں۔

لیکن دیوتاؤں کی مرضی یوں ہوئی کے جس کشتی میں یہ لوگ سوار ہوئے وہ گہرے پانی میں چلنے والی تھی اور اس وقت دریائے نیل طغیانی پر نہ تھا۔ چنانچہ یہ کشتی کیچڑ میں پھنس گئی اور چونکہ شمالی ہوا زوروں سے چل رہی تھی اس لئے الٹنے کے قریب ہوگئی یہ جگہ جہاں بطلیموس کے آدمیوں کی کشتی پھنسی تھی ابیدس کے قریب تھی۔

بطلیموس کی آدمیوں نے ان لوگوں کو مدد کے لئے پکارا' جو کھیتوں میں کام کر رہے تھے کہ وہ اپنی کشتیاں لے کر آئیں اور بطلیموس کے سپاہیوں کو کنارے تک پہنچا دیں۔ لیکن کسی نے ان کی چیخ و پکار پر کان نہ دھرا کیونکہ مصری یونانیوں سے نفرت کرتے تھے۔ سپاہیوں نے چلا کر کہا کہ وہ بطلیموس کے خاص آدمی ہیں اور اس کا ایک خاص حکم بجالانے کے لئے ابیدس جا رہے ہیں۔ اب بھی کوئی ان کی طرف متوجہ نہ ہوا اس پر ایک خواجہ سرا نے جو ان کے ساتھ تھا اور شراب پیے ہوئے تھا۔ چلا کر لوگوں کو خبردار کیا کہ بطلیموس کے سپاہی ابیدس کے کاہن کے بیٹے کا سر کاٹنے آئے ہیں اور یہ کہ اگر لوگوں نے سپاہیوں کی مدد نہ کی تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔ لوگوں پر اس دھمکی کا خاطرخواہ اثر ہوا' حالانکہ وہ خواجہ سرا کی بات سمجھ نہ سکے تھے اور کشتیاں لے لے کر ان کی مدد کو دوڑ پڑے۔ اتفاقاً کنارے پر کام کرتے ہوئے لوگوں میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو میرے والد کا رشتہ دار بھی تھا اور

میری والدہ کی پیشن گوئی کے وقت ہمارے گھر میں موجود تھا اور اس نے خاموش رہنے کی قسم بھی کھائی تھی' چنانچہ خواجہ سرا کے منہ سے یہ بھیانک الفاظ سن کر وہ چیتے کی تیزی سے ابیدس کی طرف بھاگا۔ اور راستہ میں کسی بھی جگہ رکے بغیر اس گھر کی سامنے پہنچ گیا جو ہیکل کے پہلو میں تھا اور جہاں میں پنگھوڑے میں سو رہا تھا۔ اس وقت میرے والد شہر سے باہر اس جگہ گئے ہوئے تھے جہاں فراعنہ اور شہزادی کے مقبرے ہیں۔

اس آدمی نے آتوا کو پورا قصہ سنایا اور وہ خوف سے دونوں ایک دوسرے کی صورت تکنے لگے۔ وہ حیران تھے کہ کیا کریں۔ اگر انہوں نے مجھے کہیں چھپا بھی دیا تو بادشاہ کے آدمی اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک کہ مجھے ڈھونڈ نہیں لیتے۔ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آرہی تھی کہ آدمی کی نظر اس بچہ پر پڑی جو صحن میں کھیل رہا تھا۔

"بڑھیا!" اس نے پوچھا۔ "یہ کس کا بچہ ہے۔"

"یہ میرا نواسہ ہے" آتوا نے جواب دیا۔ "اور شہزادہ ہرماسیس کا دودھ شریک بھائی ہے"۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ بڑی بی اپنا فرض پورا کرو" اور اس نے میرے دودھ شریک بھائی کی طرف اشارہ کیا۔ "میں مقدس دیوتاؤں کے واسطے سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنا فرض پورا کرو"

آتوا کانپ گئی' یہ لڑکا اس کا نواسہ تھا۔ اس کا اپنا خون تھا۔ تاہم اس نے میرے دودھ شریک بھائی کو اٹھایا اور اسے نہلا دھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور میرے پنگھوڑے میں لٹا دیا۔ اور میرے کپڑے اتار کر میرے بدن میں کیچڑ لگا دیا تاکہ میرا گورا رنگ نظر نہ آئے' مجھے مٹی میں کھیلنے کے لئے چھوڑ دیا۔ میں بڑی خوشی سے مٹی میں کھیلنے لگا۔

وہ آدمی جو بطلیموس کے سپاہیوں کے آنے کی خبر لایا تھا ایک کونے میں چھپ گیا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد بطلیموس کے آدمی' جو مجھے قتل کرنے کی غرض سے آئے تھے گھر میں داخل ہوئے۔

"بڑی بی" انہوں نے پوچھا "کیا یہی کاہن آمن مت کا گھر ہے"

"جی ہاں یہی ہے۔" آتوا نے جواب دیا۔

پھر اس نے انہیں بیٹھ جانے کو کہا اور تازہ دودھ اور شہد انہیں پینے کو دیا کیونکہ وہ لوگ مارے پیاس کے بے حال ہو رہے تھے' شہد اور دودھ کے دو چار کٹورے چڑھانے کے بعد خواجہ سرا نے آتوا سے پوچھا کہ پنگھوڑے مین جو بچہ سو رہا ہے کیا وہی آمن مت کا بیٹا ہے۔

"ہاں۔ ہاں یہ ان ہی کا بیٹا ہے اور کیا نصیب لے کر آیا ہے"۔ آتوا نے جواب دیا اور پھر انہیں بتانے لگی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر مصر کا فرعون بنے گا۔

اس پر خواجہ سرا نے منہ پھاڑ کر قہقہہ لگایا اور ایک سپاہی خنجر لے کر پنگھوڑے کے قریب پہنچا اور اس نے بلا توقف میرے دودھ شریک بھائی اور آتوا کے نواسے کا سر کاٹ لیا اور سپاہیوں نے ہنس کر آتوا سے کہا کہ اپنے کاہن سے کہہ دے تاکہ اب ان کا بیٹا بغیر سر کے ہی فرعون بنے گا۔ اور وہ لوگ بین کرتی اور روتی تڑپتی آتوا کو وہیں چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے۔ میں صحن میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔ ایک سپاہی نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"سچ پوچھو تو مجھے ہرماسیس سے زیادہ اس لڑکے کے چہرے پر شاہی جلال نظر آتا ہے"۔

وہ لوگ چند ثانیوں تک کھڑے سوچتے رہے کہ میرا سر بھی کاٹ لیں لیکن پھر اپنا ارادہ بدل کر آپس میں ہنستے اور مذاق کرتے میرے دودھ شریک بھائی کا سر لے کر چلے گئے۔

کچھ دیر بعد آتوا کی بیٹی' جو بازار گئی ہوئی تھا' واپس آئی اور اپنے لخت جگر کی بے سر لاش دیکھ کر رونے اور سینہ کوبی کرنے لگی۔ اس نے اور اس کے شوہر نے مل کر آتوا کو مارا کہ مجھے بطلیموس کے حوالے کر دیا ہوتا۔ لیکن اسی وقت میرے والد آ گئے انہیں پورا واقعہ آتوا کی زبانی معلوم ہوا اور انہوں نے اسی رات آتوا کی بیٹی اور اس کے شوہر کو کہیں ایسا غائب کیا کہ آج تک پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے اور ان کا کیا بنا۔

لیکن آج میں سوچتا ہوں کہ اس معصوم بچے کے بجائے بادشاہ کے آدمیوں نے میرا سر کاٹ لیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ میں اس ذلت سے بچ جاتا۔ لیکن دیوتاؤں کی مرضی یہ تھی کہ یوں ہی ہوسوں ہی ہوا۔

اس کے بعد یہ مشہور کردیا گیا کہ آمنا منت نے اپنے بیٹے ہرماسیس کی جگہ جو بادشاہ کے حکم سے قتل کردیا گیا۔ آتوا کے نواسہ کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اس کے بعد بادشاہ نے ہمیں نہ ستایا۔ کیونکہ اس کے خیال میں وہ لڑکا جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی قتل کردیا گیا تھا۔

میرا پہلا کارنامہ

بطلیموس کے سپاہی میرے رضائی بھائی کا سر نرسلوں کی ٹوکری میں لے کر اسکندریہ پہنچے جو مصر کا دراالسلطنت تھا۔ اس وقت بادشاہ اپنی کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھا بنسری بجارہا تھا۔ خواجہ سرا نے میرے رضائی بھائی کا کا سر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا جسے دیکھتے ہی وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے اور اپنی چپل میرے رضائی بھائی کے رخساروں پر مارنے لگا۔ اور پھر اس نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ وہ اس پر پھولوں کا تاج رکھ دے۔ کنیز نے ایسا ہی کیا پھر بادشاہ سر کے سامنے سجدہ کر کے پکارا "زندگی، خون، قوت، فرعون! فرعون!" اور اس طرح بہت دیر تک مذاق اڑاتا رہا لیکن ایک کنیز جو منہ پھٹ تھی بادشاہ کے یہ حرکتیں دیکھ کر پکار اٹھی۔

"حضور ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بچہ آنتی کا فرعون ہے اور اس کا تخت ہے موت" کنیز کے یہ الفاظ سن کی بادشاہ بہت خوفزدہ اور غصہ ہوا۔ وہ موت اور اس کے بعد کے عذاب سے بہت ڈرتا تھا اس نے کنیز کو برا بھلا کہا اور پھر محافظوں کو حکم دیا کہ اس گستاخ کنیز کا سر کاٹ لیا جائے تاکہ وہ آنتی میں اپنے چہیتے فرعون کی خدمت کرنے چلی جائے۔ اسی وقت ظالمانہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ لیکن اس وقت بادشاہ کی طبیعت ایسی مکدر ہوئی کہ اس نے دوسری کنیزوں کو رخصت کردیا اور وہ ساری رات نیند ہی میں چیختا چلاتا رہا۔ یہ سب واقعات مجھے بعد میں معلوم ہوئے تھے۔

پھر سال گزرتے رہے اور اس عرصہ میں بہت سے واقعات ہوئے جن کا ذکر کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ کہنا ہے اور وقت بہت کم ہے اس کے علاوہ واقعات جو میرے بچپن میں ہوئے مجھے ٹھیک سے یاد بھی نہیں۔

ہاں تو سال گزرتے رہے اور میں بڑا ہوتا گیا۔ اور اب میرے والد کو میری تعلیم کی فکر ہوئی انہوں نے مجھے مصر اور دیوتاؤں کی تاریخ کے علاوہ فنون حرب بھی سکھائے اور وہ سارے علوم بھی سکھادئے جو دیوتاؤں کے پسندیدہ تھے اور جو مصری بچوں کو خصوصاً سکھائے

جاتے تھے میں بڑا ہو کر خوبصورت لڑکا نکلا۔ میرے بال کاجل کی طرح کالے تھے۔ میری آنکھیں پہاڑی جھیل کی طرح نیلی تھیں' پورے ابیدس میں ایک نوجوان بھی ایسا نہ تھا جو مجھے پچھاڑ سکتا۔ اور کوئی بھی اتنی دور نیزہ نہ پھینک سکتا تھا جتنی دور کہ میں اور کوئی بھی میری طرح فلاخن نہ چلا سکتا تھا۔

مجھے شیر کے شکار کا بہت شوق تھا لیکن کاہن اعظم آمن مت' جنہیں میں ابا کہتا تھا (اس وقت تک مجھے معلوم نہ تھا کہ یہی میرے حقیقی والد ہیں) مجھے اس کی اجازت نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں محض شیر کا شکار کرنے کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ ایک اہم اور مقدس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ میں ان کا مطلب نہ سمجھ کر ان سے درخواست کرتا کہ وہ اپنا مطلب واضح کریں اس پر وہ غصہ ہو کر کہتے کہ جب وقت آئے گا تو مطلب خود بخود واضح ہو جائے گا۔ میں ملول رہنے لگا کیونکہ کاہن اعظم مجھے شیر مارنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور ابیدس کا ایک نوجوان جس نے دوسروں کے ساتھ مل کر کبھی ایک شیر مارا تھا اور دل ہی دل میں مجھ سے جلتا تھا' میرا مذاق اڑاتا اور مجھ پر آوازیں کستا تھا۔

"بظاہر تم تو بڑے طاقتور معلوم ہوتے ہو" وہ کہتا لیکن اصل میں ہو نرے بزدل ڈرپوک تم کیا شیر مارو گے! اس کے لئے فولاد کا دل اور آہن کا کلیجہ چاہئے۔ تم تو میرے بھائی لومڑیوں اور غزالوں کا ہی شکار کیا کرو بڑے بے ضرر ہوتے ہیں یہ جانور۔

اس وقت میری عمر سترہ سال کی تھی۔

ایک دن میں بازار سے گزر رہا تھا کہ میری مڈ بھیڑ اسی نوجوان سے ہو گئی میں نے کترا کر نکل جانا چاہا لیکن اس نے مجھے دیکھ لیا۔ چنانچہ حسب معمول میرا مذاق اڑانے لگا۔ بھئی سنا ہے کہ نہر کے کنارے نرسلوں کے جنگلوں میں کہیں سے ایک زبردست شیر آگیا ہے جو راہگیروں کو چیر پھاڑ ڈالتا ہے۔ کہو ہرماسیس! چلتے ہو اس شیر کو مارنے! لیکن نہیں۔ نہیں تم کیا چلو گے۔ تم تو بوڑھی عورتوں میں بیٹھ کر اپنے بالوں میں کنگھی کرواتے رہو۔

شیر مارنا عورتوں اور بچوں کا نہیں۔ مردوں کا کام ہے اور وہ طنزیہ ہنسی ہنسا۔

اس کی آخری چوٹ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی اور میں غصہ سے کانپنے لگا

اور میرا غصہ اس انتہا کو پہنچا کہ مجھے اپنے والد آمن مت کا بھی خوف نہ رہا اور میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ ہم دونوں ہی وہاں جائیں پھر معلوم ہو جائے گا کہ کون بہادر ہے اور کون بزدل۔"

اب تو اس شیخی خورے کے حواس جاتے رہے۔ آج تک کبھی کوئی تنہا شیر مارنے نہ گیا تھا۔ بلکہ پندرہ بیس آدمی مل کر شیر کے شکار کو جاتے تھے۔ اب میرے ہنسنے کی باری تھی۔ میں نے اس نوجوان کا خوب خوب مذاق اڑایا۔ یہاں تک کہ اسے جوش آگیا۔ وہ دوڑ کر گیا اور تیر کمان اور شکاری چاقو لے آیا۔ میں بھی اپنا نیزہ لے آیا۔ جس کا دستہ دیودار کی لکڑی کا تھا اور اس کا پھل بھی عام نیزوں سے لمبا اور چوڑا تھا۔

اور ہم دونوں اس طرف چلے جس طرف شیر کا مسکن بتایا جاتا تھا۔ پورے راستے ہم نے آپس میں کوئی بات نہ کی کیونکہ ہم دونوں ہی اپنے خیالات میں گم تھے سورج غروب ہونے کے قریب تھا کہ ہم نرسلوں کے جنگل کے سامنے پہنچ گئے۔ اور وہاں نہر کے کنارے کی کیچڑ میں شیر کے زبردست پنجوں کے نشانات دیکھے جو نرسلوں کے جنگل میں جا کر غائب ہو گئے تھے۔

"دوست" میں نے کہا۔ "دیکھیں اس جنگل میں پہلے کون داخل ہونے کی ہمت کرتا ہے تم یا میں۔"

اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر میں جنگل کی طرف بڑھا۔

"نہیں نہیں"۔ اس نے مجھے روک لیا۔ "ایسی حماقت نہ کرو بہت زبردست شیر ہے وہ اور وہ بے خبری میں تم پر حملہ کر کے تمہارے چیتھڑے اڑا دے گا۔ میں جنگل میں تیر مارتا ہوں شیر یہیں کہیں سو رہا ہو گا بہت ممکن ہے وہ جاگ کر باہر نکل آئے۔"

اور اس نے کمان میں تیر جوڑ کر چلا چڑھایا اور اٹکل پچو تیر چھوڑ دیا تیر ہوا کو چیرتا ہوا "سوں" سے نرسلوں کے جنگل میں گھس گیا۔

میں کہہ چکا ہوں کہ میرے ساتھی نے اٹکل پچو تیر چلایا تھا۔ لیکن اتفاق سے ایسا ہوا کہ وہ

جنگل میں سوئے ہوئے شیر کے لگا۔ ایک زبردست گرج نے کانوں کے پردے پھاڑ دئے اور دوسرے ہی لمحے شیر بجلی کی طرح تڑپ کر باہر نکل آیا۔ اب وہ ہمارے سامنے تھا۔ غصہ میں بھرا ہوا اور خون خوار میرے ساتھی کا تیر اس کی ران میں پیوست تھا۔ شیر غصہ اور تکلیف سے گرجا۔ اور ہمارے پیروں تلے زمین کانپ گئی۔

"جلدی سے تیر جوڑو۔" میں چلایا۔ "اور اس سے پہلے کہ یہ ہم پر حملہ کرے تیر اس کی پیشانی میں پیوست کردو"۔

لیکن میرے ڈینگیئے دوست کے اوسان خطا ہوگئے تھے۔ وہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا منہ ڈھیلا ہو کر کھل گیا تھا' آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں اور کمان اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جاپڑی تھی۔ خوف کی ایک چیخ کے ساتھ میرا ساتھی شیر کے سامنے سے بھاگ کر میرے پیچھے چھپ گیا۔ اور اب وہ خون خوار شیر میرے سامنے کھڑا تھا۔ میرے پیر بھی زمین پر گڑ سے گئے تھے۔ اور میری موت سامنے کھڑی غرا رہی تھی۔

شیر سکڑ کر بیٹھ گیا اور پھر اس نے چھلانگ لگائی۔ وہ میری طرف آیا اور میں سمجھا کہ میرا آخری وقت آگیا لیکن شیر اپنے زور میں میرے اور میرے ساتھی کے اوپر سے گزر کر ہمارے پیچھے چند قدم دور گرا لیکن اس نے فوراً پلٹ کر میرے ساتھی پر حملہ کردیا اس نے غرا کر اپنا زبردست پنجہ اٹھایا اور میرے ساتھی کے سر پر ایک ایسا تھپڑ رسید کیا کہ اس کی کھوپڑی مرغی کے انڈے کی طرح ٹوٹ گئی۔ میرا ساتھی اف تک کئے بغیر مردہ ہو کر گرا اور اب میں شیر کے سامنے اکیلا کھڑا تھا۔ وہ میرے سامنے کھڑا دم ہلا کر غرا رہا تھا۔ دفعتاً خوف نے مجھے دیوانہ کردیا اور یہ سمجھے بغیر کہ میں کتنا خطرناک کام کررہا ہوں میں نے اپنا نیزہ بلند کیا اور شیر کی طرف دوڑا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنا خونی پنجہ میری طرف چلایا لیکن میں نے اسی وقت ذرا جھک کر اپنا نیزہ اس کے حلق میں اتار دیا۔ تکلیف سے گرج کر وہ پیچھے ہٹا اور اس کا پنجہ میرے سر پر پڑنے کے بجائے میرے سینے پر پڑا۔ اس کے ناخنوں نے میرے سینے کی تھوڑی سی کھال ادھیڑ لی۔ شیر تڑپ کر گرا۔ میرا نیزہ اس کے حلق میں پیوست تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا۔ طوفانی

بادل کی طرح دہاڑ رہا تھا اور ہوا میں چھلانگیں لگا کر اگلے پنجوں سے نیزے کی ہتھی کو موڑ رہا تھا۔ اور اس نے تین دفعہ چھلانگیں لگائیں۔ بھیانک اور خون منجمد کردینے والا نظارہ تھا وہ غرا رہا تھا' گرج رہا تھا اور تڑپ رہا تھا۔ آخر کار اس کی تکلیفوں کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ ڈکرا کر گرا اور بے حس و حرکت پڑا رہا۔ وہ مرچکا تھا اور میں اس کے بے جان جسم کے سامنے کھڑا کانپ رہا تھا شیر مرچکا تھا لیکن میرے دل سے خوف دور نہ ہوا تھا شیر کے قریب ہی اس نوجوان کی لاش پڑی تھی جو میرا مذاق اڑایا کرتا تھا اس کی کھوپڑی پھٹ گئی تھی اور اس کا خون کیچڑ میں مل کر جم گیا تھا۔ غرور اور بڑائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

عین اسی وقت ایک عورت کہیں سے بھاگتی ہوئی میرے قریب آئی۔ یہ بوڑھی انا آتوا تھی جس نے میری جان بچانے کے لئے اپنے نواسہ کی قربانی دے دی تھی لیکن اس وقت تک میں اس واقعہ سے بے خبر تھا۔ آتوا نہر کے کنارے سے جڑی بوٹیاں کھودنے آئی تھی جن کا اسے بے حد شوق تھا اور وہ ان کے اثر سے بھی واقف تھی اسے معلوم نہ تھا قریب ہی نرسلوں کے جنگل میں ایک شیر رہتا ہے (اور حقیقت بھی ہے کہ شیر کھیتوں کے قریب اور بلکہ صحرا اور لیبیا کے پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں دیوتا جانیں یہ ایک شیر یہاں کہاں سے آگیا تھا) آتوا نے دور سے میری بہادری کا تماشہ دیکھا تھا۔ وہ میرے قریب آکر اور مجھے پہچان کر چلا اٹھی۔

"ارے ہرماسیس تم۔"

اور وہ فوراً ہی میرے سامنے سجدہ ریز ہوگئی اور مجھے عجیب عجیب خطابات سے نوازنے لگی۔

"بہادروں کے بہادر' شاہوں کے شاہ' مصر کے ہونے والے فرعون اور دیوتاؤں کے چہیتے' سلامتی ہو تجھ پر" اس نے کہا۔

میں سمجھا کہ بڑھیا سٹھیا گئی ہے یا خوف سے اس کے حواس جاتے رہے ہیں۔

"آتوا! شیر مار کر میں نے کون سا زبردست کام کیا ہے" میں نے کہا "مجھ سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے شیر مارے ہیں کیا خدائے مصرا منہوب نے سو شیر نہیں مارے تھے۔"

فرعون کو جانے دو عام کاشتکاروں نے شیر مارے ہیں۔ پھر میں نے ایسا کون سے بڑا کام کیا ہے کہ تم میرے سامنے سجدے کررہی ہو"

لیکن اب میرا خوف دور ہو رہا تھا اور میں محسوس کررہا تھا کہ تنہا اپنے ہاتھ سے شیر مار کر میں نے واقعی بڑا کام کیا ہے تاہم اتنا بڑا بھی نہ تھا کہ آتوا میرے سامنے سجدہ کرے۔ اور مجھے شاہی ناموں سے مخاطب کرے میں اس کی یہ حرکتیں سمجھنے سے قاصر تھا اور آتوا نہایت جوش کے عالم میں بولے چلی جارہی تھی۔ "شہزادے! تمہاری ماں کی پیشنگوئی غلط نہ تھی اس نے کہا" واقعی ان میں دیوی نیتھ کی پاک روح حلول کرگئی تھی۔ ہرماسیس! مصر کے ہونے والے فرعون' دیکھو اس نیک شگون کو دیکھو۔ یہ شیر روم کا بادشاہ ہے اور یہ نوجوان جس کی کھوپڑی شیر نے پھاڑ دی ہے۔ بطلیموس ہے۔ تم مقدونی فوج کے ساتھ رومیوں کے مقابلے کو جاؤ گے۔ لیکن بزدل مقدونی پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور رومی شیر انہیں ختم کردے گا اور پھر تم خود اس شیر کا خاتمہ کردو گے اور اس طرح مصر آزاد ہوگا لیکن اے دیوتاؤں کے چہیتے! اور اے مصر کے نجات دہندہ! خبردار گناہوں سے دور رہنا۔ اے مصر کی امیدوں کے سہارے! اس بڑھیا کی بات یاد رکھنا۔ خوبصورت اور نیلی آنکھوں والی عورتوں کے قریب تک نہ پھٹکنا' عورت بڑی ہی پرفتنہ اور ساحرہ ہوتی ہے جو تمہیں تباہی و بربادی کے گڑھے میں ڈھکیل سکتی ہے۔ میں ایک بے وقوف بڑھیا ہوں۔ اور اپنے دل پر ایک ایسا زخم لئے پھرتی ہوں جو کبھی مندمل نہ ہوگا' میں نے گناہ کیا تھا۔ میں وہ بات ظاہر کردی تھی جس کو اپنے سینے میں دفن رکھنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن حماقت سے میں نے اپنی وہ قسم توڑدی میں نے وہ راز افشا کردیا۔ اور اس کا نتیجہ جانتے ہو کیا ہوا؟ مجھے اپنے نواسہ کو قربان کرنا پڑا۔ ہاں ہرماسیس! اس گناہ کے کفارے کے طور پر میں نے اپنے نواسے کا سر دے دیا تاکہ تم زندہ رہو اور مصر کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرادو۔ ہاں ہرماسیس میں نے تمہاری خاطر اپنے نواسے کو قربان کردیا۔ میں ایک بے وقوف عورت ہوں تاہم اپنے ملک کی رسومات اور دیوتاؤں کے احکامات سے بخوبی واقف ہوں۔ کیونکہ دیوتاؤں کے نزدیک نہ کوئی بڑا ہے اور نہ کوئی چھوٹا۔ نہ کوئی عقل مند ہے اور نہ کوئی بے

وقوف ان کے نزدیک سب برابر ہیں اور وہ جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ رات دیوی ازیرس میرے خواب میں آئی تھیں اور انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نرسلوں کے قریب ہی جڑی بوٹیاں لینے جاؤں اور جو کچھ دیکھوں اس سے تمہیں آگاہ کردوں۔ چنانچہ میں یہاں آئی اور میں نے تمہیں اس نیک شگون سے آگاہ کردیا دیکھو ہرماسیس میں نے اپنا فرض ادا کردیا یہاں آؤ۔

شہزادے! پانی میں اپنا عکس دیکھو۔ دیکھو اس سر پر مصر کی بادشاہی کا تاج رکھا جائے گا۔ اور دیکھو تمہاری آنکھوں سے شاہی جلال عیاں ہے۔ دیکھو اور قسم کھا کر کہو کہ دیوتا فتاح نے تمہارا جسم ایسا نہیں بنایا کہ اس پر شاہی لباس زیب دے؟ یقیناً تم دیوتاؤں کے پیارے اور مصر کے نجات دہندہ ہو۔

ارے! دفعتاً" وہ چونک کر بدلی ہوئی آواز میں بولی۔ میں بھی عجیب احمق ہوں یہ تو میں بھول ہی گئی کہ تم زخمی ہو شیر کے ناخن زہریلے ہوتے ہیں اگر اس کے لگائے ہوئے زخم کی فوراً خبر گیری نہ کی جائے تو زہر پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔ اور پھر وہ دیوانہ وار ہوکر رات دن شیروں اور سانپوں کے خواب دیکھا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بیچارہ مرجاتا ہے گھبراؤ نہیں میں یہ زخم اچھا کردوں گی۔ ہرچند کہ کم عقل ہوں لیکن بہت سے علاج جانتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ بعض دفعہ بے وقوف آدمی عقلمندی کے کام کرگزرتے ہیں۔ حماقت اور عقل مندی کی سرحدیں آپس میں یوں ملی ہوئی ہیں کہ خود فرعون بھی نہیں کہہ سکتا کہ عقل مندی کی سرحدیں کہاں ختم ہوئی اور بے وقوفی کی کہاں سے شروع ہوئی۔

افوہ! میں دن بدن زیادہ باتونی ہوتی جارہی ہوں۔ دیوانی جو ٹھہری۔ تاہم دیوانہ اپنے کام میں بہت ہوشیار ہوتا ہے اب یہ کھڑے میری صورت کیا تک رہے ہو؟ لاؤ یہ پتیاں تمہارے زخم پر رکھ دوں اور تمہارا زخم یوں مندمل ہوجائے گا کہ خود تم نہ بتا سکو گے کہ کہاں زخم آیا تھا۔ جلد کا رنگ دودھ کی طرح صاف نکل آئے گا۔

اس عرصہ میں آس پاس کے بہت سے لوگ ہمارے گرد جمع ہوگئے تھے۔ اور خاموش کھڑے آتوا کی باتیں سن رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کو جمع ہوتے نہ دیکھا تھا اور شاید

آتوا نے بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ دنیاومافیہا سے بے خبر ایک جوش کے عالم میں میرے فرعو
ہونے کی پیشنگوئی کرتی چلی گئی تھی۔

"دیکھا لوگو۔" وہ مجمع سے مخاطب ہوئی۔ "بات یہ ہے میں اس نوجون پر سحر کر رہی تم
تاکہ وہ پتیاں اپنے زخم پر رکھ لے اور ان کا اثر بھی جلد ہو۔ آہاہاہا۔ دنیا میں سحر سے بڑھ ک
کوئی چیز نہیں۔ تم اس کے زریعہ جس سے جو چاہو منوالو اگر تم مجھے جھوٹی اور مکار سمج
رہے ہو اگر تم میرا سحر دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی بانجھ بیویوں کو میرے پاس بھیج دینا۔ میں ان
کھجور کے درخت کی طرح شاداب بنادوں گی اور وہ بچے جنتے جنتے تھک جائیں گی"۔

آتوا کی یہ بے سروپا باتیں سن کر میں چکرا گیا اور سوچنے لگا کہ میں خواب دیکھ رہا ہو
یا پھر میرا دماغ چل گیا ہے۔ میں نے گھبرا کر اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور لوگو
میں مجھے ایک کھچڑی بالوں والا آدمی نظر آیا جو بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ بطلیموس کا جاسو
اور وہی آدمی تھا جس نے میری والدہ کی پیشن گوئی کی خبر بادشاہ کو دی تھی۔ آتوا نے بھ
اسے پہچان لیا تھا اور اسی لئے وہ ایسی بے سروپا باتیں کر رہی تھی۔

عجیب سحر ہے تیرا بڑھیا اور عجیب باتیں ہیں تیری۔ جاسوس نے کہا۔

تو نے کچھ یوں کہا تھا کہ...... بلکہ ایک فرعون کا ذکر کیا تھا جسے دیوتا فتاح نے اسی لئے
پیدا کیا ہے کہ وہ مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج اپنے سر پر رکھتے۔

ہاں ہاں کہا تھا۔ اور اے بے وقوف آدمی! وہ بھی دراصل ایک طرح کا جادو تھا احمق
آدمی! فرعون وقت بطلیموس سے بڑھ کر کوئی دوسرا جادو ہے جو کسی بھی آدمی کو ہلا دے او
اسے ہر بات ماننے پر مجبور کردے۔

اور اس کے بعد آتوا نے کچھ ایسی الٹی سیدھی باتیں کہیں کہ میں بمشکل اپنی ہنس
روک سکا۔ بہرحال بادشاہ کا جاسوس آتوا کی باتوں میں آکر دھوکا کھا گیا۔

"بہت چلتی ہے تمہاری زبان"۔ جاسوس بڑبڑایا۔ "تاہم تم بہت سی باتیں جانتی ہو او
حقیقت میں دیوانی نہیں ہو" پھر اس نے اونچی آواز میں کہا۔ "بہرحال یہ نوجوان صحیح معنو
میں بہادر ہے۔ دوستو! میں تم میں سے چار آدمی اس بہادر نوجوان کے دوست کی لاش ا

ابیدس میں پہنچا دیں اور کچھ آدمی شیر کی کھال اتارنے میں میری مدد کریں۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "نوجوان یہ کھال تمہارے گھر بھجوادی جائے گی لیکن اس سے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ تم اس کے مستحق ہو۔ اس طرح تن تنہا شیر پر حملہ کرنا حماقت اور ہر بے وقوف کو اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے نوجوان! کسی طاقت ور پر اس وقت تک حملہ نہ کرنا چاہئے جب تک خود اس سے زیادہ طاقتور نہ ہو جائے۔ اس بڑھیا نے تمہارے متعلق عجیب عجیب باتیں کہیں ہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ دیوانی نہیں معلوم ہوتی۔

اب رہا میں۔ تو مجھے آتوا کی باتوں نے ایک سوچ میں ڈال دیا تھا اور خیالات میں غلطاں و پیچاں اپنے گھر کی طرف چلا جا رہا تھا۔

نشان

میں ڈر رہا تھا کہ کاہن اعظم مجھے ضرور ڈانٹیں گے۔ وہ جب غصہ ہوتے تو بہت خوفناک ہوجاتے تھے۔ تاہم مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اسی وقت ان کے پاس جاکر اپنی اس نافرمانی کی معافی مانگ لوں اور اس سزا کو بخوشی قبول کرلوں جو وہ میرے لئے تجویز کریں۔ چنانچہ اپنے ہاتھ میں خون آلود نیزہ اور سینے کا زخم لئے میں باب ہیکل میں سے گزر کر اس حجرے کی طرف چلا جس میں آمن مت رہتے تھے۔ خاصا فراخ حجرہ تھا وہ جس کی دیواروں پر مقدس دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ چھت میں چھوٹے چھوٹے روشن دان بنے ہوئے تھے جن سے دن کا اجالا نظر آتا تھا اور رات کو شمعدان میں موم بتیاں روشن کردی جاتی تھیں۔

حجرے کے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا کر میں اندر داخل ہوا' حجرے کے بیچ میں کاہن اعظم بت کی طرح ساکت بیٹھے تھے اور ایک موم بتی جل رہی تھی۔ ان کے سامنے پرانی دستاویزیں پڑی تھیں۔ لیکن وہ انہیں پڑھ نہ رہے تھے۔ بلکہ غالباً اونگھ گئے تھے۔ ان کی گردن جھکی ہوئی تھی اور ان کی سفید داڑھی ان کے سینے پر پھیل گئی تھی۔ موم بتی کی لرزاں روشنی کاہن اعظم کی انگلی میں پھنسی ہوئی انگوٹھی' جس پر کچھ پراسرار نقش کندہ تھے' اور دستاویزوں کے پلندے پر پڑرہی تھی اور اس اندھی روشنی میں ان کا منڈا ہوا سر شترمرغ کے انڈے کی طرح چمک رہا تھا۔ ان کا عصا ان کے پیروں کے پاس پڑا تھا۔ کاہن اعظم کی سفید بھنوؤں اور حلقوں میں دھنسی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھا اور کانپ گیا ان کے چہرے سے ایسا جلال اور ان کے پورے وجود سے ایک ایسی عظمت نمایاں تھی کہ وہ اس وقت ایک دیوتا معلوم ہورہے تھے۔ ان کی عمر دیوتاؤں سے ہم کلام ہوتے گذری تھی۔ اور اسرار سے واقف تھے۔ جنہیں کوئی جانتا تک نہ تھا' جدید اور قدیم علوم اس ایک ذات میں جمع تھے۔

میں خاموش کھڑا ان کی طرف دیکھ دیکھ کر کانپ رہا تھا کہ انہوں نے اپنی سیاہ اور روح

تک کو چھید جانے والی آنکھیں کھولیں۔ انہوں نے سر اٹھایا اور نہ میری طرف دیکھا تاہم کسی پراسرار قوت نے انہیں میری موجودگی سے باخبر کردیا۔

"ہرماسیس!" انہوں نے کہا۔ "میرے منع کرنے کے باوجود بھی تم شیر کو مارنے چلے ہی گئے"۔

آپ کو کیسے معلوم ہوا" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے بچے! میں وہ ہر بات معلوم کرسکتا ہوں جو کوئی معلوم نہیں کرسکتا۔ میں مستقبل کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا ہوں۔ ہرماسیس! جب شیر تمہارے ساتھی پر جھپٹا تھا تو میری روح تمہاری حفاظت کررہی تھی اور جب تم نے شیر پر حملہ کیا تو وہ میری روح ہی تھی جس نے تمہارے نیزے کی انی ٹھیک اس کے حلق میں اتار دی تھی۔ میرے بچے! اگر میری روح تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو تمہارا انجام بھی وہی ہوتا جو تمہارے ساتھی کا ہوا لیکن میں پوچھتا ہوں۔ تم وہاں کیوں گئے۔"

"وہ نوجوان' جس کی کھوپڑی شیر نے توڑ دی' ہر وقت میرا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ آج اس نے پھر مجھے للکارا اور میں جوش و غصہ سے بے قابو ہوکر اس کے ساتھ چلا گیا۔"

"یہ میں جانتا ہوں' میرے بچے میں جانتا ہوں اور چونکہ تم نے جوانی کے جوش میں یہ حرکت کی تھی اس لئے میں تمہیں معاف کررہا ہوں۔ اور اب میری بات غور سے سنو۔ ہرماسیس! وہ مغرور نوجوان تمہاری آزمائش کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دیوتا تمہارے ضبط و تحمل کا امتحان لینا چاہتے تھے۔ لیکن افسوس کہ تم اس امتحان میں پورے نہ اترے۔ اگر تم پورے اترے ہوتے تو آج اور اسی وقت تمہارے سپرد وہ کام کردیا جاتا جس کے لئے دیوتاؤں نے تمہیں منتخب کرلیا ہے۔ لیکن افسوس تم جذبات کی رو میں بہہ گئے اور اب وہ کام ایک غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کردیا گیا۔"

"میں سمجھا نہیں!" میں نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ آتوا نے نہر کے کنارے تم سے کیا کہا تھا۔"

اور میں نے آتوا کی وہ باتیں بیان کردیں جنہیں آمن مت نے پوچھا۔

"اور کیا تمہیں اس کی باتوں کا یقین ہے؟" آمن مہت نے پوچھا۔

"نہیں تو میں ایسی احمقانہ باتوں پر کیسے یقین کر سکتا ہوں۔ سب ہی جانتے ہیں کہ آتوا دماغ چل گیا ہے؟"

اور اب کاہن اعظم' آمن مہت نے گردن اٹھا کر پہلی دفعہ میری طرف دیکھا۔

"میرے بچے تم غلطی پر ہو" انہوں نے کہا۔ "آتوا کی ایک ایک بات سچ ہے۔ یہ عورت پاگل نہیں بلکہ ایک زبردست کاہنہ ہے۔ اور سنو میں نے تمہیں اپنا بیٹا نہیں بنا بلکہ حقیقت میں تم میرے ہی بیٹے ہو۔ اسی عورت آتوا نے جسے تم پاگل کہتے ہو۔ اپ نواسے کو تم پر سے قربان کر دیا۔ آج میں یہ راز ظاہر کر رہا ہوں کہ تم میری اولاد ہو۔ لیکن ہرماسیس تم کچھ اور بھی ہو۔ تمہاری رگوں میں قدیم فراعنہ کا پاک خون گردش کر رہا ہے۔ پورے مصر میں صرف تم اور میں دو ہی ایسے آدمی ہیں جن کا سلسلہ نسب مصر کے آخر فرعون نخشف سے جاملتا ہے جسے شاہ فارس کمبی سس نے مصر فتح کرنے کے بعد یہاں نکال دیا تھا۔ تم اسی آخری فرعون کی براہ راست اولاد ہو۔ مجوسی آئے اور چلے گئے۔ ا کے بعد مقدونی آئے اور اب تقریباً تین سو سال سے سرزمین فراعنہ کا تاج مقدونیوں ناپاک سر پر ہے۔ جو دیوتاؤں کی اس مقدس سرزمین کو غلامی کے شکنجے میں جکڑے ہو ہیں۔ سنو ہرماسیس! بطلیموس اولے طیس۔ جس کے عہد حکومت میں تم پیدا ہوئے تھے او جو اپنے خیال میں تمہیں قتل کر چکا تھا' دو ہفتے ہوئے کہ مر چکا ہے اور اس کے اتی خوا سرا پوتھیس نے' جو تمہارا سر لینے آیا تھا' مرحوم بادشاہ کے نوجوان لڑکے کو تخت پر بٹھا ہے اور اس نوجوان بطلیموس کی بہن' قلوپطرہ' شام کے ریگستانوں کی طرف بھاگ گئی اور اگر یہ صحیح ہے تو وہ بہت جلد لشکر فراہم کر کے اپنے بھائی کے مقابلے میں آجائے گی کیونکہ مرحوم بادشاہ کی وصیت کی رو سے وہ اپنے بھائی کی حکومت میں برابر کی شریک ہے اور یہ بھی یاد رکھو میرے بچے کہ رومی گدھوں کی طرح جو چونچیں تیز کئے منتظر بیٹھے ہیں موقع ملتے ہی مصر پر ٹوٹ پڑیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصری غیروں کی غلامی کا بوجھ اٹھا اٹھاتے تھک گئے ہیں۔ وہ غصہ اور تکلیف سے کراہ رہے ہیں۔ وہ اس زنجیر کو توڑ ڈال

چاہتے ہیں جس کا ایک سرا مقدونیوں اور دوسرا رومیوں کے ہاتھ میں ہے۔

کئی صدیوں سے مصریوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ مصر کے دیوتاؤں کی بے حرمتی کی جاری ہے۔ ہیکلوں کو نجس کیا جا رہا ہے اور مصر کی مقدس زمین غیروں کے ناپاک قدموں تلے کانپ رہی ہے۔ مصر کے لوگ صدیوں سے اس نجات دہندہ کے منتظر ہیں جو غیروں سے مصر کو چھڑائے گا۔ اور ہرماسیس وہ مبارک وقت آگیا ہے۔ مصر کی آزادی کا وقت آگیا ہے۔ اور اس کام کے لئے دیوتاؤں نے تمہیں منتخب کیا ہے۔ ہرماسیس! تم ہی وہ آدمی ہو جس کا انتظار پورا مصر کئی صدیوں سے کر رہا ہے۔ میرے بیٹے تم ہی وہ نجات دہندہ ہو۔ ہرماسیس! تمہیں مصر کو آزادی دلانی ہے لیکن ابھی وہ وقت ذرا دور ہے۔ تم بھی نازک پودے کی طرح اور فی الحال اس طوفانی بوجھ کو برداشت نہ کر سکو گے۔ دیوتاؤں نے آج تمہارا امتحان لیا اور تم ناکام رہے چنانچہ مصر کی نجات کا وقت ذرا پیچھے ہٹ گیا ہے۔

"ہرماسیس! اپنے اس بوڑھے باپ کی باتیں غور سے سنو۔ بیٹے! جو آدمی اپنے آپ کو دیوتاؤں کی خدمت کیلئے وقف کر دیتا ہے اسے چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو ساری انسانی کمزوری سے پاک کرلے' وہ جذبات کی رو میں بہہ نہ جائے کسی کے آواز کسنے پر غصہ نہ ہو اور نہ نفسانی خواہشات کو ہی اپنے دل میں جگہ دے دیوتا فتاح نے تمہیں جس کام کے لئے بنایا ہے وہ بے حد عظیم کام ہے۔ تمہاری راہ میں کئی خطرات ہیں۔ عورت غصہ اور ہوائے نفس سے تمہیں پرہیز کرنا ہے۔ یہی وہ بلائیں ہیں جو تمہاری راہ میں حائل ہوں گی۔ میرے بچے! تمہارے مقصد بلند ہے' بہت بلند۔ مصر کی قسمت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے سن لو کہ اگر تم اپنا فرض فراموش کر گئے تو میرے پورے مصر کے دیوتاؤں کی بددعائیں تمہیں تباہ و برباد کر دیں گی ہرماسیس! تم وہ تلوار ہو جو مصر کی قسمت بدل دے گی۔ لیکن لعنت ہے اس تلوار پر جو عین میدان جنگ میں ٹوٹ جائے۔ پھر وہ تلوار تلوار نہیں رہتی۔ بلکہ فولاد کا ایک بے کار و بے مصرف ٹکڑا ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسے کچرے کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے۔ جہاں اسے زنگ آہستہ آہستہ چاٹ لیتا ہے۔ چنانچہ میرے بیٹے! اپنا دل مضبوط اور پاک رکھو اور اپنا مقصد بلند تم عام آدمی نہیں ہو۔ تم

فراعنہ کی اولاد ہو۔ اپنا فرض پورا کر کے دیوتاؤں کی خوشنودی' عظمت اور شہرت دوام حاصل کرلو۔ دنیا میں بھی سربلند رہو اور آنتی میں بھی۔ لیکن اگر تم اپنا فرض بھول گئے تو یاد رکھو ملعون ہو جاؤ گے۔"

میرے والد خاموش ہو گئے۔

"لیکن یہ باتیں تو تم کچھ بعد میں بھی سیکھ لو گے۔" اور انہوں نے کچھ دیر بعد کہا۔

"فی الحال تمہیں دوسری اہم باتیں سیکھنی ہیں۔ کل میں تمہیں چند خطوط دوں گا تم انہیں لے کر دریائے نیل میں سفر کرتے ہوئے شہر سفید ممفس سے گزر کر انو پہنچ جاؤ گے۔ اور وہیں تمہیں چند سال گزارنے ہوں گے اسی جگہ جہاں اہرام ہیں۔ تم بہت سی باتیں سیکھو گے۔ ابھی تمہیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اور میں یہاں تمہارا منتظر رہوں گا۔ کیونکہ ابھی میرا آخروقت بہت دور ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں موت کا وہ جالا بنتے دیکھوں گا جس میں آخرکار مقدونیہ کی زہریلی بھڑ پھنس جائے گی۔"

"ہرماسیس! میرے بیٹے! ادھر آؤ تاکہ میں تمہاری پیشانی چوم لوں۔ تم ہی میرے اور پورے مصر کی امیدوں کا واحد سہارا ہو لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ اپنا دل پاک اور مظبوط رکھنا اور قسمت تمہارے بس میں ہو گی لیکن اگر تم ناکام رہے تو یاد رکھو' میں تمہارے منہ پر تھوک دوں گا۔"

میں آگے بڑھا میرا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ والد صاحب نے ایک عالم بے خودی میں میری پیشانی چوم لی۔

"ابا! اگر میں آپ سے غداری کروں تو دیوتاؤں کا غضب نازل ہو مجھ پر"۔ میں نے کہا۔

مجھ سے نہیں تمہاری یہ غداری ان دیوتاؤں سے ہو گی۔ جن کی مرضی پوری کرنے کی میں کوشش کررہا ہوں۔ بس جاؤ۔ ہرماسیس اور تنہائی میں اطمینان اور سکون سے باتوں پر غور کرو۔ جو کچھ دیکھو اسے یاد رکھو اور علم کی جتنی بھی دولت ملے اسے سمیٹ لو۔ اور اپنے آپ کو آنے والی جدوجہد کے لئے تیار کرلو۔ گھبراؤ نہیں ہرماسیس۔ دیوتاؤں نے

تمہیں اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ کبھی کوئی مرض تم پر اثر انداز نہ ہو گا۔ کوئی تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ البتہ تم خود ہی اپنے دشمن ہو سکتے ہو بس مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔"

میں حجرے سے باہر آیا تو میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور دماغ میں صحرائی بگولے سے بھاگتے پھر رہے تھے جن کا کوئی مطلب سمجھ نہ آتا تھا۔ ہیکل کی غلام گردشیں سنسان پڑی تھیں۔ میں غلام گردشوں میں سے گزرتا ہوا باب ہیکل تک پہنچ گیا۔ میں تنہائی چاہتا تھا اپنے والد کی باتوں پر غور کرسکوں اور انہیں سمجھ سکوں۔ چنانچہ میں ہیکل کے دروازے کی دو سیڑھیاں چڑھ کر اس کی چھت پر پہنچا۔ اور پہنچ کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کی دیوار پر ٹیک دیئے اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ عین اسی وقت مصر کا چاند دور پہاڑیوں کے پیچھے سے ابھرا۔ اس کی ٹھنڈی کرنوں نے مجھے اور باب ہیکل پر بنی ہوئی دیوتاؤں کی تصویروں کو چاندنی میں نہلا دیا۔ پھر چاندنی کی کرنیں نیچے رینگ آئیں اور انہوں نے مادر نیل کے پانی کو سیمیں چادر میں تبدیل کردیا۔ ابیدس کے باشندے دن بھر کی مشقت کے بعد اپنے گھروں میں گھسے سو رہے تھے۔ لیکن میں ہرماسیس' سیتی کے بنائے ہوئے ہیکل کے عظیم الشان دروازے کی چھت پر کھڑا تھا اس مقدس روح کی طرح جو ہر چیز سے بلند ہو۔ ابیدس اور پورا مصر چاندنی میں نہا رہا تھا۔ میرا اپنا مصر جس پر میں حکومت کروں گا۔ میں اس مقدس زمین کا فرعون بننے والا تھا اس کے ہیکلوں اور دیوتاؤں کی حفاظت کا فرض میرے سپرد ہونے والا تھا۔ میں ہی مصر کو غلامی سے نجات دلانے والا تھا۔ میری رگوں میں ان زبردست فراعنہ کا خون گردش کررہا تھا۔ جو ازیرس کے دربار میں بیٹھے یوم آخر کے منتظر تھے۔ میں مقدس تھا۔ میں عظیم تھا۔ اور میری روح میرے جسم سے نکل کر جیسے اس مقدس سرزمین پر سے گزر رہی تھی۔ میری قسمت کا ستارہ' اور ساتھ ہی مصریوں کا بھی طلوع ہونے والا تھا۔ میں وہ سب کچھ تھا جو کوئی نہ تھا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کر طرف اٹھا دیئے اور دیوتا آمن کو پکارا۔ پہلے کبھی میں نے اتنے خلوص سے دعا نہ مانگی تھا۔

"آمن! اے دیوتاؤں کے دیوتا! اے سچائی اور خود مختاری کے دیوتا! جو ازل سے

ہے اور ابد تک رہے گا! اے آمن! اپنے ایک عاجز و گناہ گار پجاری کی پکار سن۔"

"اے ازیرس! مملکت غیر کے دیوتا! کہ ہوا کے بادشاہ اور زمینوں اور آسمانوں کے حکمران اپنے ایک کمزوری پجاری کی پکار سن"۔

"اے دیوی ازیرس! اے مقدس ماں! میری پکار سن! ....اے دیوتاؤں دیکھو میں تمہیں پکار رہا ہوں۔ میری پکار سنو اور مجھ پر وہ اسرار ظاہر کردو جو میں جاننا چاہتا ہوں۔ اور جو کسی پر ظاہر نہیں کیئے گئے اگر واقعی تم نے مجھے منتخب کرلیا ہے۔ اگر میں واقعی مصر کا نجات دہندہ ہوں' اگر واقعی میری موت و زیست تمہارے لئے ہے تو میں اپنے اطمینان اور یقین کے لئے تم سے کوئی نشان طلب کرتا ہوں۔ مجھے یقین دلادو کہ حقیقت میں میں مصر کو نجات دلانے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ میں ایک عاجز اور کمزور انسان ہوں۔ چنانچہ اپنے یقین کے لئے تم سے کوئی نشان طلب کرتا ہوں۔ میری پکار کا جواب دو۔ میں تمہیں پکار رہا ہوں۔"

اور میں نے گھٹنوں کے بل جھک کر اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا دیں اور عین اسی وقت کہیں سے ایک بادل آیا جس نے چاند کو ڈھک لیا۔ روئے زمیں پر تاریکی چھا گئی۔ رات اندھیری اور خاموش ہوگئی۔ حتیٰ کہ دور بھونکتے ہوئے کتے بھی جیسے سہم کر خاموش ہوگئے۔ ابیدس اور پورے مصر پر ایک مقدس سکوت مسلط تھا۔ خاموشی گہری ہوتی چلی ہوگئی۔ گہری گہری اور گہری یہاں تک کہ وہ موت کی خاموشی مانند ہوگئی۔ مجھے اپنی روح ہلکی ہوکر اپنے جسم سے نکلتی محسوس ہوئی۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے۔ میرا دل اور میری روح جیسے مقدس جزیات سے بھر گئی۔ اور وہ عظیم الشان باب ہیکل' جس کی چھت پر میں گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا مجھے کانپتا اور جھولتا محسوس ہوا۔ ہوا کا ایک جھونکا میرے رخساروں کو رگڑتا ہوا گزر گیا۔ اور کسی غیبی آواز نے میرے کانوں میں جیسے سرگوشی کی۔

"ہرماسیس! تم نے دیوتاؤں سے نشانی طلب کی تھی۔ سو یہ لو اور یقین کرلو کہ تم وہی ہو جو تم سے کہا گیا ہے۔ اپنا دل پاک اور مضبوط رکھو۔"

اور ساتھ ہی نظر نہ آنے والے ایک یخ بستہ ہاتھ نے میرا اوپر کو اٹھا ہوا ہاتھ پکڑلیا۔

اور اس کی مٹھی میں کوئی ٹھنڈی چیز رکھدی۔ میرے بدن میں تھرتھراہٹ تیر گئی۔ فوراً چاند پر سے بادل ہٹ گیا اور ابیدس پھر چاندنی میں نہا گیا کتے پھر بھونکنے لگے اور رات پہلے کی طرح ہوگئی۔

میں نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ جس میں کوئی چیز رکھ دی گئی تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے مٹھی کھولی۔ اور دیکھا۔ اس میں کنول کا ادھ کھلا پھول تھا۔ جس کی مست کن خوشبو سے پوری فضا مخمور ہو رہی تھی۔

اور جب میں اس پھول کی طرف دیکھ رہا تھا تو وہ خود بخود' زندہ چیز کی طرح میری ہتھیلی پر سے اچھل کر ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ اور میں ہرماسیس' باب ہیکل کی چھت پر حیران کھڑا رہ گیا۔

دیوتاؤں نے میری پکار کا جواب دے دیا تھا۔ مجھ پر "نشان" ظاہر کردیا گیا تھا۔

روانگی

دوسرے دن پو پھٹنے سے پہلے ہی ہیکل کے ایک پجاری نے مجھے بیدار کردیا۔ کیونکہ اسی دن مجھے اپنے والد کے خطوط لے کر "انوا را کے لئے روانہ ہونا تھا۔ انہی دنوں اتفاقاً ممفس کے کاہنوں کا ایک گروہ اپنے کسی ساتھی کو دفنانے ابیدس آیا تھا۔ مجھے ان ہی کاہنوں کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔

میں نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا۔ دوپہر ڈھلے میں اپنے والد کے پاس پہنچا۔ ان سے خطوط لئے اور ان سے اور ہیکل کے دوسرے پجاریوں سے رخصت ہو کر نیل کے کنارے پہنچا۔ ممفس کے کاہنوں کا گروہ میرا منتظر تھا۔ ہم لوگ کشتی میں سوار ہوئے اور پرسکون بادشمالی کے سہارے چل پڑے۔

جب ہماری کشتی روانہ ہو رہی تھی تو بوڑھی انا انوا' جڑی بوٹیوں کی ٹوکری اٹھائے بھاگتی ہوئی آئی اور نیک شگون کے طور پر ایک پرانا پیر تلا میری طرف پھینک دیا جسے میں نے کئی سال تک سنبھال رکھا۔

اور یوں ہم ابیدس سے روانہ ہوئے۔

ہم مسلسل چھ دنوں تک نیل کے مقدس پانی پر سفر کرتے رہے۔ ہم دن بھر سفر کرتے اور رات کو نیل کے کنارے کوئی کھلی اور محفوظ جگہ دیکھ کر قیام کر دیتے۔ ابیدس کا شہر اور اس کے کھیت جب بہت پیچھے چھوٹ گئے تو میں اجنبی کاہنوں میں تنہائی اور بے چینی محسوس کرنے لگا۔ میرا دل بھر آیا۔ اور اگر شرم دامن گیر نہ ہوتی تو بلک بلک کر رو دیا ہوتا۔ اسی سفر میں' میں نے جو جو چیزیں دیکھیں یہاں ان کا ذکر نہ کروں گا۔ کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ کہنا ہے اور وقت بہت کم ہے۔ اس کے علاوہ ہر آدمی کبھی نہ کبھی اس راہ سے گزرے گا اور خود ہی ان عجائبات کو دیکھ لے گا۔ ہاں اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ممفس کے کاہن مجھ پر بڑے مہربان تھے اور ان تاریخی مقامات کی جو راہ میں پڑتے تھے' مفصل تاریخ بتاتے جاتے تھے۔

ساتویں دن ہم ممفس پہنچ گئے یہاں میں نے تین دن قیام کیا۔ افتتاح کے ہیکل کے پجاری اور کاہن میری خاطر مدارات میں مصروف رہے۔ ان ہی پجاریوں کے ساتھ جاکر میں نے اس خوبصورت شہر کی سیر کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہیکل کے کاہن مجھے اس تہہ خانے میں بھی لے گئے جہاں مقدس معبود آپیس بندھا ہوا تھا۔ معبود کے سینگوں سے سونے کی ایک تختی لٹک رہی تھی۔ میں بہت دیر تک زندہ معبود کے سامنے کھڑا دعائیں مانگتا رہا۔ اور پھر جب میں نے وہ الفاظ کہے جو میرے والد نے مجھے سکھائے تھے' تو معبود آپیس میرے گھٹنوں کے بل جھک گیا اور میرے ساتھ جتنے بھی پجاری تھے وہ معبود کی اس حرکت پر حیرت سے بڑبڑانے لگے۔ میں نے ممفس میں اور بہت سی چیزیں دیکھیں جس کا ذکر کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا۔

چوتھے دن انوال را کے پجاری مجھے لینے آگئے۔ ان پجاریوں کو سیپا نے بھیجا تھا جو انوال کے ہیکل کے کاہن اعظم اور میرے ماموں تھے۔ چنانچہ میں ممفس کے پجاریوں سے رخصت ہوا۔ ہم نے دریائے نیل عبور کیا اور گدھوں پر سوار ہو کر انوال را کی طرف چل پڑے' راستے میں ہم کئی بستیوں میں سے گزرے جہاں کے لوگوں کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ کیونکہ بطلیموس کے کارندے بطور خراج ان سے سب کچھ چھین لیتے تھے۔ اور اس سفر میں میں نے پہلی مرتبہ اہرام بھی دیکھے۔ میں انکی عظمت اور بلندی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پہلا ہرم بہت بڑا ہے' دوسرا اس سے چھوٹا' اور تیسرا جس کا نام "حر" ہے ان تینوں سے چھوٹا ہے۔ اس وقت میں اس خزانے کے حال سے ناواقف تھا جو اس تیسرے ہرم "حر" میں دفن تھا۔ کاش کہ اس خزانے کا حال مجھے کبھی معلوم نہ ہوتا۔

اور یوں سیر کرتے ہوئے ہم لوگ بالا آخر انوال را کے سامنے پہنچ گئے۔ جو ممفس کے بعد سب سے بڑا شہر ہے اور ایک بلند مقام پر آباد ہے۔ شہر کے پیچھے را دیوتا کا ہیکل ہے۔

باب ہیکل کے سامنے پہنچ کر ہم گدھوں پر سے اتر پڑے اور وہاں' دروازے کی محراب کے نیچے' منڈے ہوئے سر والا ایک پست قد آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے چہرے سے جلال ظاہر تھا اور کالی آنکھوں میں غضب کی چمک تھی۔

"رک جاؤ۔ جو بھی ہو۔" اس آدمی نے گرجدار آواز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"میں سیپا ہوں' وہی سیپا جو دیوتاؤں سے ہمکلام ہوتا ہے۔"

اور میں" میں نے کہا۔ "میں ابیدس کے کاہن اعظم کا لڑکا ہراسیس ہوں۔ اور آپ کے نام خطوط لایا ہوں۔"

"آجاؤ۔" سیپا نے کہا۔ "اندر آجاؤ"۔

میں دروازے میں داخل ہوا اور اس عرصہ میں سیپا اپنی چمکدار آنکھوں سے مجھے برابر دیکھتے رہے۔

اندر آجاؤ میرے بیٹے۔" انہوں نے کہا اور آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور پھر ہاتھ پکڑ کر اس حجرے میں لے گئے جو دروازے کے پہلو میں تھا۔ والد صاحب کے خطوط پر ایک نظر بھی دیکھے بغیر سیپا مجھ سے لپٹ گئے اور ایک عجیب جوش و بے خودی کے عالم میں میری پیشانی اور رخسارے چومنے لگے۔

"تمہارا آنا مبارک ہو۔" انہوں نے کہا۔ "میری بہن کے بیٹے اور مصر کی امیدوں کے سہارے تمہارا آنا مبارک ہو۔ میں نے دعا کی تھی کہ ازیرس مجھے اس وقت تک اپ پاس نہ بلائیں جب تک کہ میں اپنی بہن کے بیٹے کو وہ سارے علوم نہ سکھا دوں۔ جن پورے مصر میں تنہا میں ہی واقف ہوں۔ اور دیکھو! میری یہ دعا قبول ہوئی' میں یہ علوم ک کو نہ سکھاتا لیکن تمہارا مقصد بلند اور مقدس ہے اور تمہارے ہی وہ مبارک کان ہیں دیوتا عمو کے اسباق سنیں گے۔"

اور سیپا نے ایک بار پھر مجھے گلے لگالیا۔ اور پھر کہا کہ میں جاکر نہا دھو لوں اور کھانا کھا کر آرام کروں۔ کیونکہ میں بہت تھکا ہوا تھا۔ سیپا نے کہا کہ وہ کل مجھ سے گفتگو کریں گے۔

اور واقعی دوسرے دن انہوں نے مجھ سے گفتگو کی اور ایسی طویل کہ اگر میں اسے لکھنے بیٹھ جاؤں تو پورے مصر کا بردی کاغذ اس کے لئے ناکافی ہو۔ چنانچہ اسی دن' اور بعد کے دنوں میں' سیپا نے جو کہا میں اسے یہاں نقل نہ کروں گا اور نہایت اہم باتیں مختصر

بیان کردوں گا۔

انوال را میں میرے روز کا معمول یہ تھا۔

میں روزانہ صبح سویرے بیدار ہوتا' ہیکل کی عبادت میں دوسرے کاہنوں کے ساتھ شریک ہوتا اور پورا دن کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ میں نے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ مذہب کی ضرورت اور اہمیت سے واقف ہوا۔ دیوتاؤں اور آسمانی دنیا کی پیدائش کی تاریخ سیکھی۔ میں نے علم نجوم بھی سیکھا اور ستاروں کی چال اور انسانوں کے اس کے اثرات سے واقف ہوا۔ مجھے وہ عجیب و غریب علم سکھایا گیا جسے جادو کہتے ہیں۔ میں نے خوابوں کی تعبیر بتانے اور دیوتاؤں سے قریب ہونے کا طریقہ سیکھا۔ مجھے اشاروں کی خفیہ زبان اور اس کے اندرونی اور بیرونی اسرار سکھائے گئے۔ مجھے اچھائیوں اور برائیوں اور ان کے دائمی اثرات سے واقف کرایا گیا۔ اس کے علاوہ مجھے اہرام کے اسرار بھی بتائے گئے۔ کاش کہ یہ اسرار مجھ پر ظاہر نہ کئے گئے ہوتے۔ میں نے قدیم دستاویز اور مردوں کی کتاب پڑھی۔ اور میں مصر کے قدیم فراعنہ کی عظمت اور حکومت سے واقف ہوا۔ حکومت کرنے کا ڈھنگ اور سیاسی داؤ پیچ کا درس بھی مجھے دیا گیا اور ساتھ ہی یونان روم کی تاریخ بھی سکھادی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں نے یونانیوں اور رومیوں کی زبان بھی سیکھ لی۔ اور اس طرح پورے پانچ سال گزر گئے اور ان پانچ برسوں میں میں نے اپنا جسم' دل اور روح پاک و صاف رکھی میں نے انسانوں کے یا ان سے چھپ کر دیوتاؤں کے سامنے کوئی گناہ نہ کیا۔ میں رات دن علم کی دولت سمیٹنے میں مشغول رہا اور اس طرح اس کام کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا رہا جو میرے سپرد ہونے والا تھا۔

سال میں دو دفعہ میرے والد' آمن محت کے خط آتے اور میں باقاعدگی سے ان کے جواب دیتا اور ہر خط میں یہ ضرور پوچھتا کہ کیا ابتک میری تعلیم کا زمانہ ختم نہیں ہوا؟ اور یوں میری آزمائش کے وہ دن گزرتے رہے اور دن رات کی محنت نے نہ صرف مجھے تھکامارا بلکہ کمزور بھی کردیا۔ اب میں عالم تھا اور کچھ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا تھا اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا' میں اکثر سوچا کرتا کہ میرے متعلق جو پیشن گوئی کی گئی

ہے وہ کہیں ان لوگوں کا وہم اور خیال ہی خیال تو نہیں؟ کیونکہ کوئی بھی شدید خواہش انسان کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیتی۔ اور وہ عجیب اور بعید از قیاس اندازے لگا کر یقین کرلیتا ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں قدیم فراعنہ کے خاندان سے براہ راست تعلق رکھتا تھا سیپا نے مجھے میرا شجرہ دکھایا تھا اور میرا سلسلہ نسب براہ راست فرعون نخت نف سے جا ملتا تھا واقعی میں فرعون کی اولاد ہوں۔ واقعی میری رگوں میں شاہی خون گردش کررہا ہے۔ لیکن صرف خون کی گردش سے کیا ہوتا ہے جبکہ زمانے کی گردش ہمیں پیسے ڈال رہی ہے؟ پورا مصر کئی صدیوں سے یونانیوں کا غلام تھا اور میں بھی ہر چند کہ شاہی خاندان سے ہوں' ان کا غلام تھا۔ اب اگر تنہا ایک غلام اپنے آقا سے بغاوت کر بیٹھے تو نتیجہ معلوم! میں غلام تھا۔ میرے دادا کے دادا بھی غلام تھے۔ نہیں میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ یہ پیشین گوئی کہ میں یونانیوں کو مصر سے نکال دوں گا۔ کاہنوں اور مہنتوں کا ایک بے بنیاد خواب تھا جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔

ایک رات' اسی طرح کے متضاد خیالات سے گھبرا کر باغ میں نکل آیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت سیپا بھی باغ میں ٹہل رہے تھے۔

"ٹھہرو ہرماسیس"! انہوں نے اپنی گونج دار آواز میں کہا۔ "آج تم کچھ اداس اور تھکے ہوئے سے نظر آتے ہو۔ یہ کہیں اس مسئلے کا تو اثر نہیں جو آج میں نے تمہیں سکھایا ہے۔"

"نہیں تو" میں نے جواب دیا۔ "میں اداس اور تھکا ہوا ضرور ہوں۔ لیکن اسکا سبب وہ دقیق مسئلہ ہے بات یہ ہے کہ میں اس خانقاہ میں رہتے رہتے زندگی سے تھک گیا ہوں اور علم کا بوجھ مجھے پیسے ڈال رہا ہے۔"

"تو یوں کہو بے چین ہو" سیپا نے کہا"۔ اور میرے بیٹے! نوجوان کی سب سے بڑی کمزوری یہی بے چینی اور گھبراہٹ ہے۔ ہرماسیس! پرندے کا بچہ اس وقت تک اپنا گھونسلا نہیں چھوڑتا جبتک کہ وہ پرواز کے قابل نہیں ہوجاتا۔ پر نکل آنا ایک بات ہے اور پرواز کے قابل ہونا دوسری بات۔ بہر حال اب تمہاری محنت و مشقت کا زمانہ قریب الختم ہے

میں نے تمہیں وہ سب علوم سکھا دیئے ہیں جن سے میں واقف ہوں۔ میرے خیال میں اب شاگرد استاد سے زیادہ ہوشیار ہوگیا ہے۔"

اور سیپا نے چغہ کے دامن سے اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔ میری جدائی کے خیال نے انہیں آرزدہ کردیا تھا اور وہ رو رہے تھے۔

"اور مجھے کہاں جانا ہوگا۔" میں نے پوچھا۔ "باپس! بیداس۔"

"ہاں ابیدس اور ابیدس سے اسکندریہ اور اسکندریہ سے اپنے اجداد کے تخت پر۔ سنو ہرماسیس ان دنوں حالات یوں ہیں۔ تم جانتے ہی ہو کہ بطلیموس اوے طیس مرتے وقت وصیت کرگیا تھا کہ اس کا بیٹا بطلیموس اور بیٹی قلوپطرہ بالا اشتراک حکومت کریں۔ لیکن خواجہ سرا ہوتھینس نے معصوم بادشاہ کی وصیت کو پس پشت ڈال کر تنہا نوجوان بطلیموس کو تخت پر بیٹھا دیا۔ اور قلوپطرہ مصر سے بھاگ کر شام چلی گئی۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس نے ایک بڑا لشکر جمع کرلیا اور آمادہ ہوئی کہ بزور شمشیر اپنے حقوق حاصل کرلے۔ انہیں دنوں عظیم' جلیل القدر اور زبردست رومی فاتح جولیس سیزر پوم پے اس کا تعاقب کرتا ہوا ارض مصر میں پہنچ گیا لیکن یہاں پہنچتے ہی اس کے دشمن پوم پے می کا سر اس کے سامنے پیش کردیا گیا۔ جسے دیکھ کر "جولیس سیزر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ کیونکہ پچھلی دوستی اور اس کے ساتھ ہی معلوم نہیں اسے کیا کیا باتیں یاد آگئیں۔"

یہ سن کر جولیس سیزر اسکندریہ میں آیا ہوا ہے اور اس نے قلوپطرہ کے بھائی بطلیموس اور بہن ارسینا کو گرفتار کرلیا ہے۔ حسین اور پرفن قلوپطرہ فریاد بن کر وہاں پہنچی۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب اسے معلوم ہوا کہ قیصر (سیزر) کے دربار تک رسائی ناممکن ہے تو اس حسین ساحرہ نے پانسا پھینکا جو کبھی پٹ نہ سکتا تھا۔ قلوپطرہ نے اپنے آپ کو کپڑوں کے ایک گھٹڑ میں بندھوا دیا اور سسلی کا ایک آدمی تاجر کے بھیس میں وہ گھٹڑ لے کر قیصر کے محل میں پہنچا۔ اور جب اس کے سامنے گھٹڑ کھولا گیا تو اس میں سے قلوپطرہ نکلی جس کے دلفریب حسن کو دیکھ کر جولیس سیزر بیہوش ہوگیا۔ رعب حسن سے ہنوز لب ہلانے کی جرات نہ ہوئی تھی کہ قلوپطرہ نے اپنی شیریں اور مترنم آواز میں فریاد کرنا شروع کی۔ اس

کی دلکش آواز اور ناز آفرین اداؤں نے جولیس سیزر کا دل موہ لیا۔ بوڑھے قیصر پر ساحرہ کا جادو چل گیا۔ قیصر کے بال سفید تھے اور چہرہ پر جھریاں تھیں لیکن حسین اور قلوپطرہ نے اس کے دل میں جوانی کی جوت جلادی عمر طویل کا تجربہ بھی اسے قلوپطرہ سے نہ بچا سکا۔ اس کی ساری شان و شوکت اور عظمت بھی قلوپطرہ کے جادو کے سا دیوار نہ بن سکی۔ اور قیصر قلوپطرہ کے حسن کے جال میں پھنس کر بے بس اور از خو ہوگیا۔ قصہ مختصر، قلوپطرہ نے اسے اپنے حسن کے جال میں ایسا گرفتار کیا کہ وہ دو تک مصر میں ہی پڑا رہا۔ بوڑھا فاتح جولیس سیزر، اب دنیا و مافیہا سے بے خبر قلوپطرہ برداریوں میں مصروف تھا۔"

"بیوقوف" میں چلایا بیوقوف قیصر! اور آپ اسے عظیم اور جلیل القدر کہتے ہیں! وہ آدمی کس طرح عظیم ہوسکتا ہے جو ایک عورت کے مکرو فریب کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو! دور اندیش اور فاتح قیصر، جس کا ایک ادنی اشارہ حکومتوں کی قسمتیں دیتا تھا۔ جو دنیا کو زیرو زبر کرسکتا تھا، وہی قیصر پکے پھل کی طرح ایک مکار عورت کی گو جاپڑا۔ جی نہیں قیصر ایک عام اور کمزور آدمی تھا۔

سیپا نے مایوسی سے سرہلادیا۔

"نہیں ہرماسیس! ایسی مغرورانہ باتیں نہ کرو۔ ابھی تم عورتوں کی قوتوں سے وا نہیں ہو۔ عورت کمزور ہونے کے باوجود سب سے طاقتور ہے۔ وہ لشکر نہیں رکھتی حکومت کرتی ہے۔ خنجر نہیں رکھتی مگر زخمی کرتی ہے۔ زنداں نہیں رکھتی مگر قید کرتی سانپ کا کاٹا بچ سکتا ہے لیکن عورت کا ڈسا نہیں بچ سکتا۔ زرہ کتنی ہی مضبوط کیوں نہ اس میں کہیں نہ کہیں جوڑ ہوتا ہی ہے اور تلوار اس جوڑ کو تلاش کرلیتی ہے۔ اسی آدمی کتنا ہی طاقتور اور دور اندیش کیوں نہ ہو اس میں ایک نہ ایک کمزوری ہوتی ہی اور عورت اسی کمزور حصہ پر ضرب لگاتی ہے عورت وہ پتوار ہے جو انسانیت کی کشتی کو طرف چاہتی ہے موڑ دیتی ہے۔ وہ ہزاروں روپ میں ظاہر ہوتی ہے اور ہزاروں دروا پر دستک دیتی ہے جن میں سے ایک نہ ایک کھل ہی جاتا ہے۔ وہ جذباتی ہے لیکن مر

کی طرح جذبات کی رو میں بہہ نہیں جاتی۔ بلکہ ایک شہ سوار کی طرح جذبات کی لگامیں اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے، موقع کی مناسبت سے لاسیں کھینچ لیتی ہے اور موقع کی مناسبت سے چھوڑ دیتی ہے۔ وہ ایک ماہر جنرل کی سی نظر رکھتی ہے اور قابل مبارک باد ہے وہ دل جس کے قلعہ میں عورت کی نظر کوئی رخنہ نہیں پاسکتی۔ اگر تمہارے دل میں جوانی کا جوش ہے تو وہ تمہارے بوسے لیتے نہ تھکے گی۔ اگر تم جاہ و حشمت کے طالب ہو تو وہ تمہارے دل کا قفل کھولے گی۔ اگر تم تھکے ہولئے ہو تو اسی عورت کی گود میں تمہیں اطمینان و سکون ملے گا۔ اگر تم پستیوں میں گرے ہوئے ہو تو یہی عورت تمہیں بام عروج تک پہنچادے گی۔ اور تمہاری شکست کو فتح میں تبدیل کردے گی ہرماسیس! عورت وہ سب کچھ کرسکتی ہے جو مرد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قدرت اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ اسی عورت کی خاطر جنگیں ہوتی ہیں، اسی کے لئے بھائی بھائی کا، باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا گلا کاٹنے سے دریغ نہیں کرتا۔ عورت کے اشارے پر قسمتیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اس کی خاطر وہ آگ کے دریا میں کود پڑتا ہے۔ اور اسی کے لئے وہ آسمان کے تارے توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن عورت اس ابوالہول کی طرح خاموش بیٹھی مسکراتی رہتی ہے اور کوئی اس مسکراہٹ کے راز کو آج تک نہیں پاسکا۔ عورت ایک معمہ ہے جسے بڑے بڑے دانا تک حل نہ کرسکے۔ شاہ وہ گدا سب ہی اس کے صید ہیں۔ نہیں ہرماسیس! عورت اور اس کے دام میں پھنسے ہوئے مردوں کا مذاق نہ اڑاؤ۔ واقعی وہ آدمی فوق البشر ہے جو عورتوں کی قوتوں کا مقابلہ کرکے فتحیاب ہو ہرماسیس! عورت کی پر اسرار قوتیں آدمی کے چاروں طرف نظر آنے والی ہوا کی طرح منڈلاتی رہتی ہیں۔" میں نے قہقہ لگایا۔ اور بولا" معلوم ہوتا ہے آپ بھی عورت کے دام میں پھنس چکے ہیں بہرحال میں عورت اور اس کی قوتوں سے نہیں ڈرتا۔ میں اس کے فریب سے واقف نہیں اور واقف ہونا بھی نہیں چاہتا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آپ کا عظیم اور جلیل القدر جولیس سیزر حقیقت میں ایک کمزور اور بیوقوف آدمی تھا۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا تو کپڑوں کے اس گھڑ کو محل کے بلند ترین زینے پر کھلوانے کا حکم دیتا اور اس طرح وہ حسین قلوپطرہ سنگی سیڑھیوں پر سے لڑھکتی ہوئی نیچے

کیچڑ میں جا پڑتی۔"

"ہرماسیس! بڑا بول نہ بولو۔ دیوتاؤں کو غرور پسند نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں عورت کی قوتوں سے ٹکرادیں اور تم پاش پاش ہوجاؤ۔ ہرماسیس! تم اپنے سارے علم وفضل کے باوجود دنیا اور اس کے جھمیلوں سے واقف نہیں۔ میرے بچے! دنیا ہیکل کے مانند خاموش، مقدس اور پر سکون نہیں ہے، اور یہ تم خود ہی بہت جلد دیکھ لو گے۔ تم خوبصورت، طاقتور، اور شیریں گفتار ہو اور ایسے آدمی کو دنیا بہت جلد پھنسا لیتی ہے۔ چنانچہ ہرماسیس! دیوتاؤں سے دعا کرتے رہو کہ دنیا کی گرمی تمہارا دل پگھلا سکے اور تم مصر کو آزاد کرسکو۔"

"ہاں تو جولیس سیزر دو سال بعد مصر سے رخصت ہوا۔ اور قلوپطرہ کی شادی اس کے بھائی بطلیموس سے کروں تاکہ دونوں ہی مصر حکومت کریں۔ لیکن جاتے جاتے اپنی ایک نشانی بھی قلوپطرہ کو دیتا گیا۔ یعنی ایک لڑکا سیسرون ادھر قلوپطرہ نے اپنے بھائی کو جو اس کا شوہر بھی تھا زہر دے دیا اور اپنی بہن ارسینا کو بھی قتل کرادیا۔ اور ادھر جولیس سیزر روم پہنچ کر ایک سازش کا شکار ہوگیا۔ بیک وقت پندرہ آدمیوں کے خنجر اس کے جسم پر پڑے اور اس نے عین پومپے کے مجسمے کے قدموں میں گر کر دم توڑ دیا۔ وہ بہادروں کی طرح جیا اور بہادروں کی طرح مرا۔"

"اب قلوپطرہ نے رومی حاکم شام مکس طوس کو اپنے دام محبت میں گرفتار کیا اور اس کی مدد سے اپنے بیٹے سیسرون کو مصر کے تخت پر بٹھادیا اور اب وہ خود اس کے نام سے حکومت کررہی ہے۔ لیکن پورا مصر اس کے خلاف ہے۔ مصر کا بچہ بچہ مصر کو آزادی دلانے والے کا منتظر ہے اور اب اس کی آزادی کا وقت آگیا ہے۔ ابیدس جاؤ اور دیوتاؤں کے آخری راز معلوم کرلو۔ اور ان لوگوں سے ملو جو آزادی کی راہ میں تمہارا ساتھ دیں گے اور پھر کمربستہ ہوجاؤ۔ اور مصر کو غیروں کی غلامی سے آزاد کر کے اپنے اجداد کے تخت پر بیٹھ جاؤ۔"

مقدس جشن

دوسرے دن میں اپنے ماموں سیپا سے رخصت ہو کر بخیر و خوبی ابیدس پہنچ گیا۔

پورے پانچ سال اور ایک مہینہ باہر رہنے کے بعد میں ابیدس پہنچا تو کم عقل لڑکا نہ تھا بلکہ پورا جوان اور عالم بن چکا تھا یکے بعد دیگر مانوس منظر نظروں کے سامنے آتے گئے اور میرا دل خوشی سے معمور ہوگیا۔

جب میں ہیکل کے دروازے پر پہنچا تو پجاری اور دوسرے لوگ میرے استقبال کو دوڑے۔ اور ان لوگوں میں بوڑھی انا اتو ابھی تھی جس کا چہرے پر وقت نے دوچار جھریوں کا اضافہ کردیا تھا۔

"اوہو ہو۔ آہاہاہا۔" وہ چلائی۔ "تو تم آگئے؟ پورے مرد بن کر آئے ہو۔ انوہ! کتنا چوڑا، چکی کے پاٹ جیسا سینہ ہے تمہارا۔ اور تمہارے چہرے پر جو جلال ہے .... مجھے فخر ہے کہ اس خوبصورت جوان کو میں نے گود میں کھلایا ہے، لیکن تمہارا رنگ ذرا زرد ہوگیا ہے معلوم ہوتا ہے وہاں کے کاہن تمہیں پیٹ بھر کر کھلاتے نہ تھے۔ دیکھو پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ دیوتا ایسے پیلے چہرے والے آدمی کو پسند نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں تاکہ جس کا پیٹ خالی اس کا دماغ بھی خالی، لیکن کتنی خوشی اور مسرت کا وقت ہے یہ آؤ۔ آؤ میرے بچے آؤ۔" اور اس نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگا لیا۔

"اتو! بہت باتونی عورت ہو تم۔" میں نے کہا "یہ بتاؤ ابا کہاں ہیں؟ میں اس مجمع میں انہیں نہیں دیکھ رہا۔"

"فکر نہ کرو، وہ خیریت سے ہیں اور اپنے حجرے میں بیٹھے تمہارا انتظار کررہے ہیں۔"

"چلو۔ چلو حجرے میں چلو۔ ہائے ابیدس اتوا اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔"

اور میں دوڑ کر اس حجرے میں پہنچا جس کا ذکر میں پہلے کسی جگہ کرچکا ہوں۔ اور وہاں پتھر کی ایک میز کے سامنے سیتی کے ہیکل کے کاہن اعظم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پانچ سال میں وہ کچھ زیادہ ہی بوڑھے ہوگئے تھے، میں نے جھک کر ان کے ہاتھ چوم لئے اور انہوں

نے مجھے دعا دی۔

"میری طرف دیکھو ہرماسیس۔" انہوں نے کہا "میری طرف دیکھو تاکہ میں تمہار دل کا حال معلوم کرسکوں۔" اور وہ بہت دیر تک میرے آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

"ہوں۔ میں تمہارے دل کا حال پڑھ سکتا ہوں۔" کچھ دیر بعد انہوں نے کہا۔

"تم ایک نوزائدہ بچے کی طرح پاک و صاف اور ایک صد سالہ بوڑھے کی طرح عالم .... نہیں میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔ ہرماسیس! تمہاری جدائی کے سال بڑے کٹھن گزرے لیکن میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر تمہیں انوال را بھیج دیا۔ بتاؤ ہرماسیس وہاں تمہار دن کس طرح گزرے تمہارے خطوط مجھے سب کچھ نہ بتا سکتے تھے۔ تم باپ کے دل واقف نہیں ہو بیٹے۔"

چنانچہ میں نے انہیں گزشتہ پانچ سال کے حالات سنا دیئے جو میں نے انوال را گزارے تھے۔ آدھی رات تک ہم اسی حجرے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آخر میں وا صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب مجھے اس آخری راز سے واقف ہونے کی تیاری کرنا چا جو صرف اسی آدمی پر ظاہر کیا جاتا ہے جو دیوتاؤں کا چہیتا ہو۔

چنانچہ تین مہینے تک میں مقدس رسم کے مطابق اس کڑی اور آخری آزمائش لئے اپنے آپ کو تیار کرتا رہا۔ ان تین مہینوں میں میں نے گوشت سے پرہیز کیا' دن را مراقبے میں رہا اور دیوتاؤں سے قریب تر ہوتا گیا۔ میں ساری ساری رات قربان گاہ سامنے عبادت میں مصروف رہتا اور جب سوتا تو دیوتاؤں سے ہم کلام ہوتا۔ دنیا اور ا کے لوازمات کی چاہ اب میرے دل میں نہ تھی' میں اپنے آپ کو دنیاوی خواہشات الگ کرچکا تھا۔ میری روح' بلند پرواز عقاب کی طرح' دنیا اور اس کی غلاظتوں سے بہ اوپر فضاؤں میں پہنچ گئی تھی' دنیا کا حسن اسے اپنی جگہ سے ہلا تک نہ سکتا تھا۔ اوپر آسمان وسیع گنبد تھا۔ جہاں ستاروں کا لامتناہی جلوس اپنے جلو میں فانی انسانوں کی قسمتیں گزرتا رہتا تھا۔ جہاں مقدس دیوتا اپنے آتشی تخت پر بیٹھے مقدر کے پہیئے کو ایک دوسرے فلک تک لڑھکتے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو اپنی روح کو بہت بلند کرا

تھا۔ کاش ان مبارک دنوں میں میری روح میرے جسم کو چھوڑ کر دیوتاؤں کے حضور پہنچ گئی ہوتی۔ لیکن افسوس ایسا نہ ہوا۔ میری قسمت میں تو رسوا ہونا لکھا تھا۔

اور یوں امتحان کا وہ زمانہ گزرتا رہا اور وہ مقدس دن قریب آگیا جبکہ میں دیوی ایزیس کے روبرو کھڑا ہونے والا تھا۔ کوئی عاشق اپنے معشوق سے ملنے کے لئے اتنا بے تاب و بے قرار نہ ہوگا جتنا کہ اے مقدس دیوی میں تجھ سے ملنے کے لئے تھا۔ کسی عاشق نے وصل کی رات کا انتظار اتنی بے چینی سے نہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ میں نے اس دن کا کیا تھا۔ حتیٰ کہ اب بھی جبکہ میں بے وفائی کرکے ملعون ہوچکا ہوں۔ اے دیوی ایزس میرا دل تمہاری طرف کھنچ رہا ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی مجھے یاد ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں کہ یہاں ان اسرار پر سے پردے اٹھاؤں جن کو نہ اٹھانے کی میں نے قسم کھائی تھی۔ میں مجبور ہوں اور اپنی اس جرائت کی معافی چاہتا ہوں۔ میں ان اسرار کو ظاہر کررہا ہوں جو ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ظاہر نہیں کئے گئے۔

اور جب میرے امتحان کے دن پورے ہوئے تو دیوتا ازیرس کے تیوہار کے دن شروع ہوئے اور پورے سات دن تک یہ مقدس جشن منایا دیوتا ازیرس کے قتل کا منظر دکھایا گیا۔ دیوی ایزس کا دکھ گیتوں میں گایا گیا اور پھر ازیرس کی دوبارہ جی اٹھنے کا ڈرامہ کھیلا گیا۔ مقدس جھیل میں کشتیاں تیرتی رہیں اور کاہن قربان گاہ کے سامنے اپنے جسم کو اذیتیں پہنچاتے رہے۔

پورے سات دنوں تک یہی ہوتا رہا۔

اور جب ساتویں دن کا سورج غروب ہوا تو لوگ پھر جمع ہوئے۔ اور جلوس ہیکل سے نکل کر شہر کی سڑکوں پر سے گزرنے لگا۔ آگے آگے وہ لوگ تھے جو راستہ صاف کرتے جاتے تھے ان کے پیچھے کاہن کے پورے لباس میں ملبوس اور ہاتھ میں عصا لئے ہوئے میرے والد تھے۔ ان کے پیچھے میں تھا' سفید چغہ میں ملبوس۔ اور میرے پیچھے پجاریوں کا گروہ تھا جو محض جھنڈا اور بت اٹھائے تھے۔ اور ان کے پیچھے ازیرس کی موت پر ماتم کرنے والوں کا گروہ تھا۔ یہ ماتم کرنے والے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ خدائے

شر "ست" نے ازیرس کو دغا سے مار ڈالا تھا۔ جلوس شہر کی سڑکوں پر سے گزرتا ہوا ہ
کی طرف واپس ہوا۔ اور جب میرے والد باپ ہیکل میں داخل ہو رہے تھے تو کی
نہایت دردناک آواز میں ازیرس کی موت کا نغمہ چھیڑ دیا۔ پجاری، کاہن اور دوسرے ل
زاد قطار رونے لگے، کیونکہ ازیرس مرچکا تھا۔ عورتوں نے اس کی یاد میں اپنے بال ن
لئے تھے اور سینہ کوبی کر رہی تھیں۔

سورج کے غروب ہونے تک یہی ہوتا رہا اور جب سورج غروب ہوگیا تو کاہن ا
نے ازیرس دیوتا کا بت، اپنی آستین میں سے نکال کر بلند کیا اور ان لوگوں کو دکھایا جو ہ
کے صحن میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔

"مبارک ہو۔ مبارک ہو۔" کاہن اعظم چلائے۔ "دیوتا دوبارہ زندہ ہوگئے۔"

"مبارک ہو، مبارک ہو۔" لوگ چلائے۔

اور ماتم کرنے والوں نے اپنے سیاہ کپڑے پھاڑ دیئے۔ عورتوں نے اپنے بال
جوڑے باندھ لئے اور ہیکل کی دیواریں خوشی اور مسرت کے نعروں سے ہل گئیں اور
سب لوگ ازیرس دیوتا کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔ کیونکہ اب وہ زندہ ہوچکا تھا۔ اور
یہاں آکر اس مقدس تیوہار کی ساری رسومات ختم ہوگئیں۔

لیکن یہ میرے لئے ابتدا تھی۔ کیونکہ آج رات مجھے ساری رسومات کے ساتھ کا
کے گروہ میں شامل کرلیا جانے والا تھا۔ آج میں دیوی ایزیس کے روبرو کھڑا ہونے والا
آج میں ان اسرار سے واقف ہونے والا تھا جن سے پورے مصر میں، چند آدمیوں کے
کوئی واقف نہیں۔ میں نے غسل کرکے نیا لباس پہنا اور رسم کے مطابق اندرونی قربان
چڑھا دیا۔ اس کے بعد ایک اور قربان گاہ تھی جہاں کوئی جا نہ سکتا تھا سوائے دیوی ا
کے خاص پجاری کے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور اس
بہت دیر تک دعا مانگتا رہا۔ اور دیوتا اس کڑی آزمائش کے وقت مجھے ثابت قدم رکھیں
وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ دروازہ کھلا اور میرے والد آمن مت جو سفید
پہنے ہوئے تھے، دیوی ایزیس کے پجاری خاص کے ساتھ داخل ہوئے۔ والد صاحب

شادی شدہ تھے اس لئے دیوی ایزیس کی مقدس قربان گاہ میں تنہا داخل نہ ہوسکتے تھے۔ میں اٹھا اور سر جھکا کر نہایت ادب سے ان کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

"تم تیار ہو؟" دیوی ایزیس کے کاہن نے پوچھا۔ اور ساتھ ہی اس چراغ کو جسے وہ ہاتھ میں لئے تھا اس طرح بلند کیا کہ اس کی روشنی میرے چہرے پر پڑی۔

"اے وہ! جسے دیوتاؤں نے انتخاب کیا ہے۔" پجاری نے کہا۔ "تم دیوی ازیرس کا جلوہ اور جلال دیکھنے کے لئے تیار ہو۔"

"میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر سوچ لو میرے بچے۔" پجاری نے کہا۔ "یہ کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے۔ سوچ لو "ہرماسیس" سوچ لو۔ آج رات تم کچھ دیر کے لئے مرجاؤ گے۔ تمہاری روح تمہارے جسد خاکی کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ دے گی۔ آج تم حقیقت میں کچھ دیر کے لئے مرجاؤ۔ اور تمہاری روح عالم ارواح میں پہنچ جائے گی۔ اور دوسری مقدس روحوں کو دیکھے گی اور ان سے ہم کلام ہوگی۔ لیکن میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں کہ اگر ہنوز تمہارے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ ہے تو ہرماسیس، اس عارضی موت کے بعد تمہاری روح دوبارہ تمہارے جسم میں داخل نہ ہوگی۔ تمہارا جسم خاکی برباد ہوجائے گا اور دوسرے اجزا پر کیا گزرے گی، یہ میں نہیں بتا سکتا۔ چنانچہ ہرماسیس کیا تم پاک صاف ہو؟ اور کیا تم اس دیوی کے حضور، جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی، جانے کو تیار ہو۔"

"ہاں میں پاک و صاف ہوں۔ میرے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ نہیں۔" میں نے کہا "مجھے دیوی کے حضور لے چلو۔"

"جاؤ ہرماسیس۔" والد صاحب نے کہا "اور کامیاب و بامراد لوٹو۔ جس آدمی کو زمین کی بادشاہت بخشی جانے والی ہوا سے دنیا اور اس کی لذتوں سے بالاتر ہونا چاہئے، اسے کم سے کم ایک دفعہ اور تھوڑے وقت کے لئے سہی، دیوتاؤں اور مقدس روحوں کے ساتھ رہنا چاہئے۔ کیونکہ اسی طرح وہ مقدس کے رازوں سے واقف ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھو ہرماسیس! کہ دیوتا اس آدمی سے بہت سی توقعات رکھتے ہیں جو ان کے مقدسات

جاننے کی جرائت کرتا ہے۔ اس آدمی کا طرح طرح سے امتحان لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہرماسیس اپنا دل پاک اور مضبوط رکھو۔ تم زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہو کر دیوتاؤں کی ملکیت میں داخل ہونے والے ہو' دیوتا تمہیں ایک لافانی تحفہ بخشنے والے ہیں اور اسی تحفے کے عوض وہ بھی تم سے کچھ طلب کریں گے' اگر تم میں اتنی ہمت ہے اور تمہیں یقین ہے کہ تم عالم ارواح میں داخل ہوسکتے ہو' اگر تمہارا دل مضبوط اور تمہاری روح پاک ہے تو جلد دیوتا تمہیں کامیابی بخشیں' میں اس قربان گاہ سے آگے نہیں جاسکتا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ رہیں گی۔"

والد صاحب کی اس تقدیر نے مجھے لرزا دیا اور میں آگے بڑھنے سے ڈرنے لگا۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ میری روح پاک ہے۔ شب و روز کی عبادتوں نے میری روح کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ عالم ارواح میں بلا جھجک دوسری مقدس روحوں کے ساتھ کھڑی ہوسکے۔ اور میں اس موقع کو جس کے لئے میں نے یہ سب ریاضتیں یونہی جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔

"پجاری! چلو۔" میں نے کہا "میں تیار ہوں۔"

"اور ہم والد صاحب کو وہیں چھوڑ کر آخری قربان گاہ کی طرف چلے۔"

عالم ارواح

ہم دیوی ایزیس کی خاص قربان گاہ میں داخل ہوئے

وہ جگہ تاریک اور خالی خالی سی تھی۔ دیواروں پر دیوی ایزیس کی تصویر تھی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھیں۔ ان تصویروں کے علاوہ وہاں کوئی بت وغیرہ نہ تھا۔

پجاری نے دروازہ اندر سے بند کردیا۔

"ہرماسیس۔" میں نے کہا "میں پھر پوچھتا ہوں کہ تم تیار ہو۔"

"ہاں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

پجاری نے دعا کے طور پر اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور مجھے مقام مقدس کے عین بیچ میں لے آیا۔ اور وہاں اس نے بڑی آہستگی سے چراغ ایک طرف رکھ دیا۔ "سامنے دیکھو۔" اس نے کہا۔ اور اس خاموش مقام میں اس کی آواز عجیب ہیبت ناک معلوم ہوئی۔

میں نے سامنے دیکھا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ لیکن اس طاق سے' جو سامنے کی دیوار میں بہت اوپر بنا ہوا تھا اور جس میں دیوی ایزیس "علامت رکھی ہوئی تھی سسرم کی تیز اور مسحور کن آواز آنے لگی' میں دم بخود کھڑا اس آواز کو سن رہا تھا کہ اچانک اسی طاق سے چند آتشی لکیریں لپکیں اور انہوں نے ہوا میں دیوی کی "علامت" بنا دی' یہ علامت عین میرے سر پر ہوا میں معلق تھی' یکایک آتشی لکیریں سمٹ کر آپس میں غلط سلط ہوگئیں۔ وہ پھیلنے اور سکڑنے لگیں۔ دائیں بائیں اور آگے پیچھے دوڑنے لگیں اور میری حیرت زدہ آنکھوں نے دیکھا کہ وہ دیوی کا چہرہ بنا رہی تھیں۔

آتشی لکیریں ہوا میں جیسے رقص کرتی رہیں۔ ہوا میں آتشی دائرے بنتے اور بگڑتے رہے۔ آتشی لکیریں دوڑ دوڑ کر آپس میں ملتی جدا ہوتی رہیں' پھر وہ اوپر چڑھنے لگیں اور مقدس طاق میں جاکر غائب ہوگئیں۔ سسرم کی آواز بھی تھم گئی۔

پھر یک لخت سامنے والی دیوار منور ہوگئی اور میں کیے بعد دیگرے تصویریں دیکھنے لگا۔
میں نے قدیم زمانے کا دریائے نیل دیکھا جو صحرا سے گزرتا ہوا سمندر سے ہم آغوش ہونے

کے لئے بھاگا جارہا تھا۔ اس کے کنارے غیر آباد اور ویران تھے۔ نہ انسان نظر آرہے تھے اور نہ ہیکل۔ البتہ عجیب مختلف پرندے پرواز کرتے نظر آرہے تھے۔ اور بے ڈھنگے اور عظیم الجثہ چوپائے نیل میں نہارہے تھے۔ سورج پہاڑوں کے پیچھے غروب ہورہا تھا' پہاڑ سنسان اور ویران تھے۔ پہاڑوں پر صحرا میں نیل کے کناروں پر کسی بھی جگہ بھی انسان نظر نہ آرہے تھے' اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ انسان کے وجود میں آنے سے بہت پہلے کی بات ہے۔

یہ تصویر دھندلی ہو کر غائب ہو گئی اور اب دوسری تصویر ابھری۔ ایک بار پھر وادی نیل تھی اور اس دفعہ اس کے کناروں پر عجیب مخلوق نظر آرہی تھی۔ جو بندروں سے ملتی جلتی تھی۔ تاہم وہ بندر نہ تھے۔ لیکن انسان بھی نہ تھے۔ یہ عجیب مخلوق آپس میں لڑ جھگڑ رہی تھی۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کی جھونپڑیوں میں آگ لگا رہا تھا اور وہ پتھر کے کلہاڑوں سے ایک دوسرے کی کھوپڑیاں پھاڑ رہے تھے۔ اور حالانکہ کسی نے مجھ سے کچھ نہ کہا' میں نے خودبخود ہی جان لیا کہ یہ کروڑوں سال پہلے کے انسان ہیں۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان۔

پھر تیسری تصویر۔

رہی نیل اور وہی اس کے کنارے۔ لیکن اس دفعہ وہ غیر آباد نہ تھے' وہاں خوبصورت شہر تھے اور ان کے دروازوں میں سے مرد اور عورتیں مسلسل آجا رہی تھیں۔ اور مجھے نہ تو کہیں محافظ نظر آرہے تھے' نہ سپاہی نہ لشکر اور نہ جنگی ساز و سامان' ہر طرف امن سکون تھا اور فضائیں مقدس تھیں۔ دفعتاً" ایک شبیہہ جو شعلوں کے سے کپڑوں میں ملبوس تھی' ایک عبادت گاہ میں سے نکلی اور ساتھ ہی سازوں کی مسحور کن آواز سنائی دی' وہ شبیہہ ہاتھی دانت کے اس تخت پر بیٹھ گئی جو دریا کے رخ رکھا ہوا تھا۔ اور جب سورج غروب ہوا اس شبیہہ نے لوگوں کو عبادت کے لئے پکارا۔ سب لوگ جمع ہو گئے اور ایک آواز ہو کر مقدس کلمات کہنے اور تخت پر بیٹھی ہوئی شبیہہ کو سجدہ کرنے لگے اور میں نے جان لیا کہ یہ دیوتاؤں کا عہد تھا۔

تصویر پھر تبدیل ہوئی۔

شہر وہی تھا لیکن لوگ دوسرے تھے جن کی آنکھوں سے شیطانیت' بغاوت اور حرص و ہوس ٹپک رہی تھی۔ یہ لوگ نیکیوں سے نفرت کرتے تھے اور بدیوں سے محبت شام ہوتے ہی وہی شعلوں کے کپڑوں میں ملبوس شبیہہ اسی ہاتھی دانت کے تخت پر رونق افروز ہوئی۔ اس نے لوگوں کو عبادت کے لئے پکارا' لوگ جمع ہوئے لیکن کسی نے اسے سجدہ نہ کیا۔

"ہم لوگ تم سے تھک گئے ہیں۔" لوگ چلائے!۔ ہم شیطان کی حکومت چاہتے ہیں۔ مار ڈالو اس نیکی کے پتلے کو۔ اور برائی کے شہنشاہ کو اس کے تخت پر بٹھا دو۔

وہ شبیہہ تخت پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نہیں جانتے کہ تم کیا کر رہے ہو۔" اس نے کہا۔ "اگر تم یہی چاہتے ہو تو یہی ہو گا۔ اگر مر گیا تو میرے بعد تم تکلیفوں میں مبتلا ہو جاؤ گے اور جب تمہارے مصائب انتہا کو پہنچ جائیں گے تو پھر راہ راست آجاؤ گے۔"

اس کا اتنا کہنا تھا کہ ایک دوسری بدصورت اور ڈراؤنی شبیہہ اس نیک شبیہہ کی طرف لپکی اور اسے قتل کر کے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیا' اور لوگوں کی خوشیوں اور مسرتوں کے نعروں کے درمیان وہ بدصورت ڈراؤنی شبیہہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگی' ناگہاں ایک عورت آسمان پر سے اتری اور اس نے شعلوں کے سے کپڑوں والی شبیہہ کے اعضاء جمع کئے اور پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دلخراش انداز میں آہ فغاں کرنے لگی۔ عین اسی وقت اس کے پہلو میں سے ایک لڑکا نکلا جس کا چہرہ سورج کی طرح روشن تھا۔ اس لڑکے نے جو باپ کا بدلہ لینے والا تھا' بدصورت اور ڈراؤنی شبیہہ کو تخت پر سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اور پھر وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ اور اسی طرح لڑتے ہوئے آسمانوں کی طرف چلے گئے۔

یکے بعد دیگرے تصویریں میری نظر کے سامنے آتی اور گزرتی رہیں۔

میں نے لشکر دیکھے' لوگ دیکھے جو مختلف زبانیں بول رہے تھے اور فوق البھڑک کپڑوں میں ملبوس تھے۔ میں لوگوں کو گزرتے لڑتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے دیکھتا رہا۔ ان

میں سے کچھ کے چہروں پر تقدس تھا اور کچھ کے چہروں پر لعنت برس رہی تھی۔ کچھ
چہروں پر نہ تقدس تھا اور نہ لعنت بلکہ صبر وسکون کے آثار تھے۔ لوگ آتے اور گزر
رہے اور وہ لڑکا آسمانوں پر اس ڈراؤنی شبیہہ سے لڑتا رہا۔ کبھی اس ڈراؤنی شبیہہ کا پلہ
بھاری ہوتا اور دنیا میں شیطانی حکومت قائم ہوجاتی۔ کبھی لڑکے کا پلہ بھاری ہوتا اور
میں نیک حکومت آجاتی۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی فتحیاب نہ ہوا۔ اور یہ بھی معلو
نہ ہوا کہ اس لڑائی کا نتیجہ کیا ہوگا۔"

اور میں سمجھ گیا کہ یہ شیطانی اور دیوتائی قوتوں کی جنگ ہے' نیکی اور بدی کی جنگ
اور میں نے دیکھا کہ انسان ان دونوں کے اثر میں ہے' کبھی تو اس کی شیطانی قوت ابھر آتی
ہے اور کبھی دیوتائی' کبھی تو وہ روشن راہ اختیار کرتا ہے۔ اور کبھی تاریک' اور آخر کار
دیوتا ازیرس کی روح اس کی مدد کو آتی ہے اور انسان کی روح کو آنتی میں لے جاتی ہے۔

اور یہ ازیرس کا اسرار تھا جو مجھ پر ظاہر ہوگیا۔

اور جب یہ تصویریں میں دیکھ رہا تھا تو خود بخود میں مذہب اور دیوتاؤں کے صحیح مطلب
سے واقف ہوا۔ میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ ساہٹ گیا' میں سمجھ گیا.... قربانی' مادر
وطن اور مذہب کے لئے قربانی' یہ تھا وہ اسرار جو مجھ پر ظاہر کیا گیا۔

تصویریں ختم ہوئیں اور دیوی ایزلیس کے پجاری نے مجھ سے کہا۔

"ہرماسیس! ان واقعات کو' جو تمہیں دکھائے گئے' تم نے سمجھ لیا۔"

"ہاں سمجھ لیا" میں نے جواب دیا۔ "تو کیا اب سب رسومات ختم ہوئیں۔"

"نہیں یہ ابتداء تھی۔ اب جو کچھ ہوگا اسے تنہا تم دیکھو گے۔ میں تمہیں یہیں چھوڑ
کر جارہا ہوں اور صبح تمہیں لینے آؤں گا۔ ایک بار پھر میں تمہیں خبردار کرتا ہوں ہر
ماسیس! کہ اب تم جو کچھ دیکھنے جارہے ہو۔ اسے دیکھ کر بہت کم لوگ زندہ رہ سکے۔ میں
نے اپنی عمر میں صرف تین آدمی ایسے دیکھے جنہوں نے یہ اسرار دیکھنے کی جرائت کی تھی
اور جب میں صبح انہیں لینے آیا تو ان تین میں سے صرف ایک زندہ تھا۔ لیکن وہ بھی پاگل
ہوچکا تھا' خود میں نے عالم ارواح میں جانے کی جرائت نہیں کی۔"

"بس تو آپ جایئے۔" میں نے کہا "میری روح بے چین ہے اور میں اس عالم کی سیر
کئے بغیر واپس نہ آؤں گا۔"

پجاری نے ہاتھ اٹھا کر مجھے دعا دی اور چلا گیا' میں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی'
پھر پجاری کے قدموں کی چاپ سنائی دی جو دور ہوتی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ مدھم ہوتے
ہوتے غائب ہوگئی۔

اور اب میں تنہا تھا۔ قربان گاہ میں خاموشی طاری تھی' رفتہ رفتہ خاموشی گہری ہوتی
چلی گئی۔ گہری اور گہری' یہاں تک کہ وہ مجھے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ اور پھر وہ
خاموش میرے دل میں اتر کر جیسے گرجنے لگی۔ میں نے کچھ کہا اور میری آواز چھت سے
ٹکرا کر ایک بوجھ کی طرح جیسے واپس مجھ پر آپڑی .... میں کیا دیکھنے والا تھا؟ کیا میں اس
ویرانی کے عالم میں مرجانے والا تھا؟ مجھے خبردار کیا گیا تھا کہ میں بھیانک خطرات سے دوچار
ہونے والا تھا' لیکن وہ خطرات کیا تھے یہ مجھے کسی نے نہ بتایا تھا' ایک عجیب طرح کا خوف
مجھ پر مسلط ہوا جارہا تھا۔ اور میرا جی چاہتا تھا کہ میں بھاگ جاؤں۔ بھاگ جاؤں؟ کہاں؟
کس طرح؟ دروازہ باہر سے بند تھا۔ نہیں میں بھاگ نہیں سکتا تھا۔ میں دیوتاؤں کے ساتھ
تنہا تھا' میں اس قوت کے ساتھ تنہا تھا جس سے میں نے ہر حال میں مدد طلب کی تھی....
میں میرا دل پاک وصاف تھا۔ نہیں میں اس "دہشت" کا مقابلہ کروں گا' میں یہ دیکھوں گا
جو کسی نے نہ دیکھا تھا۔ "مادر مقدس ایزلیس۔" میں نے دعا کی "میری مدد کر' میں بے ہوش
ہورہا ہوں' میری مدد کرو۔"

اور پھر دفعتاً" کچھ ہوا۔ ایک فوری تغیر۔ میرے چاروں طرف ہوائیں سرسرانے
لگیں۔ پراسرار چمکدار آنکھیں مجھے دیکھنے لگیں اور عجیب پراسرار گوشوں سے فضا بھر گئی
میں۔ اندھیرے کی چادر میں روشنی کی سلاخیں تیر گئیں' یہ سلاخیں ایک دوسرے کو قطع
کرنے اور آگے پیچھے بھاگنے لگیں اور فضا میں عجیب عجیب پراسرار حروف لکھنے لگیں۔
جنہیں میں پڑھ نہ سکا.... روشنی کی سلاخیں پھیلیں اور حروف آپس میں گڈمڈ ہوگئے۔ پھر وہ
مدھم ہونے لگیں.... وہ مدھم ہوگئے.... نورانی دائرے بننے اور بگڑنے اور گول گول گھومنے

لگے .... وہ نیچے اترے .... اور میں .... اوپر اٹھنے لگا .... نور کا ایک سیلاب مجھے اوپر .... ا ہی اوپر لئے جارہا تھا .... یہاں تک کہ میں گردش کرتے ہوئے ستاروں کی آواز سننے لگا زوں .... زوں .... پھر نورانی سیلاب مجھے لے کر نیچے اترا .... نیچے .... اور نیچے .... کچھ دیر بعد روشنی مدھم ہونے لگی اور مہیب اندھیرے روشنی پر فتح پانے کو لپکے .... مہ اندھیرے نور کی چادر میں پیوست ہونے لگے۔ اندھیرے کی سلاخوں نے نورانی چادر شگاف ڈال دیئے۔ نور بکھر گیا اور اب مہیب اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں تنہا میں تھا لیکن میرا بدن روشن تھا' میں پیکر نورانی میں تبدیل ہوچکا تھا۔ کہیں دور سے "آسمانوں اس پار سے موسیقی کی بھیانک آواز ابھری .... وہ میرا پیچھا کرتی رہی .... میلوں تک .... یہا تک کہ میں اس کی سرحد سے آگے نکل آیا' پھر دوسری طرح کی موسیقی کا سیلاب آیا قریب .... اور قریب .... اور یہ سیلاب میرے سر پر سے گزر گیا۔ موسیقی کے ان سیلابوں نے جن میں سرسم اور ترنسے کی آواز نمایاں تھی مجھے نیم جاں کردیا .... پھر الوہی خاموشی ....

میری جسمانی قوتیں میرے بدن سی سرکنے لگیں۔ میری جان سمٹ کر میرے منہ طرف لپکی .... اور سامنے موت کھڑی تھی' مجسم اور بھیانک' وہ میرے قریب آئی .... دھواں بن کر میرے دل پر اتر گئی .... میرا دل برف کی ڈلی ہوگیا .... لیکن میرا دماغ ا تک کام کر رہا تھا' میں سوچ سمجھ سکتا تھا .... میں زندگی سے دور اور موت کے قریب تھا میں مر رہا تھا .... تیزی سے مر رہا تھا .... اور اس کیفیت کو مرنے کی بھیانک کیفیت کو الفا بیان نہیں کرسکتے۔ میں نے دعا کرنی چاہی لیکن نہ کرسکا۔ میری زبان بند ہوچکی تھی۔ دل سرد تھا اور میں ارضی چیزوں سے دور اور سماوی چیزوں سے قریب ہوا جارہا تھا۔ میں دعا کے لئے آخری جدوجہد کی اور ساتھ ہی عجب طرح کی خاموشی اور سردی میرے میں رینگ آئی .... دفعتاً" میرا خوف دور ہوگیا .... میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ مجھے آرہی تھی .... نیند میں مر رہا تھا .... میں مر رہا تھا اور پھر .... کچھ نہ تھا۔

اور پھر کچھ ہوا .... ایک تغیر .... ایک انقلاب .... ایک کے بعد دوسری زندگی ....

زندہ ہو رہا تھا .... میں زندہ ہو رہا تھا .... میں زندہ ہوگیا .... لیکن اس دوسری اور پہلی زندگی کے بیچ میں ایک خلیج حائل تھی۔ گہری اور اندھیری خلیج۔ میں عبادت گاہ کی تاریکی میں کھڑا تھا لیکن یہ تاریکی مجھے اندھا نہ کرسکتی تھی۔ میں اس اندھیرے میں بھی دیکھ رہا تھا بالکل اسی طرح جس طرح کہ دن کی روشنی میں دیکھ سکتا ہوں۔ میں عبادت گاہ کی تاریکی میں کھڑا تھا .... یہ میں تھا .... تاہم میں نہ تھا' بلکہ یہ میرا پیکر نورانی تھا' یہ میری روح تھی جو کھڑی تھی۔ کیونکہ میرے قدموں میں ہی میرا جسد خاکی پڑا ہوا تھا۔ بے جان اور ٹھنڈا۔ اور میں ہرماسیس' اپنے ہی' ہرماسیس کے مردہ جسم کو دیکھ رہا تھا۔

میں یوں حیران کھڑا اپنے ہی مردہ جسم کو دیکھ رہا تھا کہ ناگہاں دو آتشی بازوؤں نے مجھے اٹھا لیا .... اور بجلی کی سی تیزی سے مجھ کو اوپر لے چلے' پھر مجھے پھینک دیا گیا' میں گرا .... خلا کے عمیق گڑھے میں گرا اور ہزاروں ستارے میری قریب سنسناتے ہوئے گزر گئے۔ میں دس لاکھ .... پھر دس لاکھ .... دیوتا جانیں کتنے لاکھ میل تک گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک روشن مقام پر منڈلانے لگا۔ یہ ابدی روشنی تھی' اور اس روشنی میں ہیکل' محلات اور عجیب وضع کے مکانات چمک رہے تھے۔ کسی نے ایسے ہیکل' محلات اور مکانات خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ اور یہ ہیکل محلات اور مکانات اینٹ اور گارے کے بنے ہوئے نہ تھے بلکہ .... روشنی اور تاریکی .... کے بنے ہوئے تھے اور میری نظروں ہی کے سامنے تبدیل ہو رہے تھے۔ یعنی جہاں روشنی تھی وہاں تاریکی آجاتی اور جہاں تاریکی تھی سے بنی ہوئی تھی۔ درخت کے پتوں کی سرسراہٹ میں موسیقی تھی اور ہوا کہ جھونکوں میں غمناک نغمے۔

یکلخت بہت سی پراسرار' حیران کن اور مسلسل بولتی ہوئی شبیہیں میرے استقبال کو دوڑیں۔ اور مجھے ہاتھوں ہاتھ لے چلیں' یہاں تک کہ میں زمین پر کھڑا تھا .... دوسری زمین پر .... "کون آرہا ہے؟ ایک رعب دار آواز نے پوچھا۔ "ہرماسیس" مسلسل بدلتی ہوئی شبیہوں نے جواب دیا۔ "جسے عالم فانی سے' دیوی ایزیس سے ہمکلام ہونے اور اس کا جلوہ دکھانے کے لئے طلب کیا گیا ہے۔"

"دروازہ کھول دو۔" اسی رعب داری آواز نے کہا۔ "دروازہ کھول دو۔ اور آنے والے کے ہونٹوں پر مہر خوشی لگادو تاکہ اس کی آواز عالم ارواح کی مقدس آواز میں بے ہنگی پیدا نہ کرسکے۔ اس کی بینائی چھین لو تاکہ یہ آنے والا وہ چیزیں نہ دیکھ سکے اس کے دیکھنے کی نہیں ہے۔ اور ہرماسیس کو، جسے عالم زانی سے طلب کیا گیا ہے نورانی راستے سے لے آؤ جو مقام مقدس تک پہنچا ہے.... تمہارا آنا مبارک ہو اے فانی کے انسان۔ آؤ۔ آگے بڑھو۔ لیکن پہلے ذرا اوپر نظر کرو تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے تم اپنی دنیا سے کتنی دور لائے گئے ہو۔"

میں نے اوپر نظر کی۔ اس نورانی شہر کے اوپر اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں ایک ننھا سا ستارہ چمک رہا تھا۔

"دیکھو! اس ستارے کو دیکھو۔" اسی رعب دار آواز نے کہا۔ "یہی وہ دنیا ہے جسے چھوڑ کر تم یہاں آئے ہو۔ دیکھو! اور دیوتاؤں کی عظمتوں اور لافانی قوتوں کا اقرار کرو۔"

پھر ایک ٹھنڈے ہاتھ نے میرے ہونٹوں اور آنکھوں کو چھوا۔ اور اب میں گونگا اندھا تھا۔ شہر کے دروازے کھلے اور مجھے اندر ڈھکیل دیا گیا، میں تیزی سے چلا، جانیں کس طرف۔ میرے پیر زمین کو نہ چھو رہے تھے۔ میں شاید اڑ رہا تھا، میں پھر زمین کھڑا کردیا گیا، اور اسی رعب دار آواز نے کہا۔

"اس کی گویائی اور بینائی اسے واپس دو تاکہ فانی دنیا کا یہ انسان اس کی آواز سن سکے اور اسے دیکھ سکے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔"

ایک بار پھر میرے ہونٹوں اور آنکھوں کو سرد ہاتھ نے چھوا۔ اور مجھے اپنی گویائی بینائی واپس مل گئی۔

میں نے اپنے آپ کو سنگ سیاہ کے ایک وسیع و عریض کمرے میں کھڑا پایا۔ اس کی چھت اتنی بلند تھی کہ اس تیز ارغوانی روشنی میں، جو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی، میں اس کی محرابیں نہ دیکھ سکا۔ کمرے کی فضا میں عجب مسحور کن موسیقی کی لہریں تیر رہی تھیں اور کمرے کی دیواروں سے لگیں پروں والی شبیہیں مودب کھڑی تھیں، ان کے جسم

سے ایسا نور پھوٹ رہا تھا کہ میں ان کی طرف دیکھ نہ سکتا تھا۔ کمرے کے عین بیچ میں چوکور چھوٹی سی قربان گاہ تھی اور میں اس قربان گاہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ دفعتاً اسی رعب دار آواز نے کہا۔

"اے دیوی! اے ایزیس! جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی سن۔ اور اے دیوی سن.... ہرماسیس، جسے فانی دنیا سے طلب کیا گیا ہے، تیری قربان گاہ کے سامنے کھڑا ہے، تجھ سے ہمکلام ہونے کے لئے اس کے ہونٹوں پر سے مہر خوشی توڑ دی گئی ہے۔ اور اس کی آنکھوں پر سے تاریک پردے ہٹا دیئے گئے ہیں اور اس کے دل سے غلاظت دور کردی گئی ہے۔ سن اے دیوی سن۔ اور نیچے تشریف لا.... آ.... شعلے کے روپ میں آ۔ روح کے روپ میں آ۔ آواز کے روپ میں آ۔ آ اپنی قربان گاہ پر آ۔ آ اپنا جلوہ دکھا۔"

آواز خاموش ہوگئی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر اس خاموشی میں سے سمندر کی موجوں کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ابھرنے لگی اور پھر گزر گئی۔ ایک اور چیز جو دیوتا جانیں کیا تھی۔ میری سر پر سے گزری۔ گھبرا کر میں نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھک لیا تھا، اور میں نے انگلیوں کے بیچ میں سے دیکھا کہ ایک کالی بدلی قربان گاہ پر ٹھہری ہوئی تھی اور اس میں آتشی سانپ دوڑ رہا تھا۔

اور پھر کمرے میں کھڑی ہوئی پروں والی نورانی شبیہیں سجدے میں گر گئیں اور عظمت و بڑائی کے گیت گانے لگیں۔ میں ان گیتوں کے بول سمجھ نہ سکا، یکلخت وہ بدلی قربان گاہ پر جیسے بیٹھ گئی۔ بدلی میں سے آتشیں سانپ نکل کر میری طرف آیا۔ اور اپنی دوشاخی زبان سے میرا ماتھا چھو لیا اور ساتھ ہی بدلی میں سے ایک بے حد شیریں اور غیر ارضی آواز سنائی دی۔

"تم جاؤ۔ اور مجھے اپنے ارضی بیٹے کے ساتھ جسے میں نے طلب کیا ہے تنہا چھوڑ دو۔"

پروں والی نورانی شبیہیں تیر کی طرح ہوا کو چیرتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئیں "ہرماسیس!" اسی شیریں آواز نے کہا "گھبراؤ نہیں، میں وہی ہوں جسے تم دیوی ایزیس اور مادر

مقدس کے نام سے یاد کرتے ہو۔ میں ایزیس ہوں۔ حیات میری روح ہے اور قدرت
لباس۔ میں معصوم بچے کی مسکراہٹ اور دوشیزہ کی محبت ہوں۔ میں ماں کا محبت بھرا
ہوں۔ میں نظر نہ آنے والی ذات کی بیٹی ہوں اس ذات کو جو قسمت اور قدرت ہے
ہوا چلتی ہے اور سمندر میں مدوجذر ہوتا ہے تو اے ہرماسیس تم میری آواز سنتے ہو
جب تم آسمان پر تارے دیکھتے ہو تو وہ میرا ہی ایک روپ ہوتا ہے۔ جب موسم بہار
پھول کھلتے ہیں تو اے ہرماسیس وہ میری مسکراہٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ میں سراپا قد
ہوں۔ چنانچہ قدرت کے جتنے روپ ہیں سب میرے روپ ہیں' میں تمہاری اور ہر آ
سانسوں میں ہوں۔ میں دل کی دھڑکنوں میں ہوں۔ میں ابھرتے اور ڈوبتے چاند میں ہو
اور میں سورج کے طلوع و غروب میں ہوں' میں بجلی کی چمک اور بادل کی گرج میں ہو
میں ایز-س ہوں اور سوز میں ہوں اور ساز میں ہوں۔ دنیا کی کوئی چیز میری عظمت سے
کر نہیں۔ اور دنیا میں چھوٹی سے چھوٹی اور عظیم سے عظیم چیز ایسی نہیں جس میں م
ہوں۔ میں ہر جگہ ہوں اور ہر وقت ہوں' میں تم میں ہوں اور تم مجھ میں ہو۔ چنانچہ
تمہیں خوش کرے گا مجھے خوش کرے گا جو تمہیں دکھ دے گا مجھے دکھ دے گا۔ چنانچہ
ماسیس خوف نہ کرو' کیونکہ ہم دونوں زندگی کے بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں۔

میں کچھ بول نہ سکا' میں خوفزدہ تھا۔

"تم نے میری خوب عبادت کی ہرماسیس۔" شیریں آواز نے کہا "تم نے میرے
ایسی ایسی ریاضتیں کیں جو عام آدمیوں کے بس کا روگ نہیں۔ آفریں ہے کہ تم نے کیا۔
خاطر اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی۔ مقررہ وقت سے پہلے جسد خاکی کو چھوڑنا بہت بڑے
ہے۔ ہرماسیس! میرے بچے! میں خود تمہارے دیدار کی متمنی تھی۔ کیونکہ دیوتا ان سے
کرتے ہیں۔ جو دیوتاؤں سے پیار کرتا ہے' چنانچہ اے ہرماسیس میں نے تمہیں یہاں
کیا ہے۔ تمہیں وہ رات یاد ہے جب تم نے باب ہیکل کی چھت پر سے مجھے پکارا
کوئی نشان طلب کیا تھا؟ تم بھولے تو نہ ہوگے کہ تم نے اپنی ہتھیلی میں کنول کا پھول
تھا؟ وہ پھول' اے ہرماسیس' میں ہی دے گئی تھی۔ تم نے نشان طلب کیا تھا جو میں نے

تمہیں دیا۔ تم فراعنہ کی اولاد ہو۔ ان فراعنہ کی جو میرے پرستار تھے۔ اگر تم نے اپنا دل
پاک و صاف رکھا تو مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج اپنے سر پر رکھو گے ہرماسیس! مصر کو بے
دینوں کی غلامی سے آزاد کر کے ایک دفعہ پھر لوگوں کو میرے سامنے جھکا دو۔ ان دنوں
تمہاری ایزیس ایک بھولا ہوا افسانہ ہو کر رہ گئی ہے۔"

آواز خاموش ہو گئی' میں نے ہمت کر کے پوچھا۔

"دیوی! کیا میں کامیاب ہوں گا۔"

"یہ نہ پوچھو۔" اس سوال کا جواب دینے کی مجھے اجازت نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ
میں تمہارا انجام معلوم کرلوں۔ لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتی' کیونکہ ممکن ہے کہ یہ معلوم
کرنا افسوسناک ہو۔ تاہم یہ وعدہ کرتی ہوں کہ ہر جگہ اور ہر دم تمہارے ساتھ رہوں گی
.... ہوشیار رہنا ہرماسیس کہیں تم ٹھوکر نہ کھا جاؤ۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو آنتی کے عذاب
سے نہ بچ سکو گے۔"

"اور اب ہرماسیس تم نے چونکہ میری خوب عبادت کی ہے اس لئے مستحق ہو کہ میرا
جلوہ دیکھو.... لو... دیکھو۔"

آواز خاموش ہو گئی۔ قربان گاہ پر بیٹھی ہوئی بدلی سمٹنے پھیلنے اور تبدیل ہونے لگی۔ وہ
سیاہ سے سفید ہو گئی۔ وہ چمکنے لگی۔ وہ پھیلی' بڑھی اور بلند ہوئی اور اس نے ایک کفن پوش
عورت کا روپ لے لیا۔ آتشیں سانپ لپک کر عورت کی پیشانی پر زندہ تاج کی طرح بیٹھ
گیا۔

دفعتاً" عورت نے کچھ الفاظ کہے' بدلی پگھل کر ہوا میں تحلیل ہوئی اور میں نے دیوی
ایزیس کا جلوہ اور جلال دیکھا۔ میں نے کیا دیکھا؟ یہ میں نہیں بتا سکتا' کیونکہ میں وہ سب
کچھ بتا چکا ہوں جو نہ بتانے کی قسم کھا چکا تھا' بہت ممکن ہے کہ دیوی ایزیس کا سراپا بیان نہ
کر کے ہی میں سکون حاصل کرسکوں۔ وہ صورت میری نظروں کے سامنے اب بھی گھوم
رہی ہے' میں تصور کی آنکھوں سے وہ چہرہ دیکھ رہا ہوں جس کا آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا
رعب حسن سے میرے بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔ اور تاب نہ لا کر میں اسی جگہ بے

ہوش ہو کر گرا۔

اور جب میں بے ہوش ہو رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ سنگ سیاہ کا کرہ ش میں تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے دنیا وقت کے سیلاب میں تیزی گزر رہی ہو۔

پھر کیا ہوا؟ میں نہیں جانتا۔

"زندگی! خون! اقوت! فرعون!"

مجھے ہوش آ گیا۔

اور میں نے اپنے آپ کو ایزیس کی اس قربان گاہ کے فرش پر پڑے پایا جو ابیدس کے ہیکل میں تھی۔ دیوی ایزیس کا خاص پجاری اپنے ہاتھ میں چراغ لئے مجھ پر جھکا پر شوق اور متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہراسیس! صبح ہو رہی ہے اور یہ تمہارے نئے جسم کی صبح ہے' دیوتاؤں کی عظمت اور قوتوں کے گیت گاؤ کہ تم عالم ارواح میں جانے کے بعد اس دنیا میں واپس آئے۔" پجاری نے کہا "اٹھو! شاہ مصر اٹھو! مجھے یا اور کسی کو بھی وہ واقعات نہ بتانا جو تم پر گزرے۔ ایزیس کے چہیتے۔ اٹھو۔"

میں اٹھا اور پجاری کے ساتھ اس تاریک قربان گاہ میں سے نکل کر باہر صبح کی روشنی میں آ گیا' میں خاموش تھا' میں حیران تھا اور خوفزدہ بھی' میں اپنے حجرے میں جا کر بستر پر لیٹ گیا اور لیٹتے ہی گہری نیند سو گیا۔ اور کتنی پرسکون نیند تھی وہ! کسی نے حتیٰ کہ والد صاحب نے بھی مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ اس رات میرے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور میں نے کیا دیکھا۔

اور اس کے بعد میں نے دیوی ایزیس کی عبادت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور اس عرصہ میں لوگ مصر کے ہر حصے سے مجھے دیکھنے اور مجھ سے ملنے آتے رہے اور ان سے مجھے معلوم ہوا کہ مصر کا بچہ بچہ مقدونی ملکہ قلوپطرہ سے نفرت کرتا ہے۔ جس دن میری روح میرا جسد خاکی چھوڑ کر عالم ارواح میں گئی تھی اس کے تین مہینے اور دس دن بعد میرے سر پر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج رکھا جانے والا تھا۔ لیکن تاجپوشی کی یہ رسم خاموشی سے اور خفیہ طور پر ادا کی جانے والی تھی۔ چنانچہ جب میری تاجپوشی کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے مختلف شہروں کے نمائندے اور امراء بھیس بدل کر ابیدس کے ہیکل میں آنے لگے۔ اور وہ لوگ تعداد میں سینتیس تھے۔ چند تاجروں کے بھیس میں آئے' چند

ہیکل کے زائرین بن کر اور چند بھکاریوں کے لباس میں۔ اور ان آنے والوں میں ماموں سیپا بھی تھے۔ جو ایک حکیم کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ حالانکہ انہوں نے بڑی مہارت سے اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کی گو بجدار آواز ان کا راز فاش کئے د تھی۔ اس وقت میں نہر کے کنارے ٹہل رہا تھا کہ ماموں سیپا حکیم کے لباس میں میر سامنے آ کھڑے ہوئے اور میں نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا۔

"برا ہو تیرا ہرماسیس۔" جب میں نے نام لے کر ان کا استقبال کیا تو وہ چلائے "عجیب جلد باز اور بے وقوف لڑکا ہے۔ ایک گھنٹہ تک بھی میرا راز نہ چھپا سکا۔ لیکن نے مجھے پہچانا کس طرح! اور بھئی سچ تو یہ ہے کہ یہ حکیم کا لباس کم سے کم میرے لئے ایک بہت بڑی لعنت ہے۔"

اور پھر انہوں نے بتایا کہ قلوپطرہ کے جاسوس کہیں کھٹک نہ جائیں۔ اس لئے ماموں سیپا نے ابیدس تک کا سفر پیدل ہی طے کیا تھا کہ لیکن انہوں نے کہا "وہ واپس کشتی سوار ہو کر جائیں گے اور کوئی دوسرا بھیس بدل لیں گے۔ کیونکہ ابیدس آتے وقت بہ سے لوگ انہیں کسی مریض کو دیکھنے کے لئے اپنے گھر گھسیٹ لے گئے اور سیپا حکمت الف بے سے بھی واقف نہ تھے' چنانچہ الٹی سیدھی تشخیص کر کے پیچھا چھڑا کر بھاگ آئے۔

آخر کار سب لوگ آ گئے۔

رات کا وقت تھا اور ہیکل کے سب دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ ان سینتیس (۳۷) آدمیوں' میرے والد اور دیوی ایزیس کے خاص پجاری کے علاوہ ہیکل میں کوئی تھا۔ اور نہ کسی کو آنے کی اجازت تھی۔ ہاں بوڑھی انا آتوا ہیکل میں ہی تھی جو قدیم ر کے مطابق میری بدن پر مقدس تیل لگانے والی تھی اور ان سب لوگوں نے اس راز کو ا نہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ یہ لوگ ہیکل کے سب سے بڑے اور ستونوں والے حج میں جمع ہوئے لیکن میں سفید چوغے میں ملبوس اس حجرے میں بیٹھا تھا جس کی دیوارو قدیم فراعنہ کے نام اور کارنامے تحریر تھے۔ آخر کار میرے والد' آمن مہت اپنے ہاتھ

چراغ اٹھائے حجرے میں آئے۔ انہوں نے مجھے سجدہ کیا اور پھر مجھے ساتھ لے کر "ستونوں والے" حجرے کی طرف چلے جہاں لوگ جمع تھے۔ حجرے کے ستونوں پر شمعدانوں میں موم بتیاں روشن تھیں اور ان کی اندھی روشنی دیوتاؤں کی تصویروں اور حجرے میں بیٹھے ہوئے سینتیس امراء' پجاریوں اور نوابوں پر پڑ رہی تھی۔ ان لوگوں کی موجودگی کے باوجود کمرے میں ایسی خاموشی طاری تھی کہ اگر سوئی بھی گرتی تو اس کا چھناکا سنائی دیتا۔ حجرے کے انتہائی سرے پر ایک تخت رکھا ہوا تھا جس کے دائیں بائیں اور پیچھے پجاری اپنے ہاتھوں میں دیوتاؤں کی مورتیں اور مقدس جھنڈے لئے کھڑے تھے۔ جب میں حجرے میں داخل ہوا تو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ میرے والد مجھے لے کر تخت کے سامنے پہنچے اور مجھے وہیں کھڑے رہنے کو کہہ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔

"اے دوستو! تم لوگ میرے بلاوے پر یہاں جمع ہوئے ہو سو میری بات سنو! میں تمہارے سامنے نہایت عزت اور احترام سے شہزادے ہرماسیس کو پیش کرتا ہوں۔ جو مصر کے تاج و تخت کے حقیقی وارث' دیوی ایزیس کے چہیتے اور اس ہیکل کے موروثی کاہن اعظم ہیں۔ یہ اہرام مصر کے رازوں سے واقف ہیں عالم ارواح کے اسرار بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں' ہرماسیس براہ راست فراعنہ کی نسل سے ہیں اور کسی صاحب کو ان کے نسب میں شک ہو تو وہ بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔"

میرے والد خاموش ہو گئے اور اب سیپا اٹھے۔

"کاہن اعظم" انہوں نے کہا۔ "ہم نے پرانی دستاویزوں اور شاہی شجرے کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہرماسیس قدیم فراعنہ کی ہی اولاد ہیں۔"

"ہرماسیس دیوی ایزیس سے ہمکلام ہوئے تھے اور اس کا جلوہ دیکھا تھا' یہ ہیکل کے موروثی کاہن ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس سے انکار ہو تو اسے اپنے شکوک ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔" والد صاحب نے کہا۔

اب دیوی ایزیس کا بوڑھا پجاری' جو مجھے ایزیس کی قربان گاہ تک لے گیا تھا اٹھا۔

"آمن مت! ہم ہرماسیس کو ہیکلوں اور اہرام کا کاہن اعظم تسلیم کرتے ہیں۔"

کوئی صاحب ایسا ثبوت پیش کرسکتے ہیں جو ثابت کردے کہ ہرماسیس مصر کے تاج تخت کے حقیقی وارث نہیں ہیں؟ کوئی دوسرا شہزادہ ایسا ہے جو اس تخت کا دعویٰ کرسکے!"

اب ممفس کا ایک بوڑھا نواب کھڑا ہوا۔

"ہم نے تحقیق کرلی' پورے مصر میں صرف ہرماسیس ہی فراعنہ کی نسل سے ہے۔"

"تو پھر آپ نے تسلیم کرلیا کہ ہرماسیس فرعون نختنف کی اولاد اور مصر کے تاج تخت کے صحیح وارث ہیں؟" میرے والد نے کہا۔

"ہم نے تسلیم کرلیا۔" سب نے ایک زبان ہوکر کہا۔

"اتوا! اب تم آگئی ہو آؤ ان لوگوں کو بتاؤ کہ ہرماسیس کی والدہ مرتے وقت' جب پاک روح سے بھر گئی تھیں تو انہوں نے پیشن گوئی کی تھی۔"

آتوا ایک ستون کے پیچھے سے نکل کر حجرے کے بیچ میں آگئی اور اس نے وہ واقعات بیان کردیئے' جن کا ذکر میں پچھلے کسی باب میں کرچکا ہوں۔

"آپ حضرات نے سن لیا؟" میرے والد نے کہا۔ "اور کیا آپ کو یقین ہے کہ مرنے سے پہلے ہرماسیس کی والدہ اور میری بیوی نے جو کچھ کہا تھا وہ ان کی نہیں بلکہ پاک روح کی آواز تھی؟"

اب سیپا اٹھے۔ اور انہوں نے یوں کہا۔

"ہرماسیس! سب کچھ تم نے اپنے کانوں سے سنا اور اب یہ بھی جان لو کہ اس وقت ہم یہاں تمہیں مصر زیریں اور مصر بالا کا فرعون تسلیم کرنے جمع ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ آج ہی تمہارے والد اپنے سارے حقوق تمہیں بخش دیں گے اور تم کاہن اعظم بھی بن جاؤ گے۔ تمہاری تاجپوشی کی خاموشی سے' چوری چھپے ادا کی جارہی ہے کیونکہ ابھی ہم آزاد نہیں ہیں اور ہمیں اپنی جانوں کا خوف ہے۔ ہرماسیس پہلے صورتحال سمجھ لو۔ اور اس کے بعد اگر تمہارا دل گواہی دے تو اس تخت پر بیٹھ جاؤ۔"

"سنو ہرماسیس! کئی صدیوں سے مصر کی مقدس زمین یونانیوں کے ناپاک قدموں اور

رومیوں کے منحوس سائے تلے کانپ رہی ہے' صدیوں سے ہمارے مذہب اور ہمارے دیوتاؤں کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور صدیوں سے مصر کے باشندہ ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ مصر کی آزادی کا وقت آگیا ہے اور ہرماسیس! اس مقدس کام کے لئے دیوتاؤں نے تمہیں منتخب کیا ہے' ہرماسیس! تم مصر کے نجات دہندہ ہو۔ سنو! بیس ہزار مصری تمہاری ایک آواز' تمہارے ایک اشارے کے منتظر ہیں۔ وہ تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے۔ تلواریں سونت کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور مصر کے تخت کا راستہ تمہارے لئے صاف ہوگا۔ تم مصر کے فرعون ہوگے اور تمہاری حکومت اہرام کی پائیداری ہوگی اور پھر تم رومی فوجوں کے منہ پھیر دو گے۔ قلوپطرہ کی موت ہی مصریوں کے اٹھ کھڑے ہونے کا اشارہ ہوگا۔ اور اس جنس فروش ملکہ کو تم قتل کروگے۔ کس طرح؟ یہ تمہیں بتادیا جائے گا۔"

"بولو تیار ہو تم؟ بولو مصر اور مصر کے دیوتاؤں کی خاطر تم اپنی جان تک لڑا دو گے بولو! تم وعدہ کرتے ہو کہ دیوتاؤں کی پرستش تم قدیم زمانے کی طرح ہی زور و شور سے ہی جاری کرا دو گے؟ سوچ لو ہرماسیس! یہ مہم خطرناک ہے' تمہاری ذرا سی غلطی ہماری اور خود تمہاری زندگی کا چراغ بجھا سکتی ہے۔ لیکن ہماری زندگیاں ہیں کس کام کی؟ اس غلامی سے تو ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور پھر اس موت کا کیا کہنا جو مادر وطن کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں آئے۔ ہرماسیس اٹھو! مصر تمہیں پکار رہا ہے۔ مصر کے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ آسمانی بجلی کی طرح تڑپ کر گرو اور غلامی کی زنجیروں کو جلا کر خاک کردو' شاہین کی طرح غوطہ مار کر غاصبوں کے سر پر سے وہ تاج جھپٹ لو جو تمہارا ہے۔ پھر مصر تمہارا ہے اور...."

"بس! اب زیادہ سننے کی تاب نہیں۔" میں چلایا۔ "اگر مجھے سو زندگیاں عطا کی جائیں تو ان سب کو مصر اور مصریوں پر سے قربان کردوں گا۔"

"شاباش! تم سے یہی توقع تھی۔" سیپا نے کہا۔ "جاؤ! آتوا تمہارے ہاتھ پاک کردے تم شاہی عصا کو چھو سکو۔ اور تمہارے ماتھے پر مقدس تیل مل دے تاکہ تمہارے سر پر کا تاج رکھا جاسکے۔"

چنانچہ میں آتوا کے ساتھ دوسرے حجرے میں چلا گیا۔ آتوا نے سونے کے ایک پیا میں، جو قدیم فراعنہ کی یادگار تھا پانی لیا اور میرے ہاتھ دھلانے لگی اور پھر کورے کپڑ کے ٹکڑے کو مقدس تیل سے بھگو کر میری پیشانی پر پھیرنے لگی۔ وہ ساتھ ہی ساتھ بڑبڑا بھی جاتی تھی۔

"او ہو ہو! اے مصر تو اپنی خوش بختی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے، دیکھ یہ شہزادہ آزاد کرانے جارہا ہے، اور کیسا شہزادہ ہے، جوان اور حسین، بہت سی عورتیں کہیں گی اس جوان کو کاہن نہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میرا شہزادہ شادی تو کرے گا ہی ورنہ فرعون نسل کس طرح چلے گی؟ آہ! میں نے اس شہزادے کی خاطر اپنے نواسے کو قربان کر دیا ہرماسیس! خوش قسمت ہو تم اور....."

"بس آتوا خاموش رہو۔" میں نے کہا "اور مجھے خوش قسمت نہ کہو۔ کیونکہ تم ا بھی میرے انجام سے واقف نہیں۔ اور عورتوں اور ان کی محبت کا ذکر نہ کرو۔ کیونکہ کی محبت اپنے ساتھ رنج و غم اور بزدلی لاتی ہے۔ میں محبت کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا میرا مقصد تو بہت مقدس اور بلند ہے۔"

نہیں ایسی بات نہ کہو۔ آسمان کی نیلاہٹوں میں پرواز کرتا ہوا ہنس کیچڑ میں سوئے ہو مگرمچھ کا مذاق اڑاتا ہے۔ لیکن جب وہی ہنس کیچڑ میں پھنس جاتا ہے تو مذاق اڑانے باری مگرمچھ کی ہوتی ہے، سب دن یکساں نہیں ہوتے اور زندگی ایک ہی راستے پر سید سیدھی نہیں چلی جاتی۔ اس میں بہت سے موڑ آتے ہیں اور ہر موڑ پر ایک نہ ایک عور ضرور ہوتی ہے اور جان لو کہ عورت مگرمچھ سے زیادہ مکار ہوتی ہے۔ عورتوں کا اور ان محبت کا مذاق نہ اڑاؤ۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ آخر کار تم انہی کی گود میں پناہ لو۔ دیوتا کی پوجا تو گنے چنے آدمی کرتے ہیں۔ لیکن عورت کی پرستش ہر مرد کرتا ہے۔

"اُفوہ! میری زبان بھی کیسی تیز چل رہی ہے اور تاجپوشی کی مبارک ساعت نکلی جار ہے۔ بس اب تم پاک ہوگئے۔ چلو۔"

چنانچہ میں پھر اسی بڑے حجرے میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی لوگ سروقد کھڑ

ہوگئے۔ والد صاحب مجھے فوراً تخت کے سامنے لے گئے اور انہوں نے میرے ہاتھوں میں بات آمن را، موت اور خنسو کے سونے کے بت رکھ دیئے۔

"ہرماسیس تم ان دیوی دیوتاؤں کی قسم کھاتے ہو کہ تم ہمارے مصر کے وفادار ہوگے؟" والد صاحب نے پوچھا۔

"میں قسم کھاتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم مادر نیل، لافانی اہرام اور مصر کے معبودوں کی قسم کھاتے ہو کہ اپنا فرض ہر حالت میں پورا کرو گے؟"

"میں قسم کھاتا ہوں۔"

"تم قسم کھاتے ہو کہ فرعون بننے کے بعد رعایا پر ظلم و جبر نہ کرو گے اور مصر کے دیوتاؤں کی پرستش اور زور و شور سے جاری کردو گے اور ہیکلوں کو آباد کرو گے؟ تم قسم کھاتے ہو کہ یونانیوں اور رومیوں سے کسی قسم کے بھی تعلقات قائم نہ کرو گے۔ تم قسم کھاتے ہو کہ یونانیوں اور رومیوں کے ساتھ ان کے دیوتاؤں کو بھی مصر سے نکال دو گے؟ اور تم قسم کھاتے ہو کہ آخر دم تک مصر کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے رہو گے؟"

"میں قسم کھاتا ہوں۔"

"تو دیوتاؤں کا نام لے کر اس تخت پر بیٹھ جاؤ۔ لیکن خبردار ہو جاؤ کہ اگر تم نے اپنی قسم توڑی تو تمہارا انجام برا ہوگا۔"

میں تخت پر بیٹھ گیا۔ اور میرے والد نے مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج میرے سر پر اور شاہی چوغہ میرے کندھوں پر رکھ دیا۔ اور پھر انہوں نے میرے ہاتھ میں وہ عصا دیا جو زندگی، قوت اور دوام کا مظہر تھا۔

"ہرماسیس! میں تمہیں مصر زیریں اور مصر بالا کا فرعون تسلیم کرتا ہوں۔ آج سے تم فرعون ہو۔ اور اب یہ تمہارا کام ہے کہ وہ تخت حاصل کرلو جس پر تمہارا جائز حق ہے۔ پھلو پھولو اور مصر کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرو۔"

"زندگی! خون! قوت! فرعون! فرعون!" کمرے میں جتنے لوگ تھے سب یک زبان ہو کر

چلائے اور پھر میرے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اس کے بعد ایک ایک آدمی آتا اور حلف وفاداری اٹھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ہورس' ایزیس' آمن را اور ازیرس کی قربان پر اپنے ہاتھ سے نجورات جلائے اور اس کے بعد ہیکل کے اس کمرے میں پہنچا۔ جہا میرے سرتاج رکھا گیا تھا۔ اور جب میں وہاں پہنچا تو امراء' نواب اور پجاری' جو مصر اور مصر زیریں سے آئے تھے' ایک بار پھر میرے سامنے سجدے میں گر گئے اور چلائے۔

"زندگی! خون! قوت! فرعون! فرعون!"

اس کے بعد وہ نذرانے پیش کر کے رخصت ہوئے اور آدھی رات کو جب میں اس حجرے میں پہنچا جو اس رات فرعون کی خواب گاہ کہا گیا تھا' تو بے حد تھکا ہوا مگر فرعون تھا۔

(اور یہاں پہلا اور سب سے چھوٹا پلندہ ختم ہوتا ہے)

زوال

قلوپطرہ

اور یوں تیاری کا طویل زمانہ ختم ہوا اور عملی کام کرنے کا وقت آگیا۔ سب رسومات پوری ہو چکی تھیں۔ مجھے کاہن اعظم اور فرعون بنا دیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب خاموشی کے ساتھ خفیہ طور پر ہوا تھا اور ابھی میں صرف نام ہی کا فرعون تھا۔ مصر کے سب لوگ مجھے نہیں جانتے تھے اور اگر جانتے بھی تھے تو صرف دیوی ایزیس کے کاہن کے طور پر تاہم کئی سو آدمی ایسے تھے جو دل ہی دل میں مجھے فرعون تسلیم کر چکے تھے۔ اور میرے اشارے کے منتظر تھے۔ عمل کا وقت قریب آرہا تھا اور میرا دل اس کے لئے بے چین تھا۔ میں یونانیوں کو مصر سے نکال دینے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ میں مصر کے تخت پر بیٹھنے اور اس کے معبودوں کو آباد کرنے کے لئے بے چین تھا۔ مصر کی قسمت میرے ہاتھ میں تھی اور مجھے اپنی کامیابی کا یقین تھا۔ میں نے آئینے میں اپنی صورت دیکھی تو فتح و کامرانی مجھے اپنے ماتھے پر لکھی نظر آئی۔ مستقبل کا جگمگاتا ہوا راستہ میرے قدموں تلے سے نکل کر مصر کے تخت کی طرف جاتا نظر آرہا تھا۔

مستقبل میرا اور مصر کا مستقبل۔ چاندنی رات میں چمکتے ہوئے مادر نیل کے پانی کا سا سیمیں اور درخشاں مستقبل۔ میں مراقبے کرتا اور دیوی ایزیس سے ہم کلام ہوتا۔ میں نے کئی ہیکلوں کے نقشے بنا ڈالے جو میں اپنی عہد سلطنت میں تعمیر کروں گا۔ میں اپنے حجرے کی خاموشی میں خوشی کے نعرے سنتا یہ مصریوں کے نعروں کی آوازیں ہوتیں اور میں تصور میں اپنے آپ کو مصر کے تخت پر بیٹھتے دیکھا۔

لیکن اب تک مجھے ابیدس سے باہر جانے کی اجازت نہ ملی تھی' میں ہیکل ہی میں مقیم تھا۔ اس عرصے میں میں نے والد صاحب کی ہدایت کے مطابق اپنے بال نہ منڈوائے' یہاں تک وہ میرے کندھوں تک آگئے اور میں نے آئینے میں دیکھا کہ میرے بال ریشم کی طرح ملائم اور پہاڑی کوے کی طرح سیاہ تھے۔ اس کے علاوہ میں تلوار' خنجر اور نیزہ بازی کی مشق

کرتا رہا۔ اور مصر کے مخصوص جادو میں میں نے انتہائی مہارت حاصل کرلی' اب میں سب سے بڑا جادوگر تھا۔ یہ جادو مجھے ایک خاص غرض سے سکھایا گیا تھا وہ کون سی تھی؟ یہ آگے چل کر معلوم ہوجائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں نے علم نجوم میں بھی دسترس حاصل کرلی اور میں اپنے زمانے کا بہترین نجومی تھا۔ یہ علوم میں پہلے بھی سیکھ لیکن اب میں نے انہیں پختہ کرلیا۔ اور اب میں اپنا کام کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔

ادھر ماموں سیپا اپنی علالت کا بہانہ کرکے انوال را کے ہیکل سے چند دنوں کی رخ پر چلے گئے تھے۔ انہوں نے مشہور یہ کردیا تھا کہ وہ ہوا بدلنے کے لئے اسکندریہ جا ہیں۔ جو مصر کا پائے تخت ہے' تاکہ وہ وہاں کے عجائبات دیکھیں' ملکہ مصر قلوپطرہ کے کریں۔ اور سمندر کی ہوا سے صحتیاب بھی ہوجائیں' اسکندریہ پہنچ کر انہوں نے مکان کرایہ پر لیا اور عارضی طور پر وہاں مقیم ہوگئے طے یہ پایا تھا کہ میں ان سے اسک میں ان سے جاملوں کیونکہ وہیں ہمیں اپنے کاموں کا آغاز کرنا اور انہیں انجام تک پ تھا۔ چنانچہ جب ماموں سیپا کا بلاوا آیا تو میں اسکندریہ جانے کے لئے پہلے ہی سے تیار سفر کے انتظامات مکمل تھے۔ چنانچہ میں اپنے والد صاحب کی دعائیں لینے ان کے حجرے پہنچا مجھے دیکھتے ہی والد صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور اگر میں نے انہیں نہ روکا ہوتا میرے سامنے سجدہ میں گر گئے ہوتے۔

"نہیں ابا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ....." میں نے کہا۔

"مناسب بھی ہے اور فرض بھی۔" انہوں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "یہ فرض ہے کہ میں اپنے بادشاہ کو سجدہ کروں۔ لیکن اگر تم روکتے ہو تو نہیں کرتا۔ جارہے ہو ہرماسیس؟ بہت اچھا جاؤ۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اے مصر کے میں نے نہایت خلوص دل سے تمہاری عبادت اور خدمت کی ہے' اور اس کے عوض تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں اسی وقت تک زندہ رہوں جب تک کہ میرا بیٹا مصر تخت پر نہیں بیٹھ جاتا۔ ہرماسیس یہ بوڑھی آنکھیں تمہیں اپنے اجداد کے تخت پر دیکھیں گی اور خوشی کے آنسو بہائیں گی۔ ہرماسیس! میں نے تمہارا مستقبل معلوم کرنے

کوشش کی لیکن معلوم نہ کرسکا۔ وہ جسے دھند کے دبیز پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے' میں نے اپنی ساری قوتیں صرف کردیں لیکن مجھ پر تمہارا اور مصر کا مستقبل ظاہر نہ کیا گیا۔ اس میں بھی یہ دیوتاؤں کی کوئی مصلحت ہوگی' لیکن میرے بیٹے! میرا دل بہت بے چین ہے۔ دیوتا جانیں کیا ہونے والا ہے؟ تاہم اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تمہاری راہ میں ایک زبردست خطرہ حائل ہے اور یہ خطرہ عورت کے روپ میں ظاہر ہوگا' یہ تو میں ایک عرصہ سے جانتا تھا کہ تمہاری راہ میں کوئی زبردست خطرہ حائل ہے لیکن کون سا؟ یہ مجھ پر اب ظاہر کیا گیا ہے۔ ہرماسیس! دیوتاؤں کے لئے اس وقت تک کسی عورت کی طرف متوجہ نہ ہونا جب تک کہ تم باقاعدہ فرعون نہیں بن جاتے۔ تم جوان' خوبصورت اور طاقتور ہو اور یہ تینوں چیزیں تمہیں بہکا سکتی ہیں' اسکندریہ کی چڑیلوں سے بچتے رہنا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی تمہارے دل میں رینگ جائے۔ اور کیڑے کی طرح تمہارا راز کھالے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" میں نے شرم سے سرخ ہوکر کہا۔ "میرے خیالات مسکراتی آنکھوں اور سرخ ہونٹوں کی طرف نہیں بلکہ کسی اور طرف ہیں اور رہیں گے۔"

"دیوتا کریں کہ ایسا ہی ہو' ہرماسیس! اب ہم ملیں گے تو اس طرح ملیں گے کہ تم مصر کے تخت پر بیٹھے ہوگے اور میں ابیدس کے ہیکل کے کاہن کی حیثیت سے تمہارے سامنے نذرانے پیش کررہا ہوں گا۔ دیوتا کریں کہ وہ دن جلد آجائے۔"

اور یوں میں اپنے والد سے رخصت ہوا۔ افسوس میں کیا جانتا تھا کہ آئندہ ہماری ملاقات کس حال میں ہوگی۔

اور ابیدس سے ایک گمنام آدمی کی طرح اسکندریہ کے لئے روانہ ہوا' یہ بات مشہور کردی گئی کہ میں آمن مہت سے' جنہوں نے مجھے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' جھگڑا کرکے اسکندریہ جارہا ہوں تاکہ وہاں اپنی قسمت آزما سکوں' کیونکہ مجھے کاہنی پسند نہیں۔ جو لوگ مجھے نہ جانتے تھے اور اب تک یہی سمجھتے تھے کہ میں حقیقت میں آتوا کا نواسہ ہوں! انہوں نے اس افسانے کو صحیح تسلیم کرلیا' لیکن جو لوگ مجھے جانتے تھے انہیں معلوم تھا کہ میں اسکندریہ کیوں جارہا ہوں۔ چنانچہ وہ میری کامیابی کے لئے دست بدعا تھے۔

ابیدس سے روانہ ہونے کے دسویں دن ہمارا جہاز اسکندریہ کی بندرگاہ میں لنگر
تھا۔ رات کا وقت تھا اور اسکندریہ شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ میں نے اسکندر
زمین پر قدم رکھا اور اجنبی لوگوں کی بھیڑ میں پریشان سا کھڑا رہا۔ بھانت بھانت کی
سنائی دے رہی تھیں اور ملک ملک کے لوگ عجیب عجیب طرح کے لباس پہنے آ جا
تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دنیا کے ہر ملک کے لوگ وہاں جمع تھے۔ میں پریشان کھڑا
کہاں جاؤں کہ ایک نوجوان میرے پاس آیا۔

"کیا آپ ابیدس سے تشریف لائے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں وہیں سے آ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اور آپ ہی کا نام ہرماسیس ہے۔"

"ہاں میرا ہی نام ہرماسیس ہے۔"

یہ سن کر وہ اپنا منہ میرے کان کے قریب لے آیا اور اس نے وہ خفیہ الفاظ
ہمارے ساتھیوں کو پہچاننے کے لئے مخصوص تھے۔ پھر اس نے دو مزدوروں کو میرا
اٹھانے کا حکم دیا اور مجھے لے کر بندرگاہ سے باہر آ گیا' سڑکوں کے دونوں طرف شراب
تھے جہاں لوگ بیٹھے شراب پی رہے تھے اور ان بازاری عورتوں کو دیکھ رہے تھے جو
لباس میں سڑک پر ناچ رہی تھیں اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ کئی عورتیں بالکل
تھیں۔

ہم اس سڑک پر سے گزر کر ایک دوسری سڑک پر ہو لئے۔ جس کے دونوں کنارو
نہایت خوبصورت ایک منزلہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک اسی سڑک پر چلنے
کے بعد ہم دائیں مڑ گئے۔ اس سڑک پر ایسے گھر تھے جن کے سامنے عجیب طرح کے
چھتے سے بنے ہوئے تھے۔ ایسے گھر میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ آگے چل کر ہم ایک
موڑ مڑے اور نسبتاً خاموش اور سنسان سڑک پر آ گئے۔ میرا راہبر ایک سفید مکان
سامنے رک گیا' ہم دروازے میں سے گزر کر چھوٹے سے چوکور صحن میں پہنچے اور
عبور کر کے ایک کمرے کے سامنے پہنچے جس میں چراغ جل رہا تھا۔ اور اس کمرے

انوال را کے ہیکل کے کاہن اور میرے ماموں سیپا بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر اتنے
خوش ہوئے کہ انہوں نے دوڑ کر مجھے گود میں اٹھانا چاہا لیکن اٹھا نہ سکے۔

میں نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے' کھانا کھایا اور پھر سیپا کے پاس آ بیٹھا۔ انہوں
نے بتایا کہ حالات اطمینان بخش ہیں اور یہ کہ قلوپطرہ ہماری سازش سے بے خبر تھی۔ اسے
جب معلوم ہوا کہ انوال را کاہن اسکندریہ میں عارضی طور پر مقیم ہے تو اس نے سیپا کو بلاوا
بھیجا اور ان سے بہت سے سوالات پوچھے۔

"قلوپطرہ نے مجھے طلب کیا تو میں بہت گھبرایا۔" سیپا نے کہا۔ "اور سمجھا کہ ہمارا راز
فاش ہو گیا۔ لیکن قلوپطرہ نے مجھ سے صرف یہ پوچھا کہ قدیم روایتوں کے مطابق کیا واقعی
خوفو کے ہرم میں بہت بڑا خزانہ دفن ہے؟ ہرماسیس! یہ ملکہ چونکہ بڑی عیاش اور فضول
خرچ ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ دولت کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ وہ خوفو کے ہرم کو
کھولنے کی فکر میں ہے۔ خیر تو میں اس کے اس سوال پر ہنس پڑا اور جواب دیا .... ملکہ
مصر! فرعون خوفو نے یہ ہرم اپنی لاش رکھنے کے لئے بنوایا تھا اور اب اس ہرم میں اس کی
ممی ہی ہے۔ ملکہ معاف کریں غلام اس ہرم کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ وہ
فرعون خوفو کا مقبرہ ہے .... یہ سن کر قلوپطرہ غصہ سے پیر پٹخنے لگی اور بولی .... کچھ بھی ہو
میں اس ہرم کا راز معلوم کر لوں گی چاہے اس کوشش میں میری پوری عمر ہی کیوں نہ گزر
جائے .... میں نے پھر ہنس کر کہا .... ملکہ ایک مثل مشہور ہے کہ پہاڑوں کی عمر انسانوں کی
عمر سے زیادہ ہوتی ہے۔"

سیپا نے کہا۔ "اس حاضر جوابی پر قلوپطرہ مسکرا دی اور اس نے مجھے رخصت کر دیا۔
پھر سیپا نے مجھ سے کہا کہ میں کل ہی قلوپطرہ کو دیکھ سکوں گا۔

"کل قلوپطرہ کی سالگرہ ہے۔" انہوں نے کہا۔ "اور وہ دیوی ایزیس کے لباس میں
اپنے محل سے نکل کر شہر کی سڑکوں پر سے گزرتی ہوئی یونانیوں کے دیوتا زیوس کے مندر
میں قربانی چڑھائی جائے گی اور اس کے بعد ہرماسیس! تمہیں قلوپطرہ کے دربار میں پہنچانے
کی تدبیر کی جائے گی۔"

میں بے حد تھکا ہوا تھا اس لئے جلد ہی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن اس رات بھ
بہت کم نیند آئی۔ ایک تو جگہ نئی تھی اور پھر بہت سے خیالات پریشان کر رہے تھے۔ چنا
ساری رات سوتا جاگتا رہا۔ اور جب بیدار ہوا تو ابھی اندھیرا ہی تھا۔ میں گھر کی چھت پر
بیٹھا۔ مشرق افق پر ہلکا ہلکا اجالا پھیلنے لگا۔ اجالا آہستہ آہستہ نیچے اترا اور اس نے قلوپ
کے محلات کو جگمگا دیا۔ پھر وہ گنبد جگمگا اٹھا جس کے اندر اسکندریہ مقدونی ابدی نیند سو
ہے رفتہ رفتہ اسکندریہ کا پورا شہر اس ٹھنڈی روشنی میں نہا گیا۔ اور میں اس شہر
خوبصورتی دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور میں نے سوچا کہ بہت جلد یہ خوبصورت شہر میرے قب
میں ہوگا۔ بہرحال میں نے دیوی ایزیس کی عبادت کی اور نیچے آگیا۔

چھت کے عین نیچے والے کمرے میں سیپا بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ بڑ
اسکندریہ پر سورج طلوع ہونے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

"تو کیا خیال ہے تمہارا اس شہر کے متعلق؟" انہوں نے پوچھا

"بے حد خوبصورت شہر ہے۔ سچ پوچھئے تو مجھے یہ دیوتاؤں کا شہر معلوم ہوا۔"

"واقعی یہ دیوتاؤں کا شہر ہے۔" انہوں نے غصہ سے کہا۔ "لیکن باطل اور مکا
دیوتاؤں کا' شہر کا ہے یہ گناہوں اور غلاظتوں کا کنواں ہے۔ کاش کہ یہ شہر کھنڈر ہو جا
کاش کہ اس کی ساری دولت غرق دریا ہو جاتی' ہرماسیس! کہیں ایسا نہ ہو کہ اس شہر
خوبصورتی تمہیں لبھائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں کے باطل اعتقادات تمہارے
اعتقادات پر غالب آجائیں' ہرماسیس! اس شہر کی فضا زہر آلود ہے اور زہریلی فضا
مذہب کے مقدس پر جھڑ جاتے ہیں۔ ہوشیار رہنا مبادا تم ڈگمگا جاؤ۔ جب تم مصر کے خدا
بنو تو اس شہر کو کھود ڈالنا اور اپنے اجداد کے پائے تخت محفں کو اپنا دارالسلطنت بنانا۔
جان لو ہرماسیس کہ اسکندریہ تباہی و بربادی کا دروازہ ہے۔ اگر یہ دروازہ کھلا رہا تو بہت
قومیں مصر پر چڑھ آئیں گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسی دروازے سے مصر میں نئے مذا
بھی داخل ہو جائیں گے' یاد رکھو ہرماسیس! فرعون بنتے ہی اس شہر کو روئے زمین پر سے
دینا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیپا کی بات میں سچائی تھی۔ تاہم اسکندریہ مجھے بے حد خوبصورت شہر معلوم ہوا تھا اور میں دل ہی دل میں افسوس کر رہا تھا کہ اس خوبصورت شہر کو میں نیست و نابود کروں گا ..... جب ہم کھانا کھا چکے تو سیپا نے کہا کہ ہمیں قلوپطرہ کا جلوس دیکھنے چلنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ دوپہر سے پہلے محل سے باہر نہ آئے گی۔ لیکن اسکندریہ کے لوگ' انہوں نے کہا' کچھ دیوانے سے ہیں اور ابھی سے سڑکوں پر جمع ہو گئے ہوں گے اور یہ کہ اگر اسی وقت ہم اپنی جگہ پر نہ پہنچ گئے تو پھر راستہ نہ ملے گا۔ چنانچہ ہم اس مچان کی طرف چلے جو لب سڑک بنایا گیا تھا اور جہاں سے قلوپطرہ کی سواری گزرنے والی تھی' ماموں سیپا نے وہ جگہ خطیر رقم دے کر ایک دن کے لئے کرایہ پر لے لی تھی۔

سیپا کا کہنا غلط نہ تھا سڑک پر لوگوں کا اژدہام تھا اور ہم اس کے بیچ میں سے راستہ بنائے ہوئے بمشکل اس مچان تک پہنچے جسے سیپا نے ایک دن کے لئے کرائے پر لے لیا تھا۔ اور جس پر دھوپ سے بچنے کے لئے شامیانہ تان دیا گیا تھا۔

مچان پر ایک چوبی نشست رکھی ہوئی تھی جس پر ہم بیٹھ گئے مجمع بڑھتا جا رہا تھا لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور فحش مذاق کر رہے تھے بیزار کن انتظار کے بعد یونانی سپاہی آئے اور راستہ صاف کرتے ہوئے گزر گئے۔ لوگ دائیں بائیں دب کر مودب کھڑے ہو گئے لیکن شور کم نہ ہوا۔ پھر شاہی نقیب آئے جنہوں نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کے لئے کہا۔ لیکن وہ اور بھی زور سے چلانے اور تالیاں پیٹنے لگے نقیبوں نے چلا کر کہا ملکہ مصر قلوپطرہ کی سواری آ رہی ہے یہ سنتے ہی لوگ جیسے پاگل ہو گئے اور ایک دوسرے پر گر پڑنے لگے۔ اور اب مقدونی سپاہیوں کا ایک ہزار کا دستہ گزرا۔ ان کے پیچھے سسلی اور گالیا کے سپاہیوں کے دستے تھے۔ پھر نو سو گھوڑے سوار گزرے گھڑ سواروں کا یہ دستہ "آہن پوش" کہلاتا تھا۔ کیونکہ سواروں اور ان کے رہوار بھی آہن پوش تھے۔ اس دستے کے بعد جوان اور خوبصورت غلاموں اور کنیزوں کا گروہ آیا۔ یہ سب کے سب زر تار کپڑوں میں ملبوس تھے اور سر پر سونے کے تاج رکھے ہوئے تھے یہ گروہ بھی گزر گیا اور اب ایسی خوبصورت عورتوں کا گروہ آیا جو نیم عریاں تھیں یہ عورتیں سڑک پر عطریات چھڑکتیں اور گلاب کے

پھول بکھیرتیں گزر گیئں اور اب شور ہو۔ "قلوپطرہ ' قلوپطرہ " اور میں اپنی سانس روا کراس عورت کو دیکھنے کے لئے آگے جھک گیا جو دیوی ایزلیس کا لباس پہننے کی جرائت سکتی تھی۔

لیکن ہماری مچان کے سامنے ایسی بھیڑبھاڑ ہو گئی تھی کہ میں ٹھیک سے دیکھ نہ سکا چنانچہ شوق سے بے تاب ہو کر مچان سے نیچے اتر آیا اور بھیڑ میں سے راستہ بنا تا سب آگے جا کھڑا ہوا۔ ابھی مجھے اگلی صف میں پہنچے چند ثانیے ہی گزرے تھے کہ نوبیا کے فام غلام عشق پیچاں کے پتوں کے تاج سر پر رکھے بھاگتے ہوئے آئے اور بڑی بے درد سے لوگوں کو مار مار کر پیچھے ہٹانے لگے ان غلاموں میں ایک غلام جو دوسروں کا سردار معل ہوتا تھا۔ دہرے بدن کا دیو قامت اور بالکل ہی وحشی تھا وہ اندھا دھند لوگوں کو مار مار پیچھے ڈھکیل رہا تھا وہ دیو قامت غلام لوگوں کو مارتا اور بھینسے کی طرح ڈکراتا اس جگہ جہاں میں کھڑا تھا میرے قریب ہی ایک عورت اپنی گود میں بچہ لئے کھڑی تھی اور چہ اور لباس سے مصری معلوم ہوتی تھی اس سیاہ فام دیو نے بے وجہ ہی اس عورت کے سر اس زور سے ڈنڈا مارا کہ وہ تڑپ کر گری اور لوگ غصہ اور نفرت سے منہ ہی منہ میں بڑانے لگے۔ اپنی قوم کی عورت کو گرتے دیکھ کر مارے غصہ کے میرا خون کھولنے لگا۔ م نے جزیرہ قبرس کا بنا ہوا اور زیتوں کی لکڑی کا اپنا عصا سنبھالا اور اس سیاہ فام دیو کی طر لپکا۔ جو عورت اور اس کے بچے کو خاک میں لوٹتے دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔ میں عصا بلند کیا اور اس ظالم دیو پر وار کیا۔ عصا اس کے کندھے پر پڑا اور "تڑاخ" سے ٹو گیا نوبیائی غلام کے کندھے سے خون بہنے لگا وہ درد اور تکلیف سے چلا کر پیچھے ہٹا ا وفعتا" پلٹ کر مجھ پر جھپٹا۔ لوگوں نے دائیں بائیں دب کر ہمارے لڑنے کے لئے بیچ جگہ بنا دی۔ اسکندریہ کے لوگ اس طرح کی کشتی کو بہت پسند کرتے تھے البتہ عورت جہا گری تھی وہیں بیٹھ رہی کیونکہ ضرب کے صدمے سے وہ اٹھ نہ سکی تھی۔

غلام تیزی سے میری طرف آیا جیسے پل بھر میں مجھے کچل کر رکھ دیگا۔ میں نے ا دائیں ہاتھ کا گھونسہ پوری قوت سے اس کی ناک پر رسید کر دیا۔ کاہن کے کلھاڑے کی

ضرب کے بعد لڑکھڑاتے ہوئے بیل کی طرح وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اور اردگرد کھڑے ہوئے لوگ چلانے لگے۔ بعد میں مجھے معلوم ہو کہ یہ غلام بہت طاقتور اور "تیغ زن" کے نام سے مشہور تھا اور بہت زیادہ معزور بھی۔ وہ اٹھا' کچھ دیر تک کھا جانیوانی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر اپنی قوت سمیٹ کر اس نے ڈنڈا بلند کیا۔ ڈنڈا ہوا کاٹتا ہوا "سوں" سے میرے سر کی طرف چلا اور اگر میں نے جھک کر اس کا وار بچا نہ لیا ہوتا تو وہ میری آخری گھڑی تھی۔ ڈنڈا زمین پر گرا اور اس کے ٹکڑے اڑ گیئے۔ لوگ پھر چلائے سیاہ فام دیو غصہ سے دیوانہ ہو کر مجھے مار ڈالنے کے لئے جھپٹا۔ میں نے اچھل کر اس کا گلا پکڑ لیا مجھے احساس تھا کہ میں اسے پچھاڑ نہ سکوں گا۔ اس نے مجھ پر گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی۔

لیکن میں نے اس کا گلا نہ چھوڑا میری گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ ہم دونوں گول گول گھوم رہے تھے۔ وہ اپنا گلا چھڑانا چاہتا تھا اور میں چھوڑنا نہ چاہتا تھا جب اس کا کچھ زور نہ چلا تو اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح وہ میری گرفت سے اپنے آپ کو کو آزاد کرائے گا۔ لیکن میں گوہ کی طرح اس سے چمٹ گیا اور ہم دونوں زمین پر لڑھکنے لگے۔ سیاہ فام دیو کا دم گھٹنے لگا تھا۔ میں نے اپنا ایک گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا۔ اور اگر ماموں سیپا جو وہاں آگیئے تھے اور دوسرے لوگوں نے مجھے اس پرے کھینچ لیا نہ ہوتا تو میں اس کا تمام کر چکا تھا۔

اس عرصہ میں قلوپطرہ کا ریچھ جس کے آگے ہاتھی اور پیچھے چیتے تھے وہاں آگیا تھا اور گڑبڑ کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ میں نے گردن اٹھا کر پہلی دفعہ قلوپطرہ کو دیکھا۔ میرے کپڑے تار تار اور نوبیائی غلامی کے خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ قلوپطرہ کا رتھ پورا کا پورا سونے کا تھا اور اس میں بارہ سفید کوتل گھوڑے جتے ہوئے تھے اور اس سنہرے رتھ میں قلوپطرہ ملکہ مصر' اپنی ساری رعنائیوں اور فتنہ سامانیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اس کے پیچھے دو لڑکیاں جو یونانی لباس پہنے تھیں کھڑی ہولے ہولے سنہرے پنکھے جھل رہی تھیں' قلوپطرہ کے سر پر دیوی ایزیس کی علامت کا سنہرا تاج تھا۔ یعنی دو سینگوں کے بیچ میں پھنسا ہوا چاند اس کے نیچے سونے کا سانپ تھا جس کا پھن قلوپطرہ کی پیشانی پر تھا

سانپ کے نیچے گدھ کا تاج تھا جس کے بازوؤں میں جواہرات اور آنکھوں میں لعل جڑے ہوئے تھے۔ اور اس تاج کے نیچے سے ملکہ کے گھنگھور کالے بال نکل کر اس کے قدموں تک آئے تھے۔ اس کی صراحی دار گردن میں زمرد اور مرجان کا گلوبند پڑا ہوا تھا اور اس کی سڈول اور گوری کلائیوں میں مینا کاری کے کنگن تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں عصا تھا جو زندگی' قوت اور دوام کا نشان تھا اور دوسرے ہاتھ میں مصر زریں۔ اور مصر بالا کی علامت یہ دونوں چیزیں بھی سونے کی تھیں قلوپطرہ کی دودھیا چھاتیاں عریاں تھیں لیکن ان کے نیچے ایک بڑے سے ہیرے کی مدد سے چغہ بندھا ہوا تھا۔ جو سانپ کی کینچلی کی طرح چمک رہا تھا۔ اور جس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔

یہ سب چیزیں میں نے ایک نظر میں دیکھ لیں اور پھر اس کے چہرے کی طرف نظر کی اس چہرے کی طرف جس نے جولیس سیزر کو ورغلایا تھا اور مصر کو برباد کیا تھا ہاں میں نے اس چہرے کی طرف نظر کی جو یونانی حسن کا مکمل نمونہ تھی۔ گول اور خوبصورت ٹھوڑی سرخ رس بھرے ہونٹ' ستوان ناک اور چھوٹے چھوٹے پھڑکتے ہوئے نتھنے اور نیم صدف کے سے کان چوڑا اور سیمیں ماتھا جن پر گھنگھریالے بالوں کی لٹیں لہرا رہی تھیں کمان کی سی بھوئیں اور لانبی پلکیں۔ میرے سامنے حسن کا مکمل نمونہ تھا۔ قلوپطرہ کا دیوتاؤں نے اپنے ہاتھ اور بڑے شوق سے گڑھا تھا۔ اس میں کوئی خامی کوئی نقص نہ تھا اور آنکھیں۔ اس کی آنکھیں بے حد خوبصورت اور عجیب تھیں صحرا کی رات کی طرح گمبھیر اور مواج سمندر کی طرح متلاطم جن سے جلال عیاں تھا سنجیدگی بھی' زیرکی اور جذبات بھی میں نے حسن کا وہ عجوبہ دیکھا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا حالانکہ میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی ہے اس وقت تک میں ناآشنائے حسن تھا تاہم میں نے یہ ضرور معلوم کر لیا کہ قلوپطرہ کا ظاہری حسن ہی سب کچھ نہ تھا۔

صرف اس کا ظاہری حسن ہی کشش کا باعث نہ تھا' بلکہ کشش تو اس شعلہ زن بدن میں بھی جو دودھیا جلد کے نیچے سے جھانک رہی تھی دوسرے لفظوں میں قلوپطرہ ایک شعلہ تھی۔ سراپا شعلہ۔ ایسی عورت نہ پہلے کبھی تھی اور نہ آئندہ کبھی ہوگی۔ قلوپطرہ کے

بدن سے شعلے سے پھوٹ رہے تھے یہ شعلے نظر نہ آتے تھے۔ قلوپطرہ شعلہ بدن عورت تھی لیکن جب اس کے جذبات بیدار ہوتے ہونگے جب وہ اپنی لانبی لانبی پلکیں اٹھاتی ہو گی۔ جب اس کی خوبصورت گھمبیر آنکھوں میں گلابی ڈورے پڑ جاتے ہوں گے جب اس کے سرخ ہونٹ وا ہوتے ہوں گے اور جب اس کی سریلی آواز انسانوں کو ایک دوسری ہی دنیا میں پہنچا دیتی ہوگی تو دیوتا جانیں اس وقت یہ عورت کیا غضب ڈھاتی ہوگی۔ اس عورت میں وہ سارا حسن وہ ساری شان و شوکت یکجا تھی جس کا کچھ حصہ دیوتاؤں نے ساری دنیا کی عورتوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ قلوپطرہ میں وہ تمکنت اور وقار تھا جو شاید کسی بادشاہ کو نصیب ہوا ہو اور اس حسن و تمکنت اور وقار کے ساتھ ہی ساتھ قلوپطرہ میں دنیا کی ہر برائی بھی جمع ہو گئی تھی۔ وہ قوانین اور مذہب کا مذاق اڑاتے ڈرتی نہ تھی۔ وہ دیوتاؤں کو ایک دل بہلاوا اور حکومتوں کو کھلونا سمجھتی تھی اور اپنی خواہشات کے پودے کو طاقتور اور جوان مردوں کے سرخ خون سے سینچتی تھی ساری خوبیاں اور ساری برائیاں اس عورت میں جمع تھیں جنہوں نے قلوپطرہ کو طوفانوں کی طرح تباہ کن' بادلوں کے سینے میں دوڑتی ہوئی بجلی کی طرح دلکش اور طاعون کی طرح ظالم بنا دیا تھا۔ کوئی بھی اسے بھلا نہ سکتا۔ وہ خوبصورت دیوی بھی تھی اور چڑیل بھی وہ جہنم کی آگ بھی تھی اور نخلستانی چشمے کا ٹھنڈا میٹھا اور فرحت بخش پانی بھی۔ دیوتا قلوپطرہ جیسی دوسری عورت پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔

قلوپطرہ کاہلی سے آگے کی طرف جھکی گڑبڑ کی وجہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ کیونکہ اس کی آنکھیں خوابیدہ سی تھیں دفعتاً" ان کی رنگت بدلی اور ان میں عجیب طرح کی چمک تھی پھر ان سے بے پروائی ظاہر ہونے لگی۔ اور جب اس نے "تیغ زن" غلام کو مردے کی طرح زمین پر پڑا دیکھا تو اس کی آنکھیں میں حیرت کی چمک آ گئی۔ اس نے اپنے محافظوں سے کہا۔ وہ آگے بڑھے اور مجھے پکڑ کر قلوپطرہ کے سامنے لے گئے۔ مجھے اور ہر آدمی کو یقین تھا کہ ملکہ مصر میرے قتل کا حکم دیدے گی۔

میں قلوپطرہ کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ اس کے حسن و جمال نے مجھے دم بخود کر دیا تھا۔ لیکن میں دل ہی دل میں اس سے نفرت کرتا تھا۔ وہ غالب تھی۔ وہ حسن فروش اور بدکار تھی۔ میرے دل میں نفرت ابل رہی تھی لیکن میں خود اس کا حسن دیکھ کر حواس باختہ ہو رہا تھا۔ وہ چند ثانیوں تک مجھے دیکھتی رہی۔ اور پھر ملائم اور شیریں آواز میں بولی۔

"مصری جوان"! کون ہو تم اور کیوں تم نے میرے خاص غلام کو مار ڈالنا چاہا؟ غالباً تم نہیں جانتے کہ تمہاری اس جرائت کی سزا کیا ہوگی؟؟"

"ملکہ مصر! میں ہرماسیس ہوں۔ البیدس کے کاہن اعظم' آمن حت' کا منہ بولا بیٹا۔ میں نجومی ہوں اور مصر کے اس زبردست شہر میں قسمت آزمائی کرنے آیا ہوں۔ ملکہ مصر! مجھے بے وجہ ہی اس غلام پر غصہ نہیں آیا۔ یہ سب لوگ گواہ ہیں۔ کہ غلام نے ایک کمزور عورت کے سر پر بے وجہ ہی ڈنڈا رسید کر دیا تھا۔ میں اس کی اس ظالمانہ حرکت کو برداشت نہ کر سکا اور اس سے بھڑ گیا۔

"ہرماسیس!" قلوپطرہ نے کہا۔ "جتنے خوبصورت تم ہو اتنا ہی خوبصورت تمہارا نام بھی ہے۔"

پھر وہ ایک غلام کی طرف گھوم گئی' جس نے یہ ہنگامہ دیکھا تھا۔ اور پورا واقعہ صحیح بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا' پھر قلوپطرہ اس پنکھا بردار لڑکی کی طرف گھوم گئی جس کی آنکھیں صحرائی غزال کی سی تھیں۔ اور بال گھنگھریالے تھے۔ وہ چند ثانیوں تک اس لڑکی سے چپکے ہی چپکے کچھ پوچھتی رہی۔ لڑکی نے کچھ جواب دیا۔ اب قلوپطرہ نے نوبیا کے سیاہ فام دیو کو آگے لانے کا حکم دیا۔ جسے اس اثناء میں ہوش آگیا تھا' محافظ اسے پکڑ کر قلوپطرہ کے سامنے لے آئے۔ محافظ' عورت اور اس کے بچے کو بھی قلوپطرہ کے سامنے لے آئے۔

"کتے" قلوپطرہ نے کہا۔ "بزدل! ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے تجھے شرم نہ آئی۔ اچھا میں تجھے ایسا سبق دوں گی کہ تو پھر کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھا سکے گا۔ محافظو اس کا بایاں ہاتھ کاٹ لو۔"

یہ حکم دینے کے بعد وہ اپنے سنہری رتھ پر نیم دراز ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں پھر بادل سے منڈلانے لگے۔ محافظوں نے نوبیائی غلام کو مضبوطی سے پکڑا اور اس کی چیخوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک طرف کو چل دیئے۔ قلوپطرہ کی سواری آگے بڑھی اور اس وقت صحرائی غزال کی سی آنکھوں والی پنکھا بردار لڑکی نے گھوم کر میری طرف دیکھا' مسکرائی اور اپنی گردن یوں ہلائی جیسے وہ مجھ سے بہت خوش ہو۔ میں اس کی اس حرکت کو سمجھ نہ سکا اور اپنی جگہ حیران کھڑا رہ گیا۔

ارد گرد کھڑے ہوئے لوگ بھی خوشی کے نعرے لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب میں جلد ہی ملکہ کا خاص نجومی بن جاؤں گا۔ لیکن ماموں سیپا نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ وہ مجھے ڈانٹ رہے تھے اور میری کوتاہ اندیشی کا رونا رو رہے تھے۔ لیکن جب ہم اپنے گھر کے صحن میں داخل ہوئے تو انہوں نے مجھے ایک جوش کے عالم میں گلے لگا لیا۔ اور کہا کہ مصر کے تاج و تخت کے وارث کو ایسا ہی طاقتور ہونا چاہئے اور یہ کہ دیوتاؤں کی مدد میرے شامل حال ہے اور میں بہت جلد اپنے اجداد کے تخت پر قبضہ کر لوں گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی دیوتاؤں کی ایک نشانی تھی کہ میں نے نوبیائی غلام کو اٹھا پھینکا تھا اور میرے بدن پر ایک خراش تک نہ آئی تھی۔

شارمن

اسی رات کا ذکر ہے کہ میں ماموں سیپا کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ کسی نے دروازہ پر آہستہ سے دستک دی۔ دروازہ کھولا گیا اور سیاہ چغے میں ملبوس ایک لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنے آپ کو چغے میں اس طرح لپیٹ رکھا تھا کہ اس کا چہرہ اچھی طرح نظر نہ آتا تھا۔ سیپا اپنی جگہ سے اٹھے اور اس لڑکی نے خفیہ طور پر الفاظ کہے۔

"میں آگئی ہوں مقدس۔" لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔ "ملکہ کی رنگ رلیوں جشن میں سے اٹھانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن میں نے ملکہ سے کہا کہ دن کی گڑبڑ اور گرمی سے میرا دماغ بھنا گیا ہے اور تب ملکہ نے مجھے محفل سے اٹھنے دیا۔"

"اچھا چغہ اتار دو یہاں تم محفوظ ہو۔" سیپا نے کہا۔

لڑکی نے اپنے چغے کے بند کھول دیئے اور وہ اس کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا۔ اور میرے سامنے وہی حسین پنکھا بردار لڑکی تھی۔ جس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا تھا اور گردن ہلائی تھی۔ وہ جوان اور خوبصورت تھی۔ اور یونانی لباس پہنے تھی جس کی وجہ سے اس کی ابھری ہوئی چھاتیوں نصف کے قریب عریاں تھیں۔ اس کے لمبے اور گھنگریالے بال ریشمی فیتے سے بندھے ہوئے تھے اور اس کے چھوٹے چھوٹے نازک پیروں میں سنہری ڈوریاں والے پیر تلے تھے۔ اس کی جھکی جھکی پلکوں کے سائے ان رخساروں پر رینگ رہے تھے جو کھلے ہوئے گلاب کی طرح تھے۔ اس کے پتلے سرخ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور گالوں پر خوبصورت گڑھے۔

سیپا کی نظر لڑکی کے یونانی لباس پر پڑی تو وہ غصہ سے لال ہوگئے۔

"شارمن! یہ کیا؟" انہوں نے اس کے لباس کی طرف اشارہ کیا۔ "تمہاری ماں جو کپڑے پہنا کرتی تھی ان میں کیا برائی تھی کہ تم نے اپنے لئے یہ بے تھکا لباس پسند کیا؟ تم یہاں اپنے حسن کی نمائش کرنے اور لوگوں کے دل لبھانے نہیں آئی ہو۔ تف ہے تم پر کہ تم نے اپنا قومی لباس چھوڑ دیا۔"

"خفا نہ ہوں مقدس کاہن۔" شارمن نے کہا۔ "غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ میں جس کی خادمہ ہوں وہ اسی لباس کو پسند کرتی ہے۔ ملکہ کی خدمت میں رہ کر مصری لباس پہننا گویا اس کے دل میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت میں بڑی جلدی میں آئی ہوں۔"

اور اس تمام عرصہ میں وہ برابر کنکھیوں سے میری طرف دیکھتی رہی تھی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو" سیپا نے کہا۔ لیکن اپنی قسم اور اپنا فرض بھول نہ جانا۔ ہاں اپنے اس حسن کو البتہ بھول جاؤ جو ایک لعنت ثابت ہو سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اپنے حسن کے غرور میں تم کوئی ایسا کام کر گزرو تمہارے لئے بہتر نہ ہو۔ یاد رکھو شارمن اگر تم نے ہم سے دغا کی تو تم بچ نہ سکو گی۔ تم اس دنیا اور آنتی میں بھی چین نہ پاسکو گی۔" سیپا کی گونج دار آواز کمرے کی خاموشی میں بڑی بھیانک معلوم ہو رہی تھی۔ "اور یہ نہ بھولو شارمن کہ تمہیں ایک خاص کام سے قلوپطرہ کی خادماؤں میں داخل کیا گیا ہے۔ ورنہ کسی بھی مصری عورت کا اس بدکار ملکہ کی خدمت کرنا آنتی کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ خیال رہے وہاں کی عیاشیاں تمہیں لبھا نہ لیں۔ وہاں کی جگمگاتی راتیں تمہیں اپنے فرض سے غافل نہ کردیں۔ وہاں کی بدکاریاں تمہارے پاکدامن کو داغدار نہ کردیں اور تم اپنا فرض بھول کر مصیبت کے دلدل میں نہ پھنس جاؤ۔ میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں شارمن کہ اگر ایسا ہوا تو تمہارا حشر بہت برا ہوگا۔

"شارمن" سیپا نے کچھ دیر بعد کہا۔ بعض دفعہ میرا اعتبار تم پر سے اٹھ جاتا ہے۔ دو راتوں پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ تم ایک صحرا میں کھڑی قہقہے لگا رہی ہو۔ تم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور آسمان سے خون برسنے لگا۔ پھر خونی آسمان نے سر جھکا کر پورے مصر کو ڈھک لیا۔۔۔۔۔ لڑکی! یہ خواب میں نے دیکھا اور اس کی تعبیر کیا ہے یہ میں نہیں جانتا۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ پھر بھی عجیب بات ہے کہ میں نے ایسا خواب دیکھا۔ تم میری عزیز دار ہو میں تمہیں بیٹی کی طرح چاہتا ہوں۔ لیکن سن لو شارمن، اگر تم نے ہمیں دھوکا دیا تو میں تمہارے یہ خوبصورت سڈول

بازو، جس کی نمائش تم اس وقت کر رہی ہو کاٹ کر چیل کوؤں کے سامنے ڈال دونگا۔ ا[ب]
وقت آیا جس کا خواب میں نے دیکھا ہے تو' دیوتاؤں کی قسم' میں اپنے ہاتھوں سے تم[ہاری]
گردن ماردوں گا۔ پھر گدھ تمہاری کھوپڑی توڑ کر تمہارا بھیجا کھائیں گے۔ تمہاری لا[ش]
بے گورو کفن پڑی رہے گی جسے گیدڑ ویرانوں میں گھسیٹتے پھریں گے۔ اور تمہاری رو[ح]
گھر نہ پاکر آوارہ و پریشان بھٹکتی رہے گی۔"

شارمن خوف و دہشت سے بے اختیار کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اور دونوں ہاتھوں [سے]
اپنے چہرہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

"ایسی بد دعا مت دیجئے۔ اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "آخر کیا قصور ہوا ہے
سے میں آپ کے اس بھیانک خواب کے متعلق کچھ نہیں جانتی اور نہ میں رمال ہوں
خواب کی تعبیر بتا سکوں۔ کیا میں نے آپ کے ہر حکم کی تعمیل نہیں کی؟ کیا میں نے آپ
قلوپطرہ کے محلات کی ایک ایک بات نہیں بتائی؟ کیا میں نے اپنے مقصد کی خاطر قلوپطرہ
اس قدر اعتماد حاصل نہیں کیا ہے کہ وہ مجھے اپنی بہن سمجھنے لگی ہے اور مجھ سے کوئی
نہیں چھپاتی؟ کیا میں آپ کی جاسوس اور ملکہ کی رازدار نہیں بن گئی ہوں۔ کیا میں
قلوپطرہ کی اور محلات کے غلاموں اور کنیزوں کی نظر میں ایک خاص درجہ حاصل نہیں
ہے؟ میں نے یہ سب کچھ کیا ہے پھر بھی آپ مجھے سرزنش کرتے ہیں اور میری طرف
مطمئن نہیں ہیں سوائے اس کے اور کیا کہوں کہ میری قسمت ہی بری ہے۔"

اور پھر وہ رونے لگی اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس حالت میں وہ اور بھی زیادہ ح[سین]
معلوم ہو رہی تھی۔

"بس اب یہ رونا دھونا بند کرو۔" سیپا نے چڑ کر کہا۔ "میں نے جو کچھ کہہ دیا وہ
نہ تو ہو نہیں سکتا۔ لیکن خیال رہے اب کبھی یہ بے شرمی کا لباس پہن کر ہمارے سا[منے]
آنا۔ ہم یہاں اپنی آنکھیں سینکنے نہیں آئے ہیں۔ لڑکی! دیکھو! یہ ہے تمہارا بادشاہ
بھائی۔"

اس نے فوراً اپنی آنکھیں پونچھ کر میری طرف دیکھا۔ جیسے وہ کبھی روئی ہی نہ تھی

میں سمجھتی ہوں شاہزادے ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں۔" اس نے کہا۔

"شارمن! تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔" میں نے شرم سے سرخ ہو کر کہا۔ کیونکہ
آج سے پہلے میں نے کبھی کسی لڑکی سے بات نہ کی تھی۔ "جب میں سیاہ فام غلام سے
بہت بہ گریباں تھا تو تم قلوپطرہ کے رتھ میں اس کے پیچھے کھڑی پنکھا جھل رہی تھیں۔
کیوں اب یاد آیا۔"

"ہاں یاد آیا" اس نے کہا۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچنے لگی اور اس کی
آنکھوں میں بجلیاں سی کوند گئیں۔ "اُفوہ! کیا بہادری سے لڑے تھے تم۔ میں کھڑی تم دونوں
کو زمین پر لوٹتے دیکھ رہی ہوں اور حالانکہ اس وقت تمہیں نہ جانتی تھی لیکن دل سے یہی
چاہتی تھی کہ فتح تمہاری ہی ہو۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ اس کا بایاں ہاتھ اڑا دینے کا مشورہ
میں نے ہی قلوپطرہ کو دیا تھا۔ اگر اس وقت میں تمہیں جانتی ہوتی تو دیوتاؤں کی قسم اس
منحوس کی گردن اڑا دیتی۔"

اور وہ عجیب نظروں سے میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"تم یہ کیا فضول باتیں لے کر بیٹھی ہو۔" سیپا نے کہا۔ "وقت بہت کم ہے اور کام
بہت زیادہ۔ مطلب کی بات کرو اور جلدی سے رخصت ہو جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قلوپطرہ
تمہاری طرف سے کھٹک جائے۔"

"اے مصر کے ہونے والے فرعون اپنی اس کنیز کی بات ذرا غور سے سنئے۔" شارمن
نے کہا "میں تمہارے چچا کی لڑکی ہوں۔ میرے والد کا جو تمہارے والد کے حقیقی بھائی تھے
عرصہ ہوا کہ انتقال ہو چکا ہے۔ مطلب یہ کہ میری رگوں میں بھی وہی شاہی خون گردش
کر رہا ہے جو تمہاری رگوں میں ہے۔ میں بھی تمہاری ہی طرح مصر کے قدیم مذہب کی
معتقد ہوں۔ اور ان ہی دیوتاؤں کو پوجتی ہوں جنہیں تم پوجتے ہو۔ مجھے بھی یونانیوں سے
نفرت ہے۔ اور تمہیں مصر کے تخت پر بیٹھے دیکھنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ اسی لئے میں اپنی
حیثیت فراموش کرکے عارضی طور پر قلوپطرہ کی خادمہ بن گئی ہوں۔ تاکہ میں اپنی قابلیتوں
سے وہ زینہ تیار کرلوں جو وقت آنے پر تمہیں مصر کے تخت تک پہنچادے۔ اور اے مصر

کے ہونے والے فرعون! وہ زینہ تیار ہو چکا ہے۔"

"اور اب سنو ہمیں کیا کرنا ہے۔ سب سے پہلے تمہیں قلوپطرہ کے محل میں داخل ہو اپنے اثر جمانا ہے۔ پھر خواجہ سراؤں اور خاص خاص افسروں کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانا ہے کئی ایک کو میں ملا چکی ہوں۔ اس کے بعد تم قلوپطرہ کو قتل کر دو گے اور ساتھ خفیہ راستوں سے گزرتے ہوئے محلات کے صدر دروازے پر پہنچو گے۔ ہم کھول دیں گے۔ سپاہ چند بہادروں کے ساتھ باہر منتظر کھڑے ہوں گے۔ جو دروازہ کھلے اندر گھس آئیں گے اور ان محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے جو قلوپطرہ کے کی خبر سن کر پہلے ہی سے بدحواس اور پریشان ہوں گے۔ البتہ جو لوگ ہمارے وفادار ہوں یا اس کا وعدہ کریں گے ان کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ اور یوں قلوپطرہ کے محلات تمہارا قبضہ ہو جائے گا۔

"اس کے دو ہی دن بعد اسکندریہ بھی تمہارے قبضہ میں ہو گا۔ عین اسی وقت کے ان شہروں میں جہاں کے لوگ تمہیں فرعون تسلیم کر چکے ہیں بغاوت ہو جائے گی اس طرح قلوپطرہ کی موت صرف دس منٹ بعد تم مصر زیریں اور مصر بالا کا تاج اپنے رکھ لو گے۔ تو یہ ہے ہماری تجویز! ہرچند کہ اتوال را کے کاہن میرے متعلق کچھ رائے نہیں رکھتے۔ لیکن اے مصر کے ہونے والے فرعون! تم دیکھ سکتے ہو کہ میں فرض کس خوبی اور تندہی سے انجام دے رہی ہوں۔"

"میں نے تمہاری باتیں سنیں شارمن۔" میں نے کہا۔ "یقین نہیں آتا تھا کہ کم عمر لڑکی (کیونکہ اسکی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی) سازش کا ایسا زبردست جال بن ہے۔ یہ خاکہ پورا کا پورا شارمن ہی کا بنایا ہوا تھا۔ لیکن پہلی ملاقات میں اس لڑکی کو نہ سکا تھا۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا "لیکن یہ بتاؤ کہ قلوپطرہ کے محل میں کیا صورت ہو گی۔"

"بے حد آسان کام ہے یہ تو قلوپطرہ کو جوان اور طاقتور مرد بہت پسند ہیں اور

ہونے والا فرعون کنیز کی اس گستاخی کو معاف کر دے ــــ تم خوبصورت بھی ہو اور طاقتور بھی ــــ قلوپطرہ نے تمہیں دیکھا اور دو دفعہ مجھ سے کہا کہ میں معلوم کروں کہ یہ خوبصورت اور طاقتور نجومی کہاں رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے کہا "جو نجومی "تیغ زن" کو اٹھا کر پٹخ دے گا وہ یقیناً علم نجوم میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا ہو گا۔ اور مصر کے ہونیوالے فرعون! میں نے وعدہ کر لیا کہ بہت جلدی اس نجومی کا پتہ لگا لوں گی۔ اور ہاں۔ اب سنو۔ دوپہر کو تم محل کے صدر دروازے پر آجانا اور محافظوں سے کہنا کہ تم خاتون شارمن سے ملنا چاہتے ہو میں وہیں تمہیں ملوں گی اور چونکہ آج ہی قلوپطرہ سے تمہاری باریابی کی اجازت لے لوں گی۔ اس لئے اسی وقت تمہیں اس کی خوابگاہ میں لے چلوں گی تاکہ جب قلوپطرہ دوپہر کی نیند سے بیدار ہو تو تمہیں موجود پائے۔ اس کے بعد تمہیں اپنی قابلیتوں کو بروئے کار لانا ہو گا۔ ہاں اتنا سن لو کہ قلوپطرہ کو جادو نجوم سے خاص دلچسپی ہے اور وہ رات گئے تک محل کی چھت پر کھڑی ہوئی آسمان کو تکتی رہتی ہے اور ستاروں کی چال معلوم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

قسمت' معلوم ہوتا ہے یاوری کر رہی ہے۔ قلوپطرہ نے اپنے خاص نجومی دس کارڈس میں کو اس کے عہدے سے معزول کر دیا ہے بات یوں ہوئی کہ اس نے پیشن گوئی کی تھی کہ قاسیوس انطونی کو شکست دے دے گا۔ چنانچہ قلوپطرہ نے اپنی اس فوج کو جو شام کی طرف گئی تھی حکم دیا کہ وہ فوراً قاسیوس کی مدد کو پہنچے کیونکہ قلوپطرہ ہمیشہ ابھرتے ہوئے ستاروں کی پرستش کرتی ہے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی انطونی نے قاسیوس اور بروطوس کی فوجوں کو شکست دیدی۔ اور یوں ڈس کارڈس کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی اور ان نجومی صاحب کو محل سے نکال دیا گیا۔ سنا ہے کہ اب وہ اسکندریہ کے بازاروں میں مجمع لگا کر جڑی بوٹیاں بیچتا اور ستاروں اور نجوم پر لعنت بھیجتا ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شاہی نجومی کی جگہ اب خالی ہے اور یہ عہدہ یقیناً تمہیں ملے گا اور پھر ہم عین عصائے شاہی کے رسائے میں اپنا کام کریں گے۔ اور ایسی خاموشی

سے کہ کسی کو کانوں کان بھی نہ ہوگی۔ ہاں اس کیڑے کی طرح جو سیب کے قلب میں
اطمینان سے اپنا کام کئے جاتا ہے اور کسی کو بھی اس وقت تک اس کیڑے کے وجود
نہیں چلتا جب تک کہ سیب پھٹ نہیں جاتا' ہراسیس! تمہارا خنجر قطوپطرہ کے سینے میں
کر مصری کی غلامی کی زنجیریں کاٹ دے گا۔"

میں نے ایک بار پھر حیرت سے شارمن کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک
تھی جو میں نے پہلے کبھی کسی کے چہرے پر نہ دیکھی تھی۔

"ہوں! یہ ہے وہ شارمن جسے میں پسند کرتا ہوں۔" سیپا نے کہا" اور اب
شرمناک لباس ڈھانپ لو اور جاؤ بہت دیر ہوگئی ہے تمہاری ہدایت کے مطابق ہرا
کل محل کے دروازے پر آجائے گا۔ جاؤ دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔"

شارمن نے سیاہ چغہ اپنے جسم کے گرد لپیٹا' سیپا کو سلام کیا' جھک کر میرا ہاتھ
اور کچھ کہے بغیر چلی گئی۔

"عجیب لڑکی ہے۔" شارمن کے جاچکنے کے بعد سیپا نے کہا۔ "مجھے اس پر کچھ
اعتبار نہیں۔"

"میرا خیال ہے" میں نے کہا۔ "آپ اس سے ذرا سختی سے پیش آئے۔"

"ہاں" لیکن بے سبب نہیں۔ ہراسیس میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں کہ شار
طرف سے ہوشیار رہنا وہ بڑی ضدی لڑکی ہے اور اپنی مرضی کی مالک۔ جب ضد پر آ
ہے تو اس برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی اور جو راستہ پسند کرتی ہے اسی پر چل دیتی ہے
ضرورت سے زیادہ ذہین اور جذباتی ہے۔ میں دیوتاؤں سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ اس
کے جذبات ابھر کر اسے اپنے مرض سے غافل نہ کردیں۔ اگر ایسا ہوا تو وہ جذبات کی
بن جائے گی۔ اور کسی بھی بھلے یا برے طریقے سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کر
جسے وہ حاصل کرنا چاہتی ہوگی۔ چنانچہ اسی لئے میں اسے ہمیشہ ڈانٹتا اور ڈراتا رہتا ہوں
مبادا وہ ہمارے اختیار سے باہر ہوجائے۔ افسوس! افسوس! افسوس! ہراسیس! ہماری
کار ایک جذباتی لڑکی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے .... مجھے شارمن پر اعتبار نہ

دیوتا کریں کہ وہ آخر تک ہماری وفادار رہے۔ وہ جوان ہے اور خوبصورت۔ اور مجھے ڈر
ہے کہ وہ اپنی جوانی کے جوش اور خوبصورتی کے غرور میں کوئی ایسی حرکت نہ کر گزرے جو
ہماری اور پورے مصر کی تباہی کا باعث ہو۔"

"افسوس! صد افسوس!" سیپا نے مایوسی سے سرہلا کر کہا۔ "ہمارے اعلیٰ مقصد کی بنیاد
ایک عورت کی وفاداری پر قائم ہے اور عورت اسی کی وفادار رہتی ہے جس سے وہ محبت
کرتی ہے۔ اور جب وہ محبت کرتی ہے تو اس کی بے وفائی بھی وفا بن جاتی ہے۔ عورت
جذبات کی لہروں میں بہتی رہتی ہے۔ کبھی تو وہ دنیا کی ہر چیز سے بلند ہوجاتی ہے اور کبھی ہر
چیز سے پست۔ عورت سمندر کی طرح ہے جس میں مدوجزر ہوتا رہتا ہے عورت بادلوں کی
طرح ہے۔ مسلسل بدلتی ہوئی۔ ہراسیس! اس شارمن سے ہوشیار رہنا بہت ممکن ہے کہ
یہ تمہیں کسی اور طرف بہالے جائے یا کسی چٹان سے ہی ٹکرادے اور تمہارے ساتھ مصر
کی امیدیں بھی پاش پاش ہوجائیں۔"

حسن خوابیدہ

دوسرے دن میں نے نجومیوں کا لباس پہنا۔ یعنی ڈھیلا ڈھالا چوغہ' سر پر ٹوپی جر زرہ بفت کا کام تھا۔ ٹپے سے نوشتہ جات کی تختی اور بردی کاغذ کا پلندہ لٹکایا جس پر نجوم کے حروف اور نشانیاں تھیں۔ ہاتھ میں آبنوسی عصا لیا جس کی موٹھ ہاتھی دانت تھی۔ یہ عصا نجومیوں اور جادوگروں کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ اور یوں لیس ہو کر میں ما سیپا کی راہبری میں محلات کی طرف چلا۔ آخر کار شارع ابوالہول پر سے گزر کر ہم محلا کے صدر دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ دروازے کی چوکھٹ سنگ مرمر کی اور کواڑ کے تھے۔ اندر کی طرف دروازے کے دائیں بائیں محافظوں کی بارکیں تھیں۔ اور با پہنچ کر ماموں سیپا میری سلامتی اور فتح و کامرانی کی ہزاروں دعائیں دینے کے بعد رخصت ہوئے۔ میں بے خوفی اور بے پروائی سے دروازے میں داخل ہوا۔ فوراً ہی محافظوں مجھے روک لیا اور میرا نام اور کام پوچھنے لگے۔

"میں ہرماسیس نجومی ہوں۔" میں نے جوب دیا۔ "اور خاتون شارمن سے ملنا ہوں۔"

یہ سن کر محافظ دائیں بائیں ہٹ گئے کہ میں گزر جاؤں۔ لیکن عین اسی وقت ا افسر جو پولوس نامی ایک رومی تھا' آگے آیا اور محافظوں کو ڈانٹنے لگا کہ وہ اپنا اطمینان بغیر ہی مجھے کیوں اندر جانے دے رہے تھے۔ یہ پولوس دہرے بدن کا آدمی تھا لیکن ا چہرہ عورتوں جیسا تھا اور کثرت شراب نوشی کے باعث اس کے ہاتھ میں رعشہ آگیا تھا چند ثانیوں تک گھور گھور کر مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے مجھے پہچان لیا۔

"ارے!" اس نے کہا "یہ تو وہی ہے جس نے کل نوبیا کے تیغ زن کو ہٹا دیا تھا۔ تیغ زن جو اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی یاد میں میری کوٹھی کے نیچے پڑا کراہتا اور روتا رہتا۔ برا ہو اس سیاہ فام غلام کا کمبخت اپنا ہاتھ کٹوا بیٹھا۔ اسے میں نے ہی مقابلہ پر اکسایا کیونکہ میں نے ایک سپاہی سے شرط بدی تھی اور مجھے یقین تھا کہ تیغ زن جیت جا

لیکن اب وہ کبھی کسی سے نہ لڑ سکے گا۔ لعنت ہو اس پر.... ہاں صاحب! تو کیا کہا تھا آپ نے؟ آپ خاتون شارمن سے ملنا چاہتے ہیں نا؟ بس تو پھر آپ اندر نہیں جاسکتے۔ دوست ہم سب خاتون شارمن کے پرستار ہیں۔ حالانکہ وہ ہماری آہوں کے بدلے میں ہمیں چانٹے رسید کرتی ہے۔ تاہم وہ ہماری دیوی ہے۔ ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے۔ ہائے ہائے کیا لڑکی ہے۔ چنانچہ ہم اس بات کو برداشت نہیں کرسکتے کہ آپ جیسی آنکھوں اور چوڑے چکلے سینے والا آدمی ہم پر بازی لے جائے اور شارمن ہم کو چھوڑ کر آپ کی گردن میں اپنی نازک بانہوں کی مالا پہنا دے۔ نہیں۔ نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ دیوتاؤں کی قسم یہ تو ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم یہاں خاک چاٹتے رہیں۔ اور آپ اس کے سرخ سرخ ہونٹوں سے امرت پیتے رہیں۔ آپ اندر نہیں جاسکتے۔ جی ہاں۔ کبھی نہیں؟"

"جناب!" میں نے ملائمت۔ مگر تمکنت سے کہا۔ آپ میری آمد کی اطلاع خاتون شارمن کو پہنچادیں۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کرسکتا۔"

"ہاہاہا۔" پولوس ہنسا۔ "واہ کیا شان ہے۔ فرماتے ہیں میں انتظار نہیں کرسکتا۔ ہو ہو ہاہاہا۔ آخر آپ ہیں کون؟ جولیس سیزر؟ ہاہاہا۔ تشریف لے جایئے جناب۔ لوٹ جایئے یہیں سے۔ غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ نیزے کی نوک سینہ توڑ کر پشت کی طرف نکل آتی ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔"

"سنو یار۔" ایک محافظ نے کہا۔ "یہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ نجومی ہیں اور غالباً ساحر بھی' چنانچہ ہم کیوں نہ اپنی قسمتوں کا حال ان سے پوچھیں۔ اور اگر دو چار شعبدے بھی ہوجائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ ذرا دل لگی رہے گی؟"

"بہت اچھا! اگر آپ مجھے آزمانا چاہتے ہیں تو یوں ہی سہی' جناب۔" میں اس آدمی کی طرف گھوم گیا جو پولوس کے قریب کھڑا ہوا تھا اور میرے شعبدے دیکھنا چاہتا تھا۔ "آپ ذرا آگے آیئے۔ یہاں میرے سامنے۔ میں آپ کی آنکھوں میں جھانک کر آپ کی قسمت کا حال معلوم کرلوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔ "لیکن میں تو جناب خاتون شارمن کو ہی ساحرہ

سمجھتا ہوں۔ اگر وہ میری آنکھوں میں جھانکنے تو کچھ مزہ بھی آئے۔ ہاں تو نجومی صاحب جھانکیئے میری آنکھوں میں۔"

میں نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "جوان! میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک وسیع عریض میدان ہے اور رات کا وقت۔ میدان میں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ان تمہاری لاش بھی دیکھ رہا ہوں۔ جس کا گلا ایک چرخ ادھیڑ رہا ہے۔ جوان! ایک سال اندر اندر تمہاری موت واقع ہوجائے گی۔ اور اس طرح کہ ایک تلوار تمہارے پیٹ آرپار ہوگی۔"

"دیوتاؤں کی قسم۔" اس نے سمندر کے جھاگ کی طرح سفید ہو کر کہا۔ "تم منحوس نجومی ہو تم۔"

اور گھبرا کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ میری یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی چند مہینوں بعد ہی اس نوجوان محافظ کو ایک فوج کے ساتھ قبر میں بھیج دیا گیا جہاں وہ گیا۔

"اب آپ آیئے۔" میں نے پولوس سے کہا۔ "دیکھئے میں اس دروازے میں داخل ہوجاؤں گا اور آپ مجھے روک نہ سکیں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں آپ کو بھی اپنے پیچھے پیچھے لے چلوں گا۔ ہاں تو اپنی نظریں میرے عصا کی موٹھ پر گاڑ دیجئے۔"

اپنے ساتھیوں کے اسرار سے مجبور ہو کر پولوس نے بادل ناخواستہ ایسا کیا۔ میں اپنے اعصا کی موٹھ اس کی آنکھوں کے سامنے کردی۔

"اسی موٹھ پر نظریں گاڑھے رکھو۔ ہاں یوں۔ شاباش۔"

پولوس موٹھ کو گھورتا رہا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ اب میں عصا ہٹا کر اپنا چہرہ اس کے سامنے کردیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اثر میں لے لیا۔ میں ایک قدم دائیں طرف ہٹا تو پولوس بھی اسی طرف گھوم گیا۔ بائیں طرف ہٹا تو پولوس بھی اسی طرف گھوم گیا۔ اب پوری طرح میرے اثر میں تھا۔

قدم قدم پیچھے ہٹنے لگا۔ یہاں تک کہ صدر دروازے میں سے گزر گیا۔ پولوس ایک غلام کی طرح میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ دروازے میں سے گزر کر میں نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور پولوس دھم سے زمین پر گرا اور فوراً آنکھیں ملتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہو معزز رومی! اب تو میرے کمال کے قائل ہوئے؟" میں نے کہا۔ "دیکھو ہم دروازے سے گزر کر اندر آگئے ہیں۔ کہو تو کوئی اور کمال دکھاؤں۔"

"طوفان کے دیوتا ٹائیفون کی قسم۔" ایک محافظ نے جس کا نام برونوس تھا کہا۔

"ہم اور کچھ دیکھنا نہیں چاہتے۔ صاحب! ہم آپ کے کمال کے قائل ہوگئے۔ تاہم میں آپ کو قطعی پسند نہیں کرتا' جو آدمی محض اپنی آنکھوں کی مدد سے ہمارے افسر کو غلام بنالے۔ وہ بڑا ہی خطرناک آدمی ثابت ہوسکتا ہے۔ کمال ہے صاحب کہ پولوس جیسا ہٹ دھرم آدمی آپ کے پیچھے پیچھے ایک غلام کی طرح چلا آئے۔ اُفوہ۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کی ایک آنکھ عورت اور دوسری میں شراب ہوگی۔ ورنہ پولوس کسی اور کی طرف نہیں کھنچ سکتے۔"

عین اسی وقت شارمن آگئی۔ اس کے ساتھ ایک مسلح غلام تھا۔ وہ اپنی پشت کی طرف ہاتھ باندھے کہیں خلاؤں میں دیکھتی' جیسے بڑی بے پروائی سے چلی آرہی تھی۔ جب وہ قریب آئی تو محافظوں نے بڑے ادب سے جھک کر اسے سلام کیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ محلات شاہی میں قلوپطرہ کے بعد شارمن ہی کی سب سے زیادہ عزت تھی اور ملکہ کے بعد اسی کا حکم چلتا تھا۔

"برونوس! یہ کیا گڑبڑ ہے؟" اس نے یوں پوچھا گویا مجھے دیکھا ہی نہیں۔ "جانتے نہیں کہ اس وقت ملکہ مصر استراحت فرماتی ہیں؟ اگر تمہاری گڑبڑ سے وہ بیدار ہوگئیں تو جانتے ہو تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"بات یہ ہے خاتون! کہ یہ صاحب کہیں سے آگئے ہیں۔" برونوس نے میری طرف اشارہ کیا۔ "بڑے ہی منحوس ..... اوہ! نجومی صاحب معاف کیجئے گا۔ میرا مطلب ہے بڑی ہی زبردست نجومی اور جادوگر ہیں۔ کمال ہے خاتون' کہ اپنا چہرہ ہمارے افسر کے چہرے کے

سامنے لاکر انہوں نے ہمارے افسر کو اپنا غلام بنالیا تھا۔ اور خاتون! یہ پولوس کی آنکھ
کے سامنے اندر آگئے اور وہ کچھ نہ کرسکا۔ حالانکہ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ انہیں اندر
داخل نہ ہونے دے گا۔ اور یہ نجومی صاحب کہتے ہیں کہ انہیں آپ سے ملنا ہے۔ ذرا
ہوشیار رہنا خاتون! کہیں یہ آپ کو بھی یہ اپنا غلام نہ بنالیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں بے موت
ہی مرجاؤں گا۔"

شارمن نے جیسے پہلی دفعہ میری طرف دیکھا۔

"اچھا تو تم آگئے۔" اس نے کہا۔ "ملکہ مصر بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہیں
اور تمہارے شعبدے دیکھنے کے لئے بے چین ہیں۔ لیکن میں تمہیں خبردار کئے دیتی ہوں
کہ اگر تم ملکہ کو خوش نہ کرسکے۔ اگر تمہارا کمال صرف یہی ہوا کہ ایک عادی شرابی
بدحواس کردیا۔ اور یہاں اس نے نفرت سے پولوس کی طرف دیکھا۔ "تو تم دھکے مار
یہاں سے نکال دیئے جاؤ گے۔ آؤ میرے ساتھ .... اور برونوس! تم اپنے پاگل پن کا علاج
کراؤ کسی اچھے حکیم سے تاکہ تمہارے دماغ میں جو ہوا بھر گئی ہے وہ نکل جائے۔ اور
پولوس! جب بھی کوئی مجھے پوچھتا ہوا آئے تو اسے فوراً میرے پاس پہنچا دیا کرو۔ مجھے
معلوم ہوتا ہے کہ تم خود شراب پیتے ہو۔" "لیکن شراب تمہاری عقل پی جاتی ہے۔"

اور شارمن پلٹ کر چل دی۔ میں اور مسلح غلام اس کے پیچھے چلتے رہے۔

ہم سنگ مرمر کی روش پر چلے جارہے تھے جو پھولدار پودوں کے تختوں کے درمیان
سے گزرتی ہوئی گئی تھی اور جس کے دونوں کناروں پر رومیوں اور یونانیوں کے باطل
دیوتاؤں کے قدآدم مجسمے تھے۔ پھر ہم ایک خوبصورت غلام گردش کے سامنے پہنچے جو
سیاہ کے گول ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ یہاں بھی مسلح محافظ پہرہ دے رہے تھے جو شارمن
کو دیکھتے ہی مؤدب کھڑے ہوگئے۔ غلام گردش کو عبور کرکے ہم سنگ مرمر کی ڈیوڑھی میں
پہنچے جس کے بیچ میں فوارہ تھا۔ اس ڈیوڑھی سے گزر کر ہم دوسرے کمرے میں پہنچے
کمرہ "سنگ جراحت کا کمرہ" کہلاتا تھا اور خاصا فراخ تھا۔ اس کی چھت جو سیاہ مرمر کے ستونوں
پر قائم تھی۔ بہت اونچی تھی۔ کمرے کی دیوار چونے کے پتھروں کی تھیں اور ان پر باطل

دیوتاؤں کی تصویریں اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اس کا فرش آئینے کے طرح شفاف تھا
جس پر مختلف رنگوں سے پچی کاری کی گئی تھی۔ فرش پر عین وسط میں عشق کے دیوتا کیوپڈ
اور اس کی معشوقہ سائیکی کی تصویر تھی وہ دونوں ہم آغوش تھے۔ کمرے کی دیواروں سے
لگی سونے اور ہاتھی دانت کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس کمرہ میں ملکہ دربار کیا کرتی
تھی۔ شارمن نے مسلح غلام کو اس بڑے کمرے کے دروازے پر ہی رک جانے کو کہا اور
مجھے لے کر آگے بڑھی۔ کمرے کے آخری سرے پر ریشمی پردے لٹک رہے تھے اور دو
خواجہ ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ ان دو خواجہ سراؤں کے علاوہ وہاں کوئی تیسرا
آدمی نہ تھا۔

"مجھے افسوس ہے' اے مصر کی امیدوں کے سہارے۔" شارمن نے سرگوشی کے لہجے
میں کہا۔ "کہ صدر دروازے پر محافظوں نے تمہیں پریشان کیا۔ وہ نہیں جانتے کہ تم کون
ہو اور مستقبل قریب میں کیا بننے والے ہو۔ یہ رومی دراصل بڑے گستاخ ہوتے ہیں اور
مصریوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ لیکن جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ یہ رومی بڑے ہی توہم پرست
ہوتے ہیں چنانچہ اب وہ تم سے ڈرنے لگیں گے۔ اچھا اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں قلوپطرہ کی
خوابگاہ میں جاکر دیکھتی ہوں کہ وہ بیدار ہوئی یا نہیں۔ جیسے ہی وہ بیدار ہوگی میں تمہیں
بلالوں گی۔ کیونکہ وہ خود تم سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔"

اور شارمن میرے قریب سے کھسک گئی۔ چند ثانیوں بعد ہی وہ واپس آئی۔

"تم نے کبھی دنیا کی خوبصورت ترین عورت کو محو خواب دیکھا ہے؟" اس نے میرے
کان کے قریب منہ لاکر کہا۔

"نہیں؟ تو دیکھنا چاہتے ہو؟ بہت اچھا۔ میرے ساتھ آؤ۔ گھبراؤ نہیں' جب وہ بیدار
ہوگی تو خفا ہونے کے بجائے تمہیں دیکھ کر خوش ہوگی' کیونکہ یہ اس کا حکم ہے کہ میں فوراً
تمہیں اس کے پاس پہنچا دوں۔ خواہ وہ کسی بھی حال میں کیوں نہ ہو۔ یہ دیکھو شاہی مہر
میرے پاس ہے۔"

چنانچہ میں .... شارمن کے ساتھ ان پردوں کے سامنے پہنچا جہاں دو خواجہ سرا ننگی

تلواریں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے شارمن کو تو کچھ نہ کہا۔ لیکن مجھے لا
دیا۔ اس پر شارمن غصہ سے پلٹی اور اپنے گریباں میں سے شاہی مہر نکال کر خواجہ سرا
کو دکھائی۔ انہوں نے انگوٹھی پر کے نقش کو غور سے دیکھا اور تلواریں جھکا کر کھڑ
ہوگئے۔ اور ہم ریشمی پردے ہٹا کر قلوپطرہ کی خواب گاہ میں داخل ہوئے .... خوبصورت
بے حد خوبصورت خواب گاہ تھی وہ جس کی دیواروں پر ہاتھی دانت، سنگ مرمر اور سو
کے تاروں سے گل بوٹے بنائے گئے تھے۔ دنیا کی ساری سجاوٹ اور دنیا کے سارے
تکلفات، جس کے ہر آدمی خواب دیکھتا ہے۔ قلوپطرہ کی خوابگاہ میں یکجا تھے۔ پھولوں
تصویروں میں ایسی اصلیت تھی کہ بلبل اور بھونرا دھوکا کھا جائے۔ اور ایک طرف عورتوں
کے مجسمے تھے۔ نسائی حسن کی ساری خوبیاں پتھر میں موجود تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا
وہ اپسرائیں ابھی آپ سے ہمکلام ہوں گی۔ اور اس طرف نفیس ریشمی پردے تھے۔ جن
میں سونے کے تاروں کی دھاریاں تھیں۔ اور ایک طرف کرچیں تھیں اور فرش پر ز
قالین بچھا ہوا تھا جو ٹخنوں ٹخنوں تک دھنس جاتے تھے۔ کمرے کی فضا عطر بیز تھی اور کھ
ہوئی کھڑکی میں سے تازہ ہوا کے جھونکوں کے ساتھ سمندر کا ہلکا ہلکا شور سنائی دے رہا تھا۔
اور اس کمرے میں ایک کوچ پر جس کے پردے چادر اور تکیے ریشمی تھے، قلوپطرہ
محو خواب تھی۔ قلوپطرہ۔ دنیا کی حسن ترین عورت جوانی کی بے خبر نیند سو رہی تھی۔ اس
اس کے کالے گھونگھریالے بال ریشمی چادر پر کوڑیالے ناگوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ وہ
رہی تھی لیکن اس کا حسن بیدار تھا جو دل پر بجلیاں گرا رہا تھا۔ اس کے سونے کی ادا
موہے لے رہی تھی۔ اس کا ایک مرمریں ہاتھ سر کے نیچے تھا اور دوسرا کوچ سے نیچے لٹک
رہا تھا۔ اس کے سرخ ہونٹ نیم وا تھے۔ جس سے اس کے موتی جیسے دانت نظر آر
تھے۔ وہ ایسا باریک لباس پہنے تھی کہ اس میں سے اس کا گلابی بدن جھانک رہا تھا۔ تنفس
کے زیروبم کے ساتھ اس کے سینے کا تموج دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک فتنہ سو رہا
تھا۔ ایک فتنہ جاگ رہا تھا۔ اور میں اپنی جگہ حیران و ششدر کھڑا تھا۔ میں بے اختیار اُ
دل میں کہہ اٹھا "افسوس! ایسی عورت کو میں قتل کردوں گا۔"

دفعتاً" میں نے اپنے آپ کو جھنجھوڑا اور بمشکل اپنی نظریں قلوپطرہ پر سے ہٹا سکا۔
اس اثناء میں شارمن برابر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے میرے دلی جذبات معلوم
کر لئے تھے۔

"بڑے افسوس کا مقام ہے ہرماسیس۔ کیوں ہے نا؟" اس نے سرگوشی کی۔ اس
خوبصورت عورت کو قتل کرتے وقت تمہیں اپنے دل پر بہت زیادہ جبر کرنا پڑے گا۔ ایسے
حسین کھلونے کو توڑنے کے لئے پتھر کا دل اور لوہے کا جگر چاہئے۔ لیکن یہ کام تمہیں ہی
کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔"

میں اس کے الفاظ کی تلخی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور ابھی میں نے جواب دینے
کے لئے اپنے لبوں کو جنبش بھی نہ دی تھی کہ شارمن نے اپنی انگلی میرے ہونٹوں پر رکھ
دی اور دوسرے ہاتھ سے قلوپطرہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ قلوپطرہ کو کچھ
ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئی تھیں اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ جیسے
وہ بے حد خوفزدہ ہو۔ وہ الٹی سیدھی سانسیں لینے لگی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ یوں
اوپر اٹھا دیئے۔ جیسے کسی کا وار روک رہی ہو۔ اور پھر خوف کی ایک چیخ کے ساتھ وہ اٹھ
بیٹھی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ رات کی طرح اداس تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ ان
میں چمک آنے لگی اور اب ان کا رنگ نیلا تھا۔ بالکل ایسا ہی جیسا کہ پو پھٹنے سے پہلے
آسمان کا ہو جاتا ہے۔

"سیرون۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "میرا بیٹا سیرون کہاں ہے؟ تو.... تو وہ خواب تھا؟ ہاں
خواب ہی تو تھا۔ اف! کس قدر بھیانک۔ میں نے دیکھا.... دیکھا کہ جولیس سیزر، جو مر چکا تھا
میرے پاس آیا۔ اس کے کپڑوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور سیرون کو
پکڑ کر کسی طرف لے گیا.... اور پھر میں نے دیکھا کہ میں مر رہی ہوں۔ نہایت تکلیف کے
عالم میں مر رہی ہوں اور ایک آدمی جو دیوتا جانیں کون ہے۔ میرے سامنے کھڑا قہقہہ لگا رہا
ہے۔ آہ.... یہ.... یہ کون آدمی ہے؟"

"ملکہ اس وقت بہت زیادہ پریشان اور سہمی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ ہرماسیس نجومی

ہے جسے کنیز ملکہ کے حکم کے مطابق یہاں لے آئی ہے۔"

"ہرماسیس نجومی؟ آہا۔ یاد آیا۔ وہی نا جس نے میرے طمغ زن کو بیچ دیا تھا؟ خو
آمدید نجومی! خوب وقت پر آئے۔ بتاؤ میرے اس بھیانک خوب کی تعبیر کیا ہے؟ کتنی عجیب
چیز ہے یہ نیند بھی جو یادوں کے نہاں خانوں میں سے عجیب عجیب زندہ تصویریں نکال لا
ہے۔ نجومی! وہ جولیس سیزر ہی تھا جو میرے بیٹے کو کہیں لے گیا تھا۔ دیوتاؤں کی قسم
جولیس سیزر تھا جسے میں بھلا چکی ہوں۔ نجومی! میرے اس خواب کی صحیح تعبیر بتاؤ۔ اور پھر
دیکھو میں تمہاری کیسی قدر کرتی ہوں۔"

"ملکہ ٹھیک فرماتی ہیں۔ میں واقعی خوب وقت پر حاضر ہوا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ملکہ! نیند ایک زینہ ہے جس پر سے دیوتاؤں کے پیغامبر اتر کر فانی انسانوں سے
خواب میں ملاقات کرتے ہیں۔ خوابوں کا ایک مطلب ہوتا ہے جسے وہی انسان معلوم کرسکتا
ہے جو اس علم سے واقف ہو۔ میں نجومی ہوں اور جادوگر بھی۔ چنانچہ میں کسی کے بھی
خواب کا مطلب معلوم کرلیتا ہوں۔ ملکہ نے خواب دیکھا ہے کہ جولیس سیزر خون میں لتھڑا
ہوا آیا ہے اور ملکہ کے لڑکے سیسرون کو کہیں لے جاتا ہے۔ تو لیجئے اب اس کی تعبیر سنئے
وہ حقیقت میں سیزر تھا۔ جسے ملکہ نے خواب میں دیکھا' وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اس لئے کہ
وہ جیسا کہ ملکہ کو معلوم ہے۔ دغا سے قتل کردیا گیا تھا۔ اس نے ملکہ کے بیٹے سیسرون کا
ہاتھ پکڑا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سیزر کی ساری عظمت' شان اور قوت اس لڑکے کو
ورثے میں ملی ہے۔ یعنی وہ اپنے باپ جولیس سیزر کی طرح اقبال مند اور فاتح ہوگا۔ سیزر
لڑکے کو کسی طرف لے گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ملکہ کا بیٹا روم و یونان کا بادشاہ
بنے گا۔ سیزر مملکت روم کا تاج اس کے سر پر رکھنے کے لئے اسے روم کے دارالسلطنت کی
طرف لے گیا تھا۔ اب رہا بقیہ خواب' یعنی خاکم بدہن' ملکہ انتہائی تکلیف کے عالم میں مر
رہی ہیں' تو ملکہ معاف فرمائیں! باوجود کوشش کے غلام خواب کے اس حصہ کی تعبیر معلوم
نہ کرسکا۔"

اور یوں میں نے ملکہ کے خواب کی تعبیر بتائی۔ حالانکہ اس خواب کی تعبیر کچھ اور ہی

فی جسے میں جانتا تھا۔ لیکن عقلمند وہ ہے جو حکمرانوں کے سامنے سچ نہیں بولتا۔ اور کوئی
ی بات اپنے منہ سے نہیں نکالتا۔

اس اثنا میں قلوپطرہ اٹھ کر کوچ کے کنارے پر آ بیٹھی تھی۔ اس کی نظریں مجھ پر گڑی
ی تھیں اور اس کی نازک انگلیاں باریک لبادے کے بوتاموں سے جو ہیرے کے تھے
کھیل رہی تھیں۔

"واقعی تم دوسرے نجومیوں سے بہتر ہی ہو۔" اس نے کہا۔ "تم نے بدشگونی کے
نوس خول میں سے نیک شگون کھینچ نکالا ہے۔"

"ملکہ کو دیوتا اپنی حفاظت میں رکھے۔" شارمن نے نظریں جھکا کر کہا۔ "لیکن میں
ن کے ان سیدھے سادھے لفظوں میں پنہاں نشتروں کو محسوس کر رہا تھا۔" ملکہ کا اقبال
رہو اور شیطانی قوتیں ملکہ سے دور ہوں۔ واقعی اس نجومی نے بڑی مبارک تعبیر بتائی
ہے۔

"نجومی! اب اپنے شعبدے دکھاؤ۔ اب بہت خاصی گرمی ہے اور یہودی قاصدوں نے
ے تھکا دیا ہے جو یروشلم اور ہیروڈ کے علاوہ کچھ اور بات ہی نہیں کرتے۔ مجھے اس ہیروڈ
ے نفرت ہے۔ ہاں تو کیسا جادو ہے تمہارے پاس؟ کوئی نیا شعبدہ دکھانا۔ تم نے ہمارے
اب کی نیک تعبیر بتا کر ہمیں خوش کردیا۔ اور اگر تمہارے شعبدے بھی ہمیں خوش
رسکے تو نجومی! تمہاری جگہ ہمارے دربار میں ہوگی۔ اور وہ اپنے دونوں ہاتھ سر کے پیچھے
ٹکا کر میری طرف دیکھنے لگی۔

"ملکہ معاف فرمائیں غلام کے پاس کوئی نیا شعبدہ تو نہیں' تاہم غلام چند ایسے شعبدے
جانتا ہے جو عام نہیں ہیں۔ بہت ممکن ہے ملکہ کو یہ شعبدے نئے معلوم ہوں۔ لیکن گستاخی
معاف' ملکہ ڈر تو نہ جائیں گی؟"

"نہیں۔ میں کسی چیز سے نہیں ڈرتی۔ شارمن! یہاں بیٹھ جاؤ میرے پاس اور ہاں
میری لڑکیوں کو بھی تو بلا لو۔ ایراس اور ماریا کو بھی جادو کے کھیل بہت پسند ہیں۔"

"نہیں۔ ملکہ۔ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں جادو اپنا اثر کھو دیتا ہے' ملکہ دیکھئے۔"

اور میں نے اپنا عصا فرش پر پھینک دیا' ایک لمحہ تک وہ یوں ہی پڑا رہا۔ پھر لٹے مڑنے لگا۔ اور یکایک کھڑا ہو کر ناچنے لگا۔ پھر اس پر سیاہ کیچلی پیدا ہو گئی۔ اور اب وہ زبردست اژدھا بن کر پھنکار رہا تھا۔

"ہوں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "اسے تم جادو کہتے ہو؟ یہ تو بہت پرانا اور عام شعبدہ جسے کوئی عام اور بازاری جادوگر بھی دکھا سکتا ہے۔"

"ملکہ ذرا صبر سے کام لے' یہ تو ابتدا ہے۔ بس ملکہ دیکھتی جائیں۔" میں نے کہا۔

اور فوراً ہی اس اژدہے کے ٹکڑے ہوگئے اور ہر ٹکڑا ایک سانپ بن گیا۔ سانپوں کے بھی ٹکڑے ہوگئے اور ہر ٹکڑے سے ایک نیا سانپ بن گیا۔ یہاں تک پوری خواب گاہ میں سیاہ پھنکارتے ہوئے سانپ رینگنے لگے۔ میں نے اپنی انگلی سے اشا کیا' سب سانپ میرے گرد جمع ہوگئے اور ٹانگوں پر سے ہو کر میرے بدن پر چڑھنے لگے یہاں تک میرا پورا جسم سوائے آنکھوں کے سانپوں سے ڈھک گیا۔

"اف!.... بھیانک! بے حد بھیانک۔" شارمن نے قلوپطرہ کے چغے میں اپنا منہ لیا۔

"بس جادوگر! بس کرو۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "تمہارا جادو ہمیں گھبرائے دیتا ہے۔"

میں نے اپنے ہاتھ ہلائے اور وہاں کچھ نہ تھا۔ میرے قدموں میں ہاتھی دانت کی والا آبنوسی عصا پڑا ہوا تھا اور بس۔ قلوپطرہ اور شارمن حیرت سے ایک دوسرے صورت تک رہی تھیں۔

"ملکہ اس غلام کے جادو سے خوش ہوئیں۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہرماسیس! جادو کا ایسا کمال ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ تم آج سے شاہی ہو۔ اور جب چاہو ہماری خدمت میں بلا روک ٹوک حاضر ہو سکتے ہو۔ کوئی اور شعبدہ"

"جی ہاں۔ براہ کرم پردے کھینچ لینے کا حکم دیجئے تاکہ کمرے میں اندھیرا ہو جا میں ملکہ کو ایک عجیب شعبدہ دکھا سکوں۔"

"میں خوفزدہ ضرور ہوں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "تاہم' شارمن ہرماسیس جس طرح

ہیں اسی طرح کرو۔"

پردے کھینچ لئے گئے۔ اب کمرے میں شام کا سا دھندلکا چھایا ہوا تھا میں آگے بڑھ کر قلوپطرہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"ملکہ اس طرف توجہ فرمائیں۔" میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں کچھ ہی دیر پہلے میں کھڑا ہوا تھا۔

"اور ملکہ کے دماغ میں اس وقت جو خیال ہوگا وہ مجسم بن کر سامنے آجائے گا۔"

دونوں عورتیں اس طرف دیکھنے لگیں۔ جس طرف کہ میں نے اشارہ کیا تھا۔ وہ دونوں کچھ سہمی ہوئی تھیں۔

"اور یکلخت اس جگہ جہاں کچھ دیر پہلے میں کھڑا ہوا تھا' کہر جمع ہونے لگا۔ جس نے بلد ہی بادل کی صورت اختیار کرلی اور اس میں ایک آدمی کی شبیہہ بن گئی۔ شبیہہ دھندلی دھند تھی جو مسلسل بن اور بگڑ رہی تھی۔

اور میں نے اونچی آواز میں کہا۔

"اے انسانی سائے! تو جو کوئی بھی ہے' میں حکم دیتا ہوں کہ نمودار ہو۔"

اور وہ شبیہہ کہر کے بادل میں سے باہر نکل کر ہمارے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اور سب نے دیکھا وہ جولیس سیزر تھا جس کے جسم کے زخموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ ایک لمحہ تک وہ شبیہہ ہمارے سامنے کھڑی رہی اور جب میں نے ہاتھ ہلایا تو کہرے میں جا کر غائب ہو گئی۔ اور یہاں کچھ نہ تھا۔

میں نے گھوم کر دونوں عورتوں کی طرف دیکھا۔ "قلوپطرہ کا چہرہ خوف و دہشت سے راکھ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔"

"نجومی! کون ہو تم؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم کہ مردوں کو ان کی قبروں میں سے بلا لیتے ہو؟ کون ہو تم کہ تمہارے اشارے پر قبر اپنے منہ کھول کر مردے اگل دیتی ہیں۔"

"میں' ہرماسیس' ملکہ' مصر کا خاص نجومی' ساحر اور ملکہ کا غلام ہوں۔" میں نے ہنس کر

کہا۔

"تو کیا اس وقت ملکہ اسی آدمی کے متعلق سوچ رہی تھیں۔"

قلوپطرہ نے کوئی جواب نہ دیا' وہ اٹھی اور دوسرے دروازے سے باہر چلی گئی۔ شارمن اٹھی۔ اس نے خوف بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"یہ .... یہ ... جادو تم نے کہاں سے سیکھا؟ مجھے بتاؤ ہرماسیس کہ یہ سب کیا تھا دیو کی قسم میں تم سے ڈرنے لگی ہوں۔"

"ڈرو نہیں شارمن۔ یہ محض سائے تھے۔ اپنا دل مضبوط رکھو۔ یہ پارٹ ہمیں تک ادا کرنا ہے۔ اگر تم ابھی سے ڈرنے لگی ہو تو دیوتا جانیں آگے کیا ہوگا۔"

"ہرماسیس! تم نے چند گھنٹوں میں ہی اپنا ایسا اثر جمالیا ہے جو مٹائے نہ مٹ سکے! کل صبح ہونے سے پہلے ہی تمہارے سحر کی کہانیاں پورے اسکندریہ میں مشہور ہوجائیں اور لوگ تم سے ڈرنے لگیں گے۔ ان کے دلوں میں قلوپطرہ کا اتنا خوف نہ ہوگا جتنا تمہارا .... میرے ساتھ آؤ۔"

شاہ عشق

دوسرے ہی دن مجھے ملکہ کا تحریری فرمان مل گیا اور اسی دن سے میں "ملکہ مصر کا خاص نجومی" تسلیم کرلیا گا۔ محل ہی میں مجھے دو الگ کمرے دے دیئے گئے جن سے ملی ہوئی رصدگاہ تھی۔ میں ہر رات رصد گاہ میں جاتا اور ستاروں کی چال سے شگون لیتا۔ کیونکہ ان دنوں قلوپطرہ بہت پریشان تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ رومیوں کی خانہ جنگی کا کیا انجام ہوگا۔ لیکن قلوپطرہ ہمیشہ سے فاتح اور طاقتور گروہ کا ساتھ دیتی آئی تھی اس لئے ہر وقت مجھ سے پوچھتی رہتی کہ ستاروں کی چال کیا بتاتی ہے اور فتح کسی کی ہوگی۔ میں مناسب و موزوں جواب دے کر اسے اطمینان دلانے کی کوشش کرتا۔ خبر آئی تھی کہ تراموریر انطونی ایشیاء کوچک تک پہنچ گیا تھا اور ان دنوں یہ افواہ عام تھی کہ قلوپطرہ نے مجلس تلاشہ سے بے وفائی کرکے اپنے جرنیل سارا پیوس کو قاسیوس کی مدد کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن قلوپطرہ نے میرے سامنے شدت سے اس افواہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ دراصل سارا پیوس نے قلوپطرہ کی مرضی کے خلاف اور اس سے پوچھے بغیر ایسا کیا تھا۔ لیکن شارمن نے مجھے بتایا کہ بات یوں نہ تھی بلکہ قلوپطرہ نے سارا پیوس کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ فوراً قاسیوس کی مدد کو پہنچے۔ کیونکہ اس نجومی نے' جو مجھ سے پہلے ملکہ کا خاص نجومی تھا' پیشن گوئی کی تھی کہ انطونی کو شکست ہوگی۔ لیکن ہوا یہ کہ انطونی نے قاسیوس اور بروطوس دونوں کو شکست فاش دی۔ چنانچہ اس الزام سے بچنے کے لئے قلوپطرہ نے یہ کیا کہ اپنے وفادار جرنیل سارا پیوس کو جو ملکہ کے حکم سے قاسیوس کی مدد کو روانہ ہوا تھا قتل کروادیا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو بزدلوں کی چاکری کرتے ہیں۔

اس عرصہ میں ہماری سازش کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔

قلوپطرہ اور اس کے خیرخواہ دوسرے سیاسی معاملات کو سلجھانے میں ایسے الجھے ہوئے تھے کہ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکی کہ مصر میں ایک زبردست انقلاب کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ دن بدن ہماری سازش میں لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہوتے

جارہے تھے۔ مصر کے تقریباً ہر شہر کے لوگ مجھے دل ہی دل میں فرعون تسلیم کرچکے اور اشارے کے منتظر تھے میں ہر دوسرے دن اپنے ماموں سیپا کے پاس جاتا اور دربار امراء اور کاہنوں سے ملتا جو بھیس بدل بدل کر اسکندریہ آرہے تھے کہ مقررہ وقت قلوپطرہ کے محل میں گھس جائیں۔

اس عرصہ میں' میں قلوپطرہ سے بھی برابر ملتا رہا اور اس کی ذہانت و قابلیت پر حیران رہ گیا۔ وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی ذہین اور ہوشیار تھی۔ وہ میرے سحر اور علم مرعوب ہوچکی تھی اور مجھ سے کچھ کچھ ڈرنے بھی لگی تھی۔ چنانچہ وہ مجھ سے بہتر سلوک کررہی تھی تاکہ میں اس کا دوست اور دست راست بن جاؤں۔ وہ مجھے بار بار بھیجتی اور ایسے سوال پوچھتی جن کا تعلق سحر یا نجوم سے نہ ہوتا۔ شارمن بھی مجھ سے ملنے آتی رہی۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ میں ہر وقت اسے اپنے پاس ہی پاتا۔ جب بھی کاغذ کے پلندوں پر سے نظریں ہٹاتا وہ میرے قریب اپنی آنکھوں میں عجب چمک لئے مجھے دیکھ رہی ہوتی۔ وہ دبے پاؤں اس طرح آتی کہ مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ آئی اور کہاں سے آئی۔ وہ اپنا فرض بڑی تندہی سے انجام دے رہی تھی اور اپنی ہوشیاری سے ایسا راستہ تیار کررہی تھی جس پر سے گزر کر میں مصر کے تخت پر بیٹھ سکتا تھا۔ وہ رات کو سوتی بھی نہ تھی اور اگر سوتی تھی تو بہت کم۔

اور جب میں نے شارمن کی ان خدمتوں کا شکریہ ادا کیا تو اس نے پیر پٹخ کر اور طرح ہونٹ لٹکا کر جواب دیا کہ میں نے ساری دنیا کے علم سمیٹ لئے لیکن اتنی سی بات سمجھ سکا کہ جو کام کسی کی محبت کی خاطر کیا جاتا ہے وہ نہ تو شکریہ کا محتاج ہوتا ہے معاوضہ کا۔ اس کا صلہ' اس نے کہا۔ "آخر میں خود بخود ہی مل جاتا ہے اور ان دنوں میں محبت وغیرہ سے واقف نہ تھا۔ اس لئے میں نے شارمن کے ان فقروں کا مطلب مختلف ہی سمجھا۔ یعنی کہ اسے مصر سے محبت ہے اور اس کی خاطر وہ جو کچھ کررہی ہے کا صلہ اسے دیوتاؤں کے دربار سے ملے گا۔ چنانچہ جب میں نے اس کے ان جذ نہایت زوروشور سے تعریف کی تو وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اور

بھاگ گئی' میں اپنی جگہ حیران کھڑا رہ گیا۔ میں شارمن کے رونے کی وجہ نہ سمجھ سکا تھا۔ میں نہ جانتا تھا کہ شارمن مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔ اور جانتا بھی کیسے؟ میں نے شارمن کو ہمیشہ اپنی جماعت کا ایک رکن اور اپنی سازش کا آلہ کار سمجھا اور بس۔ میں نے بھی اس کی طرف اس نظر سے نہ دیکھا تھا جس سے کہ مرد عورت کو دیکھتا ہے۔ اس کا حسن بھی میرے دل پر اثر انداز نہ ہوا تھا۔ ہاں اس وقت بھی نہیں جبکہ وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی اور اس کی سانسیں میرے گالوں کو چھو رہی تھیں۔ مجھے عورت اور اس کے حسن سے کیا تعلق۔ مجھے عورت اور اس کی اداؤں سے کیا لینا تھا؟ میں نے تو قسم کھائی تھی اپنے آپ کو مصر کے دیوتاؤں کے لئے وقف کردوں گا۔ پھر میں کسی بھی عورت کی طرف کس طرح متوجہ ہوسکتا تھا؟ دیوتاؤ گواہ رہنا کہ اس وقت میں محبت کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ ہاں اس چیز سے واقف نہ تھا جو میری اور پورے مصر کی تباہی کا باعث بننے والی تھی۔

اور کتنی عجیب شے ہے یہ محبت! ابتداء میں معمولی اور ادنیٰ۔ لیکن آخر میں غیر معمولی اور عظیم الشان۔ ابتدا میں اس چشمے کے مانند جو کسی پہاڑ کے قلب سے پھوٹ نکلا ہو۔ لیکن جو آگے چل کر بحر ذخار بن جائے۔ اور پھر اس بحر ذخار کے سینے پر خوشیوں کے جہاز تیریں' اور اس کے کناروں پر امیدوں کے پھول کھلتے رہیں۔ لیکن بعض دفعہ محبت کا یہی دریا سیل بے پناہ بن جاتا ہے جو امیدوں کی لہلہاتی ہوئی کھیتی کو غرق کردیتا ہے اور انسان کی معصومیت کے محلوں اور اس کے یقین و اعتقادات کے معبودوں کو گرا دیتا ہے۔ دیوتاؤں نے جب دنیا کو اخلاقی اصولوں اور قوانین سے آراستہ کرنا چاہا تو سب سے پہلے انہوں نے عورت کی محبت کا بیج بویا۔ اور اس بیج سے ننھا سا پودا پھوٹا۔ پودا بڑھ کر خوبصورت بیل ہوا۔ اور پھر یہ بیل بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ اخلاقی اصولوں اور قوانین سے پھٹ گئی۔ عورت کی یہی محبت ہے جو ادنیٰ اور حقیر کو ان دیکھی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے اور یہی محبت ہے جو اعلیٰ کو انتہائی پستیوں میں گرا کر خاک دھول کردیتی ہے محبت کی یہ بیل ہر قانون ہر اصول اور ہر جذبے سے لپٹی ہوئی ہے اور یوں ہم قدرت کے اس عجوبے سے' جسے عورت کہتے ہیں۔ اپنے آپ کو الگ نہیں کرسکتے عورت اپنی جگہ پر خاموش کھڑی ہے اور بظاہر

معصوم و بے ضرر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہی معصوم ہستی جذبہ محبت سے اندھی ہو ہماری قسمتوں سے کھیلنے لگتی ہے۔ وہ تلخیوں کے جام میں امرت گھولتی ہے اور امرت بنا دیتی ہے۔ وہ زندگی کی مقدس سانسوں کو اپنی خواہشات سے زہر آلود کر دیتی ہے عورت امرت بھی ہے اور زہر بھی۔ وہ جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ وہ امیدوں کے پ کھلاتی ہے اور انہیں مسل بھی دیتی ہے۔ عورت سب کچھ ہے۔ عورت ہر جگہ ہے۔ دفعہ موت سے بچنا ممکن ہے مگر عورت سے نہیں۔ تم کہیں بھی جاؤ عورت کو وہیں گے۔ اس کی کمزوری میں تمہاری طاقت اور اس کی عظمت میں تمہاری دولت ہے۔ تم سے ہو اور اسی کی طرف جاتے ہو۔ وہ تمہاری کنیز ہوتے ہوئے بھی تم پر غالب ہے مفتوح ہوتے ہوئے بھی فاتح ہے۔ اسی کے چھیننے سے عزت و شہرت کا پودا مرجھاتا ہے۔ کا قفل کھل جاتا ہے۔ اور پاکبازی کا جنگلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عورت سمندر کی طرح بکر ہے اور بادلوں کی طرح مسلسل بدلتی ہوئی ہے۔ وہ پاتال کی طرح عمیق ہے اور آسمانوں طرح بلند۔ وہ بیک وقت تمہاری پہنچ سے باہر بھی ہے اور تمہارے اختیار میں بھی۔ ا عورت سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ تم جہاں جاؤ گے اسے موجود پاؤ گے۔ اور تم کچھ بھی کرو گے اسی کے لئے کرو گے۔

چنانچہ یوں ہوا کہ میں ہراسیس' جو عورت اور اس کی محبت سے ناآشنا تھا اسی کے طفیل تباہ و برباد ہونے والا تھا۔ یہ لڑکی شارمن' مجھ سے محبت کرتی تھی کیوں؟ یہ نہیں جانتا۔ بہرحال اس نے مجھ سے محبت کی اور اسی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر شارمن نے وہ سب کچھ کیا جو میں بیان کروں گا۔ لیکن اس کی محبت سے بے خبر میں اس سے ا بہن کا سلوک کرتا رہا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ ہم دونوں کا مقصد مصر کو آزاد کرانا ہے بس۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ شارمن کے دل میں کیسے طوفان اٹھ رہے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ اس کی محبت تباہ کن ہے۔ چنانچہ وہ سب کچھ ہو گیا جو نہ ہونا چاہئے تھا۔

اور یوں وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ سارے انتظامات مکمل ہو گئے۔

اور یہ اس مقررہ رات سے جس رات میں قلوپطرہ کو قتل کرنے والا تھا۔ ایک

پہلے کا ذکر ہے۔ محل میں ہزاروں جھاڑ فانوس روشن تھے اور محفل عیش و نشاط جمی ہوئی تھی۔ اسی دن میں ماموں سیپا سے مل آیا تھا۔ ان کے گھر میں ان پانچ سو سپاہیوں کے افسر موجود تھے۔ جو قلوپطرہ کے قتل ہوتے ہی محل میں گھس آتے اور یونانیوں اور رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ اسی دن میں نے محافظوں کے افرپولوس کو لالچ دے کر اور ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اسے اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ جیسے ہی میں قلوپطرہ کو قتل کروں وہ سیپا اور ان کے آدمیوں کے لئے دروازہ کھول دے۔

سب انتظامات مکمل تھے۔ آزادی کی وہ کلی جو پچیس سال سے اگ رہی تھی' اب کھل کر پھول بن جانے والی تھی۔ مصر کے ہر شہر میں' ابیدس سے انوال تک' مسلح لوگ اشارے کے منتظر تھے۔ جاسوس مختلف سمتوں میں بھاگے جا رہے تھے اور شہر کی فصیلوں پر کھڑے اس قاصد کے منتظر تھے جو قلوپطرہ کی موت کی خبر لائے گا۔ فتح و کامرانی پکے پھل کی طرح میرے سر پر لٹک رہی تھی کہ میں ہاتھ بڑھا کر اسے توڑ لوں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن اداسیاں میرے دل میں گھر کر رہی تھیں۔ میں ملکہ کی محفل میں عیش و نشاط میں بیٹھا تھا لیکن اداس تھا۔ ایک ایک لمحہ آہستہ آہستہ مجھ پر غلبہ حاصل کرتا جا رہا تھا۔ میں قلوپطرہ کے کوچ کے سرہانے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جن میں سے زیادہ تر کل رات اس دنیا میں نہ ہوتے قلوپطرہ کوچ پر نیم دراز تھی۔ وہ ایک ایک گھونٹ شراب پیتی اور پھر پھولوں کے رنگوں کی طرح لگتی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا' اس کا حسن دل پر بجلیاں گرا رہا تھا۔ وہ مجھ پر حاوی ہوا جا رہا تھا۔ میں نے فوراً اپنا دھیان اس خنجر کی طرف منتقل کر لیا جو میرے چغہ میں چھپا ہوا تھا۔ اور جو کل رات قلوپطرہ کے سینے میں اتر جانے والا تھا۔ میں بار بار قلوپطرہ کی طرف دیکھتا اور اپنے دل میں اس کے خلاف شدید نفرت کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرتا لیکن کامیاب نہ ہوتا.... میں یہ سوچ کر خوش ہونے کی کوشش کرتا کہ یہ حسن فروش ملکہ کل اس دنیا میں نہ ہوگی۔ لیکن میری یہ کوشش بھی بے کار ثابت ہوتیں قلوپطرہ کے پیچھے شارمن کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے حد درجہ بھولا پن اور معصومیت عیاں تھی۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس لڑکی نے وہ پھندا تیار کیا ہے

جس میں اس کی محسن اور اس سے محبت کرنے والی ملکہ پھنس کر نہایت بے کسی کے
میں جان دے گی۔ کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ اس خوبصورت
کے سینے میں کتنوں ہی کی موتیں مقفل ہیں جو کل رات نکل آئی گی۔ اور میں اداس
مجھے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ میں خون بہا کر اپنا تخت حاصل کروں گا۔ میرے تخت
جو راستہ جاتا تھا اس میں خون کا دریا پڑتا تھا۔ اور اس وقت میں نے سوچا کاش میں
غریب کاشتکار ہوتا اور ان جھمیلوں سے مجھے دور کا بھی واسطہ نہ ہوتا۔

"ہرماسیس! کیا بات ہے؟ تم اداس و متفکر نظر آتے ہو۔" قلوپطرہ نے مسکرا کر پوچھا
"کیا ستاروں کی چال نے میرے نجومی کو الجھن میں ڈال دیا ہے؟ یا تم کوئی نیا شعبدہ
رہے ہو۔ ہرماسیس! کیا بات ہے کہ تم خوش نظر نہیں آتے؟ ہماری یہ محفل نشاط و
تمہیں خوش نہ کر سکی؟ میں جانتی ہوں میرے اچھے نجومی کہ تمہاری نظریں آسمانوں پر
رہتی ہیں اور ہم جیسے زمین پر رہنے والے تمہارے لئے بے حقیقت ہیں۔ میں سمجھتی ہوں
کہ وینس نے تمہارا دل موہ لیا ہے۔"

"ملکہ مصر! ستاروں کی دنیا میں بسنے والے آدمی کو عورت سے کیا تعلق۔" میں نے
کہا۔ "وینس بھی میرے لئے تو ایک ستارہ ہی ہے اور بس۔"

قلوپطرہ نے آگے کی طرف جھک کر اپنی نظریں میرے چہرے پر گاڑ دیں اور میری
رگوں میں خون سنسنانے لگا۔

"مغرور مصری! بڑائی کے بول نہ بولو۔" اس نے اتنی نیچی آواز میں کہا کہ اس کی
بات صرف میں اور شارمن ہی سن سکے۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنا سحر تمہارے سحر کے
مقابلے میں لے آؤں۔ مجھے اپنا سحر آزمانے پر مجبور نہ کرو ہرماسیس! عورت سب کچھ
برداشت کر سکتی ہے لیکن یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی بھی مرد اسے بے کار اور
حقیقت چیز کی طرح ایک طرف ڈھکیل دے۔ یہ ہماری توہین ہے ہرماسیس۔ جسے
قدرت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔"

اور وہ پھر تکیے سے لگ کر ہنسی۔ جیسی چاندی کی ہزاروں گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔

نے کنکھیوں سے شارمن کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ اور اس کی پیشانی
پر بل پڑ گئے تھے۔

"ملکہ مصر! غلام کی اس گستاخی کو معاف فرمائیں' یہ کہنے سے ملکہ کی توہین مقصود نہ
تھی۔" میں نے مصنوعی خوش طبعی سے کہا۔ "غلام جانتا ہے کہ آسمانوں کی ملکہ کے سامنے
ستارے بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔"

یہ میں نے چاندی کے متعلق کہا تھا جو دیوی ایزیس کی علامت تھا اور قلوپطرہ اس
دیوی سے حسد کرتی تھی اور کہتی تھی کہ وہ خود دیوی ایزیس کا ایک روپ ہے۔

"خوب کہا ہرماسیس! واقعی خوب کہا۔" قلوپطرہ نے تالی بجا کر کہا۔ "میں تو تمہیں
خشک آدمی سمجھتی تھی لیکن آج معلوم ہوا کہ تم حاضر جواب اور نکتہ سنج بھی ہو اور حسن
کی تعریف بھی کر سکتے ہو۔ تمہیں اپنی اس حاضر جوابی پر کوئی انعام ملنا چاہئے۔ میں ایسے
پھڑکتے ہوئے جملوں کو بے حد پسند کرتی ہوں۔ شارمن! میرے سر پر سے پھولوں کا مکٹ
اٹھا کر ہمارے نجومی کے سر پر رکھ دو۔ ہم آج کی محفل میں اپنے نجومی کو "شاہ عشق" نامزد
کرتے ہیں۔"

شارمن نے ملکہ کے سر پر سے پھولوں کا تاج اٹھا کر میرے سر پر رکھ دیا۔ لیکن اس
طرح کہ میری پیشانی ذرا سی چھل گئی۔ اور ایسا اس نے اس لئے کیا کہ وہ میرا "آسمانوں کی
ملکہ" والا فقرہ سن کر غصہ ہو گئی تھی۔ حالانکہ بظاہر مسکرا رہی تھی' پھولوں کا مکٹ میرے
سر پر رکھتے وقت وہ جھک گئی اور اس نے میرے کان میں کہا۔

"مصر کے ہونے والے فرعون کو یہ نیک شگون مبارک ہو۔"

پھر وہ میرے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ "ہرماسیس! شاہ عشق زندہ باد۔"
قلوپطرہ نے قہقہہ لگا کر یہی الفاظ دہرائے اور محفل میں شریک ہر آدمی نے یہی کہا۔ اور
یوں وہ لوگ میرا مذاق اڑانے لگے۔ کیونکہ وہ اس آدمی کو ناپسند کرتے تھے۔ جو عورتوں
سے دور رہتا تھا۔

اور میں اپنی جگہ پر بیٹھا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا حالانکہ میرے ہونٹوں پر

مسکراہٹ تھی۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور کل کیا بننے والا ہوں۔" یہ بے وقوف لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔" میں نے سوچا۔ "لیکن کل میری سامنے ریز ہوں گے۔"

شارمن نے پھولوں کی مکٹ کو "شگون کہا تھا' اور واقعی وہ "شگون" ہی تھا۔ کیونکہ میرے لئے مقدر ہوگیا تھا کہ پھولوں کے اس مکٹ کے عوض مصر کے تاج سے باز دھولوں اور مصر کے تخت پر بیٹھنے کے بجائے ایک بے وفا عورت کی آغوش میں جا پڑوں۔"

انہوں نے مذاق میں مجھے "شاہ عشق" بنا دیا تھا۔ بظاہر میرے سر پر پھولوں کا مکٹ ر دیا تھا۔ لیکن دراصل غداری' بے شرمی اور لعنت کا تاج میرے سر پر رکھا گیا تھا۔ ہراسیس' مصر کے تاج و تخت کا حقیقی وارث' اپنے سر پر پھولوں کا مکٹ رکھے ابیدس کے ہیکل کے اس کمرے کے متعلق سوچ رہا تھا جہاں میرے سر پر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج رکھا گیا تھا۔ اس رات کی ایک ایک بات مجھے یاد آرہی تھی۔ وہ رسم جس کی ابت ابیدس کے ہیکل کے بند کمرے میں ہوئی تھی۔ اس کی تکمیل کل رات ملکہ مصر کی خواب گاہ میں ہونے والی تھی .... لیکن اس وقت میں نے ان کے مذاق کا جواب مذاق ہی دیا۔ میں اٹھ کر قلوپطرہ کے سامنے مؤدب کھڑا ہوگیا اور بولا۔

"آسمانوں کی ملکہ وینس" میں نے اس ستارے کے متعلق کہا جسے ہم صبح دانو اور شا کو بانو کے نام سے جانتے ہیں۔" اس وقت عروج پر ہے' اور اب چونکہ میں شاہ عشق ہوں۔ اس لئے میرے لئے یہ ضروری ہے کہ اسی وقت اس کے حضور میں اظہار عقید کرنے پہنچ جاؤں' ورنہ وہ خفا ہوگی۔"

اور یوں میں اس محفل سے اٹھ کر اپنی رصد گاہ میں آگیا اور سر سے پھولوں کا مکٹ اتار کر نجوم آلات کے ساتھ ایک طرف پھینک دیا۔ اور اپنی نظریں آسمان پر گاڑ دیں لیکن میرا دماغ بھنا رہا تھا اور کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ میں شارمن کا منتظر تھا۔ جو لوگوں کی فہرست لانے والی تھی جن سے وہ شام ہی کو مل آئی تھی۔

آخر کار دروازہ کھلا اور شارمن داخل ہوئی۔ وہ محفل سے اٹھ کر سیدھی میرے

آئی تھی اس لئے وہی شرمناک یونانی لباس پہنے تھی جس سے اس کے سینے کا کچھ حصہ نظر آرہا تھا۔

ساحرہ

"شکر ہے کہ تم آ گئیں شارمن۔" میں نے کہا۔ "لیکن بہت دیر لگا دی۔"

"ہاں واقعی دیر ہوگئی۔ لیکن میں بھی کیا کرتی۔ قلوپطرہ مجھے اپنے پاس سے ہٹنے ہی دیتی تھی۔ کچھ عجیب حالت ہو رہی ہے اس کی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور قلوپطرہ کیا سوچ رہی ہے۔ باوجود کوشش کے میں اس کے دلی جذبات معلوم نہ کر سکی۔"

"بس بھئی قلوپطرہ کی باتیں ختم کرو۔ یہ بتاؤ کہ سیپا سے مل آئیں۔"

"ہاں مل آئی۔"

"اور فہرست لائیں۔"

"ہاں' یہ رہی۔" اور اس نے گریبان میں سے بردی کاغذ کا چھوٹا سا پلندہ نکالا۔ "اس میں لوگوں کے نام درج تھے جنہیں قلوپطرہ کے قتل کے بعد موت کے گھاٹ اتار دینا ضروری ہے۔ فہرست میں بوڑھے محافظ برونوس کا نام بھی ہے۔ مارا جائے گا بے چارا۔ مجھے اس کی موت پر افسوس ہوگا۔ میرا دوست ہے وہ۔ بہرحال کیا کیا جائے۔ خاصی طویل فہرست ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ناموں کی فہرست پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "جب آدمی اپنے دشمنوں کا شمار کرتا ہے تو اس کے بہت سے دشمن ایسے بھی نکل آتے ہیں جو بظاہر اس کے دوست ہوتے ہیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ اچھا اور کیا ہے۔"

"اور یہ ان لوگوں کے نام ہیں جنہیں بخش دیا جائے گا' یہ لوگ یا تو ہمارے دوست ہیں یا پھر وہ ہیں جن کے متعلق فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر یہ ہمارے دشمن ہوئے تو بعد میں ان سے نپٹ لیا جائے گا۔ اور یہ ان شہروں کے نام ہیں جہاں کے لوگ قلوپطرہ کی موت کی خبر پاتے ہی تمہاری حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"چلو یہ تو ہوا ..... اب یہ بتاؤ کہ قلوپطرہ کو قتل کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ اور کیا وہ میرے ہی ہاتھ قتل ہوگی۔

"بالکل تمہارے ہاتھوں۔" شارمن نے تلخی سے کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ مصر کا ہونے والا فرعون ہمیشہ اس بات پر فخر کرتا رہے گا کہ خود اس نے غاصب اور حسن فروش ملکہ کا کام تمام کر کے مصر کو غلامی سے نجات دلائی۔"

"ایسی باتیں نہ کرو شارمن۔" میں نے کہا۔ "غالباً تم نہیں جانتیں کہ میں کسی کو بھی قتل کر کے فخر محسوس نہیں کر سکتا اور نہ خوشی ہی محسوس کر سکتا ہوں۔ یہ کام میں اپنی مرضی کے خلاف اور مجبوراً کر رہا ہوں۔ کیا ایسا نہیں کر سکتا شارمن! کہ قلوپطرہ کو بے خبری میں زہر دے دیا جائے؟ میرا دل اس خون خرابے کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے شارمن کہ تم اس عورت کے قتل کے سامان کر رہی ہو جو تمہیں اپنی بہن کی طرح چاہتی ہے۔ وہ بری سہی تاہم وہ تمہاری محسن ہے۔"

مصر کا ہونے والا فرعون ضرورت سے زیادہ رحم دل ہے۔ ہرماسیس! یہ نہ بھولو کہ مصر کی قسمت تمہارے خنجر کے نوک سے بندھی ہوئی ہے' یہ کام تمہیں اور صرف تمہیں کرنا ہے۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو بڑی خوشی سے یہ کام انجام دیتی' یہ بھی سن لو کہ ملکہ کو زہر دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ جو بھی چیز پیتی ہے اور جو بھی چیز کھاتی ہے اسے تین الگ الگ مزہ چش چکھتے ہیں۔ اور ان کو کسی بھی طرح کا لالچ دے کر ملایا نہیں جا سکتا۔ محافظ خواجہ سراؤں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ خواجہ سراہم سے مل گئے ہیں۔ لیکن تیسرا ملکہ کا وفادار ہے۔ چنانچہ اسے بعد میں قتل کر دیا جائے گا۔ اب سنو یہ کام کس طرح ہوگا۔ کل آدھی رات ہونے سے تین گھنٹے پہلے تم ستاروں کی چال سے شگون لو گے اور پھر جیسا کہ طے ہو چکا ہے۔ ملکہ میں خواب گاہ میں پہنچ جاؤ گے۔ کوئی تمہیں روکے گا نہیں۔ کیونکہ شاہی مہر تمہارے پاس ہوگی۔ وہ جہاز جس میں فوجیں جانے والی ہیں پرسوں پو پھٹنے سے پہلے روانہ ہونے والا ہے اور چونکہ قلوپطرہ چاہتی ہے کہ اس جہاز کی روانگی کی خبر کسی کو نہ ہو۔ اس لئے وہ تخلئے میں تم سے ملے گی۔ تم نے ستاروں کی چال سے جنگ کے متعلق جو نتیجہ

اخذ کیا ہوگا وہ تم ایک بردی کاغذ پر لکھ کر لے جاؤ گے اور جب قلوپطرہ بردئی کاغذ پر اس کی تحریر دیکھنے لگے تو پیچھے جاکر اپنا خنجر اس کی پیٹھ پر گھونپ دینا۔ خیال رہے تمہارے ہاتھ کانپنے نہ پائیں اگر تم ایک ہی وار میں ملکہ کا خاتمہ نہ کرسکے تو نتیجہ جو کچھ بھی ہوگا ہے بے حد آسان کام ہے۔ جس سے تم چند منٹوں میں ہی فرصت پالو گے اس کام سے فرصت پانے کے بعد تم اس جگہ پہنچو گے جہاں ملکہ کا معتمد خواجہ سرا کھڑا رہتا ہے۔ پتہ بھی نہ ہوگا کہ تم کیا کرکے آئے ہوا اور ملکہ کے ساتھ کیا واقعہ ہوگیا ہے۔ تم اس خواجہ سرا کا بھی کام تمام کردو گے۔ میں وہیں تم سے ملوں گی اور ہم دونوں صدر دروازے پر جائیں گے جہاں پولوس کے ماتحت محافظوں کا پہرہ ہوگا۔ وہ میرے حکم پر دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھول دے گا۔ کیونکہ میں نے پہلے ہی اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ہاں تو باہر سپاہی سو بہادروں کے ساتھ دروازہ کھلنے کے منتظر ہوں گے جو فوراً ہی اندر گھس آئیں گے اور محافظ کو سوتے میں قتل کردیں گے۔ بس قصہ ختم ہوا۔ دیکھا! کتنا آسان کام ہے۔ بس خبردار عین وقت پر اپنے حواس بجا رکھنا اور....."

"ہش خاموش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔ "یہ کیسی آواز ہے؟ کوئی آ رہا ہے شاید۔"

شارمن دوڑ کر دروازے پر پہنچی، کچھ دیر تک اندھیری غلام گردش میں جھانکتی رہی دوڑ کر میرے پاس آئی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

قلوپطرہ آرہی ہے۔ تنہا آرہی ہے۔ اس کے ساتھ ایراس تھی جسے اس نے زینے سے ہی رخصت کردیا۔ ہرماسیس! اگر اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو بہت برا ہوگا۔ یقیناً ہماری طرف سے کھٹک جائے گی۔ وہ یہاں کیوں آرہی ہے آخر؟ اور ..... میں کہاں چھپوں؟"

میں نے رصد گاہ میں نظریں دوڑائیں۔ کمرے کے ایک کونے پر ایک پردہ لٹک رہا تھا جس کے پیچھے میں نجوم کے آلات اور بردی کاغذ رکھا کرتا تھا۔

"وہاں ..... اس پردے کے پیچھے ..... جلدی۔" میں نے کہا۔

شارمن دوڑ کر پردے کے پیچھے جا چھپی۔ میں نے آدمیوں کے ناموں کی فہرست تہہ کرکے چوغے کے دامن میں چھپادی اور اس کاغذ پر جھک گیا جس پر ستاروں اور بروج کے نقشے بنے ہوئے تھے۔ فوراً ہی میں نے کپڑوں کی سرسراہٹ کی آواز سنی اور پھر دروازے پر دستک دی گئی۔

"کون ہے؟" میں نے کہا۔ "جو بھی ہو آجائے۔"

کھٹکا اٹھانے کی آواز آئی، دروازہ کھلا اور زرق برق کپڑوں میں ملبوس قلوپطرہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے کالے ریشمی بال پشت پر لہرا رہے تھے اس کے سر پر سانپ کا تاج تھا۔

"اُفوہ ہرماسیس۔" اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ستاروں کی دنیا تک پہنچنے کا زینہ بڑا ہی تھکا دینے والا ہے۔ تھک گئی میں تو۔ کتنی اونچی رصدگاہ ہے تمہاری۔ بہرحال میں اپنے خاص نجومی سے اس کی رصد گاہ میں ملنا چاہتی تھی۔

"یہ غلام کی خوش قسمتی ہے کہ ملکہ مصر خود اس سے ملنے چلی آئی ہیں، غلام اس پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔"

"سچ کہتے ہو؟ کیا واقعی تم میرے آنے سے خوش ہوئے؟ لیکن تمہارے چہرے سے تو فکروتردد کے آثار ہویدا ہیں۔ تم جیسے نوجوان آدمی کے لئے یہ نجوم وغیرہ کا کام بڑا ہی اکتا دینے والا اور خشک ہے۔ حیران ہوں کہ تم نے یہ کام کیوں پسند کیا! تم جیسے نوجوان کو تو..... ارے ہرماسیس! تم نے پھولوں کا مکٹ ایسی بے پروائی سے آلات کے ساتھ پھینک دیا! سچ سچ تم ..... ار ..... ارے یہ کیا ہے؟ رومال! کسی عورت کا رومال! دیوتاؤں کی قسم یہ کسی خوبصورت عورت کا رومال ہے۔ تو یوں کہو کہ عورتوں کے رومال بھی گویا نجوم کے آلات میں شامل ہیں۔ غالباً ان سے بھی تم شگون لیتے ہوگے۔ ہاہاہا۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔" میں نے رومال کی طرف دیکھا۔ یہ شارمن کا رومال تھا جسے وہ افراتفری میں اٹھانا بھول گئی تھی۔" میں نہیں جانتا کہ کپڑے کا یہ بے کار ٹکڑا یہاں کیسے آگیا؟ غالباً وہ خادمہ، جو میرے کمرے کی صفائی کیا کرتی ہے، اسے یہاں بھول گئی

ہو گی۔"

"اورہ! یہ بات ہے۔" قلوپطرہ نے کہا۔ وہ برابر ہنسے جارہی تھی۔ "یعنی کمال ہے
کمرے کی صفائی کرنے والی دو ٹکے کی خادمہ بھی ایسا قیمتی رومال رکھتی ہے کہ اگر میں
اسے اپنے گلے میں ڈال لوں تو برا معلوم نہ ہو۔ اور یقین مانو ہرماسیس! یہ رومال میں نے
بھی کسی کے پاس دیکھ چکی ہوں۔ یاد نہیں آتا کہ یہ میں نے کس کے پاس دیکھا تھا۔
اس نے وہ رومال اپنی صراحی دار گردن میں ڈال لیا! کیوں اچھا معلوم ہوتا ہے نا؟
نے یہ کیا غضب کیا کہ تمہاری معشوقہ کا رومال اپنی گردن میں ڈال لیا' تمہیں غصہ تو
آرہا ہوگا۔ واقعی یہ میری زیادتی ہے۔ اچھا یہ لو اور اسے اپنے چغے میں دل کے قریب
لو۔ کیونکہ وہیں اس کی جگہ ہے۔"

میں نے رومال اس کے ہاتھ میں سے گھسیٹ لیا اور اس جھروکہ میں پہنچ کر'
سے میں ستاروں کا مطالعہ کیا کرتا تھا' رومال کو گولا سا بنالیا اور اسے نیچے پھینک دیا۔
یہ کیا کیا تم نے ہرماسیس! تمہاری معشوقہ کو جب معلوم ہوگا کہ تم نے اس کی محبت
نشانی کو یوں پھینک دیا تو وہ کیا سوچے گی؟ بہت خفا ہوگی اور تم سے ناک رگڑوائے گی
کہیں جاکر مانے گی۔ شاید میرے دیئے ہوئے پھولوں کے مکٹ کو بھی تم اسی طرح پھینک
گے۔ اچھا اسے میرے سامنے پھینک دو۔ دیکھو پھول مرجھا چکے ہیں بیچارے۔"

اور اس نے پھولوں کی مکٹ اٹھا کر میری طرف بڑھادیا۔ ایک دفعہ تو مجھے غصہ میں
خیال آیا کہ اس مکٹ کو بھی جھروکے میں سے پھینک دوں۔ لیکن پھر فوراً ہی میں نے اپنا
خیال بدل دیا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "یہ ملکہ کا تحفہ ہے جو مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے اور اس
کی جگہ میرے سر پر اور میرے دل میں ہے۔"

اور میں نے اس پردے کی طرف دیکھا جس کے پیچھے شارمن چھپی ہوئی تھی' پردہ
رہا تھا۔ شارمن مارے غصہ کے کانپ رہی تھی۔ کاش کہ میں نے یہ سیدھے سادھے الفاظ
نہ کہے ہوتے۔

"ملکہ حسن شاہ عشق کی ممنون ہے کہ اس نے ہمارے تحفہ کو ایسی عزت بخشی۔"
قلوپطرہ نے ہنس کر کہا۔ "اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں اور ان میں عجیب سی چمک
آ گئی تھی۔ "مذاق بہت ہو چکا۔ ہرماسیس جھروکے میں آؤ اور مجھے ستاروں کے اسرار بتاؤ۔
آسمان پر چمکتے ہوئے یہ شفاف ستارے مجھے بہت پسند ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اڑ کر اوپر
جا پہنچوں اور شب کی تاریکیوں میں ستاروں کے جھولے میں بس بیٹھی جھولتی رہوں۔ کون
لیکن یہ کہہ سکتا ہے ہرماسیس کہ یہ ستارے کیا ہیں؟ شاید یہی ستارے قدرت سے ہمارا رابطہ قائم
رکھتے ہیں۔ شاید ہی ہماری قسمتوں کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ یونانی کہانیاں' جو
ستاروں کے متعلق ہیں' بہت ممکن ہیں صحیح ہوں۔ یونانی کہانیوں میں ہے کہ یہ ستارے
روحیں ہیں جو دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر منور ہو گئی ہیں' یا پھر قندیلیں ہیں جو اندھیرے
جہاں دیوتا کو شکست دینے کے لئے روشن ہو جاتی ہیں۔ جب اندھیرے کا دیوتا اپنا سایہ آسمانوں
اور دنیا پر ڈالتا ہے تو یہ ننھے ننھے ستارے اسے اپنا سایہ ہٹا لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ آخر یہ
ستارے ہیں کیا؟ اور ان کا کارواں ہماری قسمتوں کو ساتھ لئے کس طرف جارہا ہے؟
ہرماسیس' میرے نجومی' اپنے علم سے مجھے تم جیسا استاد مل جائے تو ستاروں کی یہ دنیا
میرے لئے پراسرار اور عجیب نہ رہے۔"

میں قلوپطرہ کے اس شوق کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ملکہ کو نجوم اور ستاروں سے تعلق؟
لیکن نہیں وہ تو سب کچھ جاننا چاہتی تھی۔ وہ دنیا کے ہر علم سے واقف ہونا چاہتی تھی۔ اور
میں خوش تھا کہ قلوپطرہ نے وہ موضوع چھیڑ دیا ہے جس پر میں گھنٹوں تقریر کرسکتا ہوں۔
چنانچہ میں اسے بتانے لگا کہ آسمان دراصل ایک شفاف شامیانہ ہے جو زمین پر تان دیا گیا
ہے اور ہوا کے ستونوں پر قائم ہے اور پھر خلا کا سمندر ہے جس میں سیارے تیرتے ہیں
اور اپنے مداروں پر گھومتے رہتے ہیں۔ اور پھر میں نے بتایا کہ انہی میں وینس (زہرہ) بھی
ہے جو صبح کو نظر آتی ہے تو ہم اسے "والو" اور شام کو "بانو" کہتے ہیں۔ اور میں نے
دوسری بہت سی باتیں اسے بتائیں اور جب میں آسمان پر نظریں گاڑے ستاروں کے متعلق
کہہ رہا تھا تو قلوپطرہ مجھے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا!" آخر کار اس نے کہا۔ "تو وینس صبح کو بھی نظر آتی ہے اور شام کو بھی؟
یہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ ہے۔ لیکن تمہیں شاید یہ لاطینی نام پسند نہیں۔ یعنی وینر
پلوؤ وغیرہ۔ چنانچہ ہم مصری زبان میں گفتگو کریں گے۔ ہرماسیس! بطلیموس کے
خاندان میں میں پہلی عورت ہوں کہ روانی سے مصری زبان بول سکتی ہوں۔ اور اب
میری مادری زبان میں بولنے لگی۔" ستاروں کی باتیں بہت ہو چکیں۔ چاہے وہ روشن
یا قندیلیں یا کچھ اور لیکن یہ حقیقت ہے کہ تغیر پذیر اور ظالم ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ
وقت بھی یہ ستارے ہم میں سے کسی ایک یا دونوں ہی کے لئے کوئی منحوس گھڑی تیار
رہے ہوں۔ لیکن ہرماسیس! سچ پوچھو تو میں یہ چاہتی ہوں کہ تم ستاروں کے متعلق
بولتے رہو۔ کیونکہ جب تم ان کے متعلق باتیں کرتے ہو تو تمہارے چہرے پر سے تفکر
اور اکتاہٹ کے آثار دور ہو جاتے ہیں اور تم بہت خوبصورت معلوم ہونے لگتے
ہرماسیس تم جوان اور خوبصورت ہو اور نجومی کا پیشہ تمہارے لئے ناموزوں ہے' میں
ہی تمہیں کوئی بہتر عہدہ دے دوں گی' جوانی صرف ایک دفعہ آتی ہے اور اسے ایسے
دینے والے کام میں صرف کر دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے' جوانی تو اپنے ساتھ ہم
طرب اور بے فکری لاتی ہے لیکن تم ہو کہ اپنے اوپر تفکرات لادے پھرتے ہو۔ کتنی
ہوگی تمہاری۔"

"چھبیس (۲۶) سال۔"

"چھبیس سال (۲۶)! پھر تو تم میرے ہم عمر ہوئے۔ میری عمر بھی تو چھبیس (۲۶)
کی ہی ہے۔ اور یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ میں اپنے وقت کی حسین ترین عورت ہوں
تم بھی' میرے خیال میں اپنے زمانے کے خوبصورت ترین اور طاقتور مرد ہو اور پھر عالم
ہم دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے۔ اور یہ قدرت کی ستم ظریفی ہے کہ میں ملکہ ہوں اور
میرے ملازم' تاہم ہم دونوں انسان ہیں اور ہم عمر میں ملکہ ہوں تو کیا ہوا۔ میں تمہیں
دوست اور اپنے تخت کا خاص ستون سمجھتی ہوں' ہم دونوں ہر حال میں ایک دوسرے کے
رفیق ہیں۔"

"یا شاید دشمن۔" میں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قلوپطرہ کی باتیں میرا دل
پر بھاری تھیں۔

"دشمن کیوں ہونے لگے؟ اور کبھی ہوں گے بھی نہیں۔ یہاں آؤ ہرماسیس' میرے
پاس بیٹھو۔ بھول جاؤ کہ میں ملکہ ہوں اور تم میرے ملازم سب کے سامنے اور دربار میں'
میں واقعی ملکہ ہوں لیکن یہاں۔ تنہائی میں' تمہاری دوست اور خیر خواہ ہوں' اور تمہیں بھی
اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھتی ہوں۔ شاید تم مجھ سے خفا ہو کہ میں نے پھولوں کا مکٹ
تمہارے سر پر رکھ کر تمہارا مضحکہ اڑایا تھا ہرماسیس خفا ہو۔ تم نہیں جانتے کہ حکمرانوں کا
انتظام کتنا اکتا دینے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی اکتاہٹ کو ایسے ہی گھٹیا قسم کے مذاق سے
دور کرتی ہوں۔ اور گھڑی دو گھڑی ہنس لیتی ہوں۔

آہ ہرماسیس! یہ خود پسند اور خوشامدی آدمی مجھے تھکا دیتے ہیں' میں ان کی صحبت کو ذرا
پسند نہیں کرتی۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ میرے سامنے تو وہ لوگ میری خوشامدیں کرتے
اور میری دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن میری غیر موجودگی میں وہ میرا مذاق اڑاتے اور مجھے
روم کی مجلس ثلاثہ یا رومی حکومت کی لونڈی کہتے ہیں۔ ان لوگوں میں انسانیت نام کو
نہیں۔ یہ سب کے سب بے وقوف کاسہ لیس اور کٹھ پتلیاں ہیں جس کے بھی ہاتھ میں ان
کی ڈور ہوتی ہے اس کے اشاروں پر ناچا کرتے ہیں۔ یہ لوگ بزدک' کمینے اور نمک حرام
ہیں۔ انہی لوگوں نے جولیس سیزر کو دغا سے قتل کر دیا۔ اسی سیزر کو جس کے خلاف اگر
پوری دنیا بھی اٹھ کھڑی ہوتی تو اسے مغلوب نہ کر سکتی' تاہم میں انہیں اپنے دربار میں
بلاتی اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتی ہوں۔ محض اس لئے کہ مصر کو ان کے چنگل
سے بچا سکوں۔ اور اس کا صلہ جانتے ہو مجھے کیا ملتا ہے یہی کہ مصر کا بچہ بچہ مجھ سے نفرت
کرتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اگر مصریوں کو موقع مل جائے تو وہ مجھے قتل کرنے سے بھی
دریغ نہ کریں۔ حالانکہ عورت کا قتل کسی مذہب میں بھی جائز نہیں۔"

اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اور یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ اس
کے آخری الفاظ نے مجھے بالکل ہی گھبرا دیا تھا اور میں انتہائی بدحواسی کے عالم میں اس کے

قریب بیٹھ گیا تھا۔

"لوگ مجھ سے نفرت کرتے اور مجھے حسن فروش' فاحشہ' رنڈی اور نہ جانے کیا کہتے ہیں۔ اور میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے دنیا کے سب سے بڑے آدمی سے کی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محبت کے دو بول میرے جذبات کو بھڑکا دیتے ہیں۔ تم تو اسے میری کمزوری کہہ لو۔ اسکندریہ کے کند ذہن اور بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ نے اپنے بھائی بطلیموس کو مروادیا۔ جسے رومی حکومت نے میرا شوہر بنا دیا تھا کہ ہم دونوں بالاشتراک حکومت کریں۔ چنانچہ مجھ پر ایک اور الزام لگا دیا گیا۔ یعنی غاصب لیکن جھوٹ ہے' میں نے بطلیموس کو زہر نہیں دیا۔ وہ بیمار ہوا اور طبعی موت مرا۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن ارسینا کو بھی قتل کروادیا۔ حالانکہ اگر اسے موقع ملتا تو وہ مجھے قتل کروادیتی۔ یہ بھی جھوٹا الزام ہے' میں نے ارسینا کو قتل نہیں کروایا۔ مجھے اس سے محبت تھی۔ آخر وہ میری بہن ہی تو تھی۔ ہاں ہرماسیس! ہر آدمی مجھے برا سمجھتا ہے۔ حالانکہ تم بھی میرے متعلق کچھ اچھے خیالات نہیں رکھتے۔"

"ہرماسیس! کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلو کہ بے جا تعصب ایسا مرض ہے جو اچھے اچھوں کو اندھا کر دیتا ہے اور اسی اندھے پن میں وہ لوگ نیکی بدی سمجھتے ہیں اور پاکباز کنواری کے دامن پر خواہ مخواہ داغ تلاش کرلیتے ہیں۔ بہت بری بلا ہے یہ تعصب جو عقل و ہوش کو اپنی لپیٹ میں لے کر خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ سوچو ہرماسیس! کہ خوشامدی اور مکار لوگوں کے بیچ میں بیٹھنا کتنا بڑا کام ہے۔ خصوصاً وقت جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ ان میں ایک ایک آدمی تمہاری عزت اور دولت کو بڑ حسد سے دیکھتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کب موقع ملے اور تمہارے سر سے تاج کھینچ اپنے پیروں تلے روند ڈالے۔ اور تمہیں ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ ہرماسیس یہ میرے دل سے پوچھو کہ مجھے اپنے آپ پر کتنا جبر کرنا پڑتا ہے۔"

"ہرماسیس! بڑے آدمیوں کے متعلق اپنے دل میں کوئی برا خیال نہ لاؤ۔ دنیا میں سے زیادہ یہی لوگ قابل رحم ہیں۔ ہر چند کہ بڑے اور عظیم ہیں۔ لیکن ان کے منہ

نکلا ہوا ایک ایک لفظ' ان کا ایک ایک کام اور ان کی معمولی سی غلطی پر کڑی تنقید کی جاتی ہے۔ یوں نہ کہو کہ۔ "یوں ہوا اور یوں کیا گیا۔" بلکہ سوچو کہ .... "اگر یں ہوا تو کیوں اور کیسے ہوا۔ اور یہ کہ کیا ملکہ نے یہ کام صرف اپنے ہی فائدے کے لئے کیا ہے۔" ہاں یہ کوئی نہیں سوچتا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ.... یوں کیا گیا اور یوں ہوا۔

نہیں ہرماسیس! میرے متعلق جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کرو۔ مبادا تم میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم کرلو۔ اور پھر تمہیں دیوتاؤں کے حضور جواب دہ ہونا پڑے۔ یاد رکھو ہرماسیس کوئی بھی حکمران آزاد و خودمختار نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ان سیاسی قوتوں کے زیر اثر ہوتا ہے۔ جو تاریخوں کے اوراق سیاہ کرتی ہیں۔ آہ ہرماسیس! میرا کوئی دوست نہیں ہے۔ آؤ ہرماسیس تم میرے دوست اور مشیر بن جاؤ۔ ہاں ایسے دوست بن جاؤ جس پر میں بھروسہ کرسکوں۔ ہرماسیس! میں بھرے دربار میں تنہائی محسوس کرتی ہوں' میں کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتی۔ ہر آدمی کے دل میں بغض و حسد کے شعلے' بھڑکتے ہیں اور ان کی چمک مجھے ان کی آنکھوں میں نظر آتی ہے۔ لیکن مجھے تم پر اعتبار ہے ہرماسیس' تمہاری آنکھوں میں وفاداری نظر آتی ہے۔ تمہارے ماتھے پر ایمانداری لکھی ہوئی ہے۔ میں تمہیں کوئی اونچا عہدہ دوں گی اور تم میرے رازدار اور خلوت و جلوت کے شریک ہوگے۔ میں اپنے دل کا راز تم پر ظاہر کرسکوں گی۔ میں تمہارے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکال سکوں گی اور اس طرح میرے غموں کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا اور پھر میں تنہائی بھی محسوس نہ کروں گی۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھ میں کمزوریاں ہیں اور کمزوریاں کس میں نہیں ہوتیں؟ لیکن میں تمہاری دوستی کی اہل ہوں' میں صرف کمزوریوں کی ہی پوٹ نہیں ہوں' بلکہ مجھ میں کچھ خوبیاں بھی ہیں اور میں تمہاری قدر کرسکتی ہوں۔ بتاؤ ہرماسیس! تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا؟ کیا تم میرے دوست بنو گے؟ ایک ملکہ کے دوست جن کی خوشامدیں کرنے والے تو بہت' لیکن دوست کوئی نہیں۔"

اور اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیا۔ اور اپنی نظریں مجھ پر گاڑدیں۔ اور آنے والی رات کے خیال سے میں کانپ اٹھا۔ میں اس کا دوست! ہرماسیس قلوپطرہ کا

دوست! جو کل رات اسے قتل کرنے والا ہے! ہراسیس جو قلوپطرہ کو قتل کرنے کی قسم
کھا چکا ہے ... اس کا دوست! وہ خنجر، جس سے میں قلوپطرہ کا کام تمام کروں گا۔ اس وقت
بھی میرے چغے میں چھپا ہوا تھا اور ملکہ مجھے اپنا دوست بنانا چاہتی تھی۔ وہ درخواست کر
رہی تھی ... میری دل میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی اور میرے حلق میں پھندے سے
گئے تھے۔ بے اختیار میری منہ سے ایک آہ نکل گئی۔ اور قلوپطرہ یہ سمجھ کر کہ میں اس کی
باتوں سے متاثر ہوا ہوں، مسکرا اٹھی۔

"رات بہت جا چکی ہے ہراسیس۔ کل رات جب تم ستاروں سے حال اور شگون معلوم
کر میری خواب گاہ میں آؤ گے تو ہم جی بھر کے باتیں کریں گے۔ میرے دوست ہراسیس
تم جواب دیتے تھک جاؤ گے لیکن میں سوال پوچھتے نہ تھکوں گی۔"

اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ میں کیا کر رہا ہوں
میں نے جیسے خواب کے عالم میں اس کا ہاتھ چوم لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ جا چکی تھی۔
میں اپنے جگہ پر بت بنا اس دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جس سے قلوپطرہ گئی تھی۔

کشمکش

قلوپطرہ کے جانے کے بعد بھی میں اپنی جگہ پر بت بنا کھڑا رہا۔ پھر میں نے پھولوں کا
کٹ اٹھایا اور سے دیکھنے لگا۔ دیوتا جانیں میں کب تک پھولوں کے کٹ پر نظریں گاڑے
رہا۔ اور جب نظریں اٹھائیں تو شارمن سامنے کھڑی تھی۔ میں اسے بھول ہی گیا تھا۔ اس
کا چہرہ غصہ سے تمتما رہا تھا اور وہ اپنا ایک پیر فرش پر پٹخ رہی تھی۔

"اوہ! تم شارمن۔" میں نے چونک کر کہا۔ "اور تمہارا چہرہ کیوں تمتما رہا ہے؟ اور تم
پیر بھی پٹخ رہی ہو۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟ پردے کے پیچھے اتنی دیر تک کھڑے رہنے کی
وجہ سے غالباً تمہارے اعضاء اکڑ گئے ہیں۔ لیکن جب قلوپطرہ مجھے کمرے میں لے آئی تو
تم چپکے سے کھسک کیوں نہ گئیں۔"

"میرا رومال کہاں ہے؟" اس نے خشمناک نظروں سے مجھے گھور کر کہا۔ "وہ یہیں گر
گیا تھا۔"

"رومال؟ ... تو تم نے دیکھا نہیں کہ وہ قلوپطرہ کے ہاتھ آگیا تھا چنانچہ وہ میرا مذاق
اڑانے لگی اور میں ایسا گھبرایا کہ میں نے تمہارا رومال نیچے پھینک دیا۔

"ہاں میں نے دیکھا۔ جو دیکھنا نہ چاہتی تھی وہ دیکھا، تم نے میرا رومال تو پھینک دیا۔
لیکن پھولوں کا کٹ نہ پھینک سکے۔ اور پھینک بھی کیسے سکتے تھے۔ ملکہ کا تحفہ جو تھا، پھر
اسے پھینکنا بہت بڑا پاپ گناہ تھا نا۔ چنانچہ مصر کے ہونے والے فرعون، نجات دہندہ،
دیوتاؤں کے پیارے اور مصر کی امیدوں کے سہارے نے اس کٹ کو اپنے سینے سے
لگایا۔ ٹھیک تو ہے نا ملکہ کا تحفہ جو تھا۔ لیکن میرا رومال پھینک دیا گیا۔ محض اس لئے کہ
اس فاحشہ نے اس کے متعلق دو باتیں کہہ دی تھیں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔ "دیوتاؤں کی قسم میں یہ پہیلیاں
نہیں بوجھ سکتا۔"

"کیا کہہ رہی ہوں؟" اس نے سر ہلا کر انتہائی تلخی سے کہا۔ "کچھ بھی تو نہیں کہہ

رہی۔ محض بکواس کر رہی ہوں۔ اس کا مطلب تم جو چاہو سمجھ لو۔۔۔۔ لیکن کیا واقعی تم مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ بہت اچھا۔ مجھ سے سنو۔ ہرماسیس تم ایک ایسی ٹھوکر کھانے والے ہو کہ کبھی سنبھل نہ سکو گے۔ اس حرافہ قلوپطرہ نے مکر و فریب کا جال بچھا دیا ہے اور تم کوئی دم میں اس میں پھنسنے والے ہو۔ صاف ہی کیوں نہ کہہ دوں ہرماسیس کہ اس حسین ساحرہ کا جادو تم پر چل گیا ہے اور تم اس کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہو۔ ہاں تم اس عورت سے محبت کرنے لگے ہو جسے کل رات تم قتل کرنے والے ہو۔ پھولوں کے اس مکٹ کو اپنے سینے سے لگالو ہرماسیس کیونکہ اس میں جولیس سیزر اور دوسرے آدمیوں کی داشتہ کے بالوں کی مہک ہے۔ چوم لو اسے کہ یہ قلوپطرہ کے سر پر رکھا ہوا تھا۔ اور تم دونوں جھروکے میں بیٹھے ہوئے اتنی دیر تک کیا باتیں کرتے رہے؟ میں نہ تو تمہیں دیکھ سکی اور نہ تمہاری باتیں سن سکی۔ واقعی عاشق و معشوق کی ملاقات کے لئے اس سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔ اور وقت بھی کتنا اچھا اور مبارک تھا۔ سچ مچ آج رات دیوی وینس سب ستاروں کی حکمراں ہے۔"

اس کے ایک ایک لفظ میں زہر تھا' اس کا ایک ایک لفظ مجھے غصہ دلا رہا تھا اور آخر کار میرا غصہ اس انتہا کو پہنچا کہ میں کچھ بول نہ سکا۔

"واہ کیا سیاست ہے تمہاری بھی۔ واقعی تم اپنے زمانے کے عقلمند ترین آدمی ہو۔"

اس نے میری خاموشی سے شہ پاکر کہا۔ "آج تم نے یقیناً ان ہاتھوں کو چوما ہوگا۔ جنہیں کل رات تم پتھر کی طرح بے جان کردو گے۔ واقعی موقع کی مناسبت سے تمہارا یہ اقدام قابل تعریف اور عقلمندانہ تھا۔"

میں زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکا اور چیخ اٹھا۔

"کیا بک رہی ہے لڑکی؟ اور یہ سب تو کس سے کہہ رہی ہے؟ کس کو ڈانٹ رہی ہے؟ یہ نہ بھول کہ میں کون ہوں۔"

"اس وقت تم کون ہو اور کیا ہو۔ یہ میں نہیں جانتی۔ البتہ تمہیں کیا ہونا ہے یہ تمہیں یاد دلا رہی ہوں۔" تم کیا ہو۔" یا تو تم جانتے ہو یا پھر قلوپطرہ۔"

"کیا مطلب؟" میں نے کہا۔ "اس میں میرا کیا قصور اگر ملکہ۔۔۔۔"

"ملکہ! تو تم بھی اسے ملکہ کہنے لگے؟ کیوں نہ ہو۔۔۔۔ ہمارے فرعون کی بھی ایک ملکہ ہے جو۔۔۔۔"

"مگر قلوپطرہ۔" میں نے تصحیح کی۔ "آج رات اور کسی بھی رات یہاں آکر مجھ سے گفتگو کرنا چاہے۔"

"ستاروں کے متعلق۔۔۔۔ ستاروں کے متعلق' ہرماسیس ستاروں' پھولوں کے مکٹ اور حسن کی دیوی وینس کے متعلق۔ تم دونوں کی گفتگو کا موضوع ہو سکتا ہے بھلا۔"

اب زیادہ برداشت کی تاب نہ تھی شارمن کے زہریلے نشتروں نے مجھے بالکل ہی دیوانہ کر دیا اور میں دیوتا جانیں کیا بک گیا۔ یہ تو میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ جب میں یوں دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا تو شارمن مارے خوف سے کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ بالکل اسی رات کی طرح جبکہ ماموں سیپا نے اسے ڈانٹا تھا۔ وہ منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

اور میں خاموش ہو گیا۔ یوں دیوانوں کی طرح چیخنے پر میں شرمندگی محسوس کر رہا تھا لیکن میرا غصہ کم نہ ہوا تھا کیونکہ شارمن روتی بھی جاتی تھی اور ہچکیوں کے درمیان برابر اپنے زہریلے نشتر بھی چلاتی جا رہی تھی۔ اور آپ جانئے آدمی سب کچھ تو برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن عورتوں کے طعنے برداشت نہیں کر سکتا' وہ ہوتے ہیں ناقابل برداشت۔

"تمہیں مجھے اس طرح نہ ڈانٹنا چاہئے۔" اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری زیادتی ہے۔ لیکن میں یہ تو بھول ہی گئی کہ تم پتھر دل کاہن ہو۔ مرد قطعی نہیں ہو۔ اور اگر ہو بھی تو شاید قلوپطرہ کے لئے۔ تمہارے سینے میں دل نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ قلوپطرہ کے لئے دھڑکتا ہے۔"

"کیا حق ہے تمہیں کہ تم۔۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔"

"کیا حق ہے! یہ تم پوچھ رہے ہو؟" اس نے اپنی سیاہ آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ آنسو اس کے رخساروں پر یوں بہہ رہے تھے جیسے کنول پر شبنم۔ "کیا حق ہے! ہیں کیا حق ہے!

کیا واقعی تم ایسے اندھے ہو کہ میرا حق نہیں پہچان سکتے۔ یا تم پہنچانا نہیں چاہتے؟ ہرما میں تمہیں بتاؤں گی کہ اسکندریہ میں تو اس کا عام رواج ہے۔ اور اسے شرمناک اور ذلیل کام نہیں سمجھا جاتا۔ اچھا سنو ہرماسیس میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اور یہی محبت ہے مجھے ایسی باتیں کرنے کا حق دلا رہی ہے‘ سنا تم نے؟ میں تمہیں چاہتی ہوں۔ آہ! ہرماسیس غصہ نہ کرو۔ اور مجھے ذلیل بھی نہ سمجھو‘ صرف اس لئے کہ سچی بات میرے منہ سے نکل گئی۔ میں محبت کے ہاتھوں مجبور ہوں ہرماسیس ورنہ حقیقت میں ایسی نہیں ہوں۔ میں تمہارے لئے سب کچھ کروں گی۔ اور ویسی ہی بن جاؤں گی جیسی کہ تم خود مجھے بتاؤ گے۔ میری رگوں میں بھی فراعنہ کا خون ہے۔ تمہاری طرح میں بھی فرعون کی نسل سے ہوں۔ میں بھی عزت‘ شہرت اور عظمت کی خواہشمند اور حقدار ہوں‘ اور اگر تم نے میرا ہاتھ تھام لیا ہرماسیس تو میرے یہ خواب پورے ہوں گے۔ لیکن اگر میں تمہیں نہ پاسکی تو پھر جو کچھ بھی ہوگا اس کے ذمہ دار صرف تم ہوگے۔ تمہاری طرح میں بھی عالی نسب ہوں اور میرے بھی خیالات بلند ہیں‘ میں بھی زیرک ہوں۔ اپنی کوئی الجھن بیان کرو۔ اور میں اسے حل کر دوں گی۔ تمہارا اور میرا مقصد ایک ہی ہے مصر سے تمہیں بھی محبت ہے اور مجھے بھی‘ جس کام کو پورا کرنے کی تم نے قسم کھائی ہے اسی کو پورا کرنے کی میں نے بھی قسم کھائی ہے۔ ہرماسیس مجھے اپنی بیوی بنالو تاکہ جب تم مصر کے تخت پر بیٹھو تو میری جگہ تمہارے پہلو میں ہو۔ اور پھر میں تمہیں ان بلندیوں تک پہنچادوں گی جہاں تک خیال کی بھی رسائی ممکن نہیں۔ لیکن اگر تم نے میری محبت کو ٹھکرا یا تو خبردار ہوجاؤ کہ میں انتقام لوں گی۔ اور تمہیں ذلت و رسوائی کی پستیوں میں ڈھکیل دوں گی۔ قلوپطرہ اپنا کامیاب سحر تم پر آزما چکی ہے اور تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی‘ اور اب تمہارے جواب کی منتظر ہوں۔“

چند ثانیوں تک میں دم بخود کھڑا رہا‘ شارمن کی مسحور کن آواز اس کی زوردار تقریر اور پھر اس انکشاف نے مجھے چکرا دیا۔ اگر میں اس سے محبت کرتا ہوتا تو دیوتا جانیں میرا کیا حال ہوتا۔ لیکن شکر ہے کہ مجھے اس سے نفرت تھی۔ اور اب مجھے پہلے واقعات

آئے اور ساتھ ہی ہنسی بھی آئی۔ مجھے یاد آیا کہ اس نے کس طرح جھلا کر پھولوں کا مکٹ میرے سر پر رکھا تھا۔ اور پھر اس کے رومال کا خیال آیا کہ میں نے کس طرح غصہ میں آکر اسے پھینک دیا تھا۔ اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ اگر سیپا شارمن کو اس حال میں دیکھتے تو کیا کہتے۔ اور میں قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اور میرا یہ احمقانہ قہقہہ ہی میری تباہی کا باعث بنا۔

شارمن کے چہرے کا رنگ سفید ہوگیا۔ مردے کی طرح سفید۔

”تم میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو ہرماسیس۔“ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی تھی کہ تم یوں قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔“

”معاف کرنا شارمن میں تم پر تمہاری باتوں پر نہیں ہنسا تھا۔ یہ تو دراصل کھسیانی ہنسی تھی۔ کیونکہ میرے پاس تمہاری باتوں کا جواب نہیں۔ حیران ہوں کہ کیا کہوں۔ تم نے نہایت زوردار الفاظ کہے ہیں۔ تاہم میرا فرض ہے کہ دو (۲) باتیں میں بھی کہوں۔“

”کہو۔“

”تم جانتی ہو شارمن کہ میں کون ہوں اور میرا مقصد کیا ہے۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں نے دیوی ایزیس کے حضور قسم کھائی ہے۔ چنانچہ میرا تمہاری طرف متوجہ ہونا دیوتاؤں کے حکم سے روگردانی کرنا اور اپنی قسم توڑنا ہے۔“

”تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم نے صرف مجھ سے دور رہنے کی قسم کھائی ہے۔ اور اگر تم نے ہر عورت سے دور رہنے کی قسم کھائی ہے تو میں جانتی ہوں کہ یہ قسم ٹوٹ چکی ہے‘ بظاہر تو نہیں ٹوٹی۔ لیکن میں تمہارے دل کا حال تمہارے چہرے سے پڑھ سکتی ہوں‘ ہرماسیس! تم قلوپطرہ کو چاہنے لگے ہو۔“

”بکتی ہو تم۔“ میں چلایا۔ ”ہوس پرست لڑکی تو مجھے ورغلانا چاہتی ہے تاکہ میں اپنا فرض بھول جاؤں‘ اگر ایسا ہوا تو لعنت ہے مجھ پر۔ جاہ طلب اور نفسانی خواہشات کی غلام! ایسے شرمناک الفاظ منہ سے نکالتے تجھے حیا نہ آئی؟ اور تو مجھے دھمکیاں دے رہی ہے؟ تو اپنی جنسی خواہشات کی تسکین مجھ سے چاہتی ہے؟ تو بہت آگے بڑھ گئی ہے لڑکی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ہاتھوں تجھے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ تو جواب سننا چاہتی ہے؟ بہت اچھا

سن۔ تو میری مشیر اور آلۂ کار ہے‘ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تیرا یہ حسن اور تیری پر
بھری نگاہ میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز نہیں کر سکتی۔ آج تک میں تجھے اپنی دوست کہ
تھا۔ لیکن اب تو وہ بھی نہیں رہی۔ اب میں تجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ لیکن سن لے
میرے رازوں سے واقف ہے اور چاہے تو مجھے برباد کر سکتی ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوا۔ اگر
نے ہمارے خلاف انگلی بھی ہلائی تو وہ دن تیری زندگی کا آخری دن ہو گا۔“

اور جب میں غصہ میں بھرا بول رہا تھا تو شارمن خوف سے قدم قدم پیچھے ہٹتی جا رہی
تھی یہاں تک کہ وہ دیوار سے جا ٹکرائی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا
اور جب میں خاموش ہوا۔ اور جب اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹائے تو میں نے
دیکھا کہ اس کا چہرہ پتھر کی مورت کے چہرے کی طرح کرخت ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں
شعلے برسا رہی تھیں۔

”ہرماسیس!“ اس نے کہا۔ ”ایسی بے کاری اور ادنیٰ باتوں پر اپنا قیمتی غصہ صرف نہ
کرو۔ میں نے ایک تیر پھینکا تھا جو بدقسمتی سے نشانے پر نہ بیٹھا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت
نہیں۔ قسمت ہی بری ہو تو ہمارا کیا زور؟ البتہ ایک درخواست ہے۔ اپنا خنجر مجھے دو تا کہ
میں اپنی شرمناک زندگی کا خاتمہ کر دوں۔ نہیں۔ بہت اچھا جیسی تمہاری مرضی۔ تم نے
میری محبت ٹھکرائی ہے۔ اور میری حماقتوں پر ہنس رہے ہو۔ تاہم میں وعدہ کرتی ہوں کہ
اب بھی میں تمہاری ویسی کنیز ہوں جیسے کہ پہلے تھی۔ تم اطمینان رکھو کہ میں تمہارے
مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤں گی۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔“

اور وہ چلی گئی۔ میں نے اپنے آپ کو کوچ پر ڈال دیا اور خیالات کے گھوڑے لگام
تڑا کر میدانوں بھاگ پڑے۔ افسوس ہم کیا سوچتے ہیں اور کیا ہوتا ہے۔ ہم نقشے بناتے
ہیں۔ امیدوں کے محل تعمیر کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ وقت کسی قسم کے مہمان کو ان
محلات میں لے آئے گا۔ مستقبل کے سامنے کون باڑھ باندھ سکتا ہے۔

یوں ہی پڑے پڑے‘ دیوتا جانیں میں کب سو گیا اور ساری رات اوٹ پٹانگ خواب
دیکھتا رہا۔ اور جب بیدار ہوا تو وہ دن طلوع ہو چکا تھا جس کی رات ہماری سازش کا انجام

دیکھے گی۔

بہت دیر تک میں یوں ہی پڑا رہا اور ناقابل برداشت بے چینی میرے رگ و ریشہ میں
سرایت کرتی چلی گئی۔ میں نے سوچا اس سے پہلے کہ آج کا دن ”ماضی“ کے بطن میں جا
سوئے۔ مجھے اپنے ہاتھ سے قلوپطرہ کے خون سے رنگنے ہوں گے۔ ہاں اس قلوپطرہ کے
خون سے جسے مجھ پر اعتبار تھا اور جو مجھے اپنا دوست اور اصلاح کار بنانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ
کیا بات ہے؟ میں اس سے ایسی نفرت کیوں نہیں کر سکتا جیسی کہ مجھے کرنی چاہئے۔ ایک وہ
بھی وقت تھا کہ میں اس خونی فرض کو مقدس و محترم اور ضروری سمجھتا تھا.... لیکن اب
... اب.... اگر کوئی یہ خونی فرض اپنے ذمہ میں لے لیتا تو میں بخوشی اپنے تاج و تخت سے
دست بردار ہو جاتا۔ ہاں میں سب کچھ اسے بخش دیتا.... لیکن آہ!.... میں جانتا تھا کہ فرار
کی کوئی راہ نہیں۔ بہرطور مجھے یہ تلخ جام پینا ہے ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا‘ دنیا میں‘ اور
آخرت میں بھی‘ کسی کو اپنا منہ نہ دکھا سکوں گا۔ مصر کے لوگوں اور دیوتاؤں کی نظریں میری
طرف تھیں۔ مصر کے لوگ غلامی کی زنجیریں کٹنے کے منتظر تھے.... میں نے دیوی ایزیس
کے حضور سر جھکا دیا اور گڑ گڑا کر دعا کی وہ مجھے یہ فرض انجام دینے کی قوت عطا
فرمائے۔ ایسے خلوص دل سے میں نے پہلے کبھی دعا نہ کی تھی‘ لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ
گیا کہ میری اس دعا کے بعد کوئی جواب نہ آیا آہ! یہ کیا ہوا؟ پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا؟
دیوی نے ہر دفعہ میری دعا کا جواب دیا تھا؟ لیکن آج کوئی جواب نہ آیا! تو کیا ہم دونوں کے
درمیان جو رابطہ قائم تھا وہ ٹوٹ گیا؟ تو کیا شارمن کا یہ کہنا سچ تھا کہ میں.... قلوپطرہ سے
محبت کرنے لگا ہوں؟ نہیں ہزار بار نہیں۔ میں اس سے محبت نہیں کرتا.... تو پھر دیوی
ایزیس نے میری دعا کا جواب کیوں نہ دیا؟ میری دعا بے اثر کیوں رہی؟.... یہ غالباً دھوکے
کے قتل اور خون خرابے کے خلاف نفرت کا اظہار نفرت ہے.... کیا یہ ممکن نہیں کہ دیوی
ایزیس بھی اس خون خرابے سے نفرت کرتی ہو؟

خوف اور مایوسی میرے دل پر مسلط تھی۔ میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ لیکن وہ
پہلے کا سا جوش اور ولولہ نہ تھا۔ میں نے اس فہرست کو کئی دفعہ دیکھا جس میں ان بدقسمتوں

کے نام تھے جو کل صبح اس دنیا میں نہ ہوں گے۔ میں نے آئندہ کل کے کاموں کا ایک خاکہ تیار کیا اور پھر وہ تقریر بھی تیار کرلی جو میں تخت پر بیٹھنے سے پہلے کرتا۔ وہ یوں شروع ہوئی تھی۔

میں نے یہ سب تیاریاں کرلیں۔ لیکن اس آدمی کی طرح جو کسی کے حکم سے مجبور ہو کر اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام کر رہا ہو۔

اور یوں وقت گزرتا رہا۔

دوپہر ڈھل رہی تھی جب میں وعدے کے مطابق سیپا سے ملنے ان کے گھر پہنچا اور وہاں ان کے ساتھ آدمیوں سے ملا جو مصر کے مختلف شہروں کے انقلابیوں کے نمائندے تھے۔ جب گھر کے دروازے بند کردیئے گئے تو وہ لوگ میرے سامنے سجدے میں گر گئے اور چلائے۔ "زندگی! خون! قوت! فرعون!" لیکن میں نے یہ کہتے ہوئے کہ میں ابھی فرعون نہیں بنا ہوں' انہیں اٹھ کر بیٹھ جانے کو کہا۔ اور کہا کہ ابھی انڈا کھٹک کر بچہ باہر نہیں نکلا ہے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیسا ہوگا۔

"تاہم اس کی چونچ باہر نکل آئی ہے۔" سیپا نے کہا۔ "مصر کے لوگ جو صدیوں سے جو خواب دیکھتے آرہے تھے وہ آج پورا ہوگا۔ اگر تمہارے خنجر نے دغا نہ کی تو آج مصر کی غلامی کی زنجیریں کٹ جائیں گی۔"

"فی الحال کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ جو دیوتاؤں کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔" میں نے کہا۔

"نہیں ہرماسیس دیوتاؤں نے اپنی مرضی ایک انسان کے ہاتھ میں دے دی ہے اور وہ تم ہو.... اور یہ لو۔ یہ آخری فہرست ہے۔ خبر آئی ہے کہ مصر کے خطہ خطہ میں تقریباً تیس ہزار آدمی منتظر ہیں کہ قلوپطرہ کی موت کی خبر آتے ہی اٹھ کھڑے ہوں۔ پانچ دنوں کے اندر اندر مصر کے ہر قلعے پر ہمارا پرچم لہرا رہا ہوگا اور پھر کسی طرف سے خوف باقی نہ رہے گا۔ تم کہو گے کہ حکومت روم کا خوف تو پھر بھی باقی رہتا ہے۔ لیکن نہیں۔ خود روم خانہ جنگیوں میں الجھا ہوا ہے اس کے علاوہ ہم مجلس ثلاثہ سے صلح صفائی کرلیں گے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو مجلس کے اراکین کو رشوت دے کر اپنا حامی بنالیں گے۔ روپے کی کوئی کمی

نہیں۔ اور اگر محسوس ہوئی بھی تو ہرماسیس تم جانتے ہو کہ مصر کا قدیم خزانہ کہاں ہے۔ تم بوقت ضرورت اس خزانے کو حاصل کرکے مصر کی بھلائی کے لئے خرچ کرسکتے ہو۔ پھر ہمیں کیا خطرہ ہے؟ کوئی بھی نہیں۔ ہاں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسکندریہ میں بغاوت ہو جائے۔ لیکن ہم اسکندریہ کو ہی روئے زمین سے مٹادیں گے۔"

"یہ سب کچھ سہی لیکن خطرہ تو پھر بھی باقی رہتا ہے۔" میں نے کہا۔ "یعنی قلوپطرہ کا بیٹا سیزرون' دولت روم جولیس سیزر کے اس بیٹے کو مصر کے تخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گی۔"

"سیزرون بھی قتل کردیا جائے گا۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی راہ نہیں؟" میں نے کہا۔ "اس خونی کام کے خیال ہی سے میرا دل لرزتا ہے۔ اس لڑکے میں قلوپطرہ کا حسن اور جولیس سیزر کی قابلیت و ہوشیاری یکجا ہوگئی ہے۔"

"تب تو اس کا قتل کرنا اور بھی ضروری ہوگیا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ "بہرحال وہ بے گناہ اور معصوم ہے.... ہاں تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

اور پھر ہم نہایت اہم امور پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ میری ہمت بندھ گئی اور دل پہلے کا سا ہی جوش اور ولولہ محسوس کرنے لگا۔ سب تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں۔ سب امور طے ہوچکے تھے۔ یہ بھی طے ہوچکا تھا کہ اگر میں کسی وجہ سے آج رات قلوپطرہ کو قتل نہ کرسکوں تو پھر یہ کام کل تک اٹھا رکھوں۔ قلوپطرہ کا قتل ہی یہ اشارہ ہوگا کہ لوگ میری حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ سب امور طے ہوجانے کے بعد ہم سب نے ایک اور پھر وہ مقدس قسم کھائی جو توڑی نہیں جاسکتی۔ اور پھر ماموں سیپا نے میری پیشانی چوم لی۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ انہوں نے مجھے ہزاروں دعائیں دیں اور کہا کہ اگر انہیں سو زندگیاں بھی عطا ہوں تو وہ ہر زندگی کو مجھ پر اور مصر پر سے قربان کردیں گے۔ حقیقت میں سیپا زبردست محب وطن تھے۔ جواب میں میں نے بھی ان کی پیشانی چوم لی۔ اور یوں ہم ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ اور یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ اس

زندگی میں اپنے ماموں سیپا سے مل نہ سکا۔

ابھی بہت وقت باقی تھا۔ چنانچہ میں اسکندریہ کی سڑکوں پر گھومنے اور اس جگہ کا لینے لگا۔ جہاں آج رات ہمارے آدمی چھپنے والے تھے۔ یوں ہی گھومتا گھماتا میں بندرگاہ پہنچ گیا۔ ایک جہاز لنگر اٹھا کر روانہ ہو رہا تھا اور میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اس جہاز کے مسافروں میں ہوتا اور وہ مجھے کوئی دور افتادہ خطے میں پہنچا دیتا' جہاں میں گمنامی مگر پر سکون کی زندگی گزارتا۔ اسی وقت ایک دوسرا جہاز بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا تھا۔ اور اس کے مسافر اتر رہے تھے۔ میں وہیں کھڑا جہاز کے مسافروں کو دیکھ رہا تھا کہ شاید ان میں ابیدس کا مسافر بھی ہو۔ دفعتاً" مجھے ایک مانوس آواز سنائی دی۔

"او ہو ہو۔ کیا شہر ہے۔ ہائے ہائے۔ مجھ جیسی بڑھیا تو اس میں کہیں گم ہو جائے گی کوئی ٹھکانہ نہ پا سکے گی۔ اور میں ان لوگوں کو کہاں تلاش کروں گی جو میرے دوست تھے .... ارے پرے ہو۔ یہ کیا کہ بس اوپر ہی گرے پڑتے ہو اور .... اے خبردار میری ٹوکری کو ہاتھ لگایا تو دیوتاؤں کی قسم میں تجھے اپنے جادو کے زور سے مینڈھا بنا دوں گی۔ ہٹ اس طرف۔"

میں اس آواز کو سن کر حیرانی سے پلٹا اور سامنے بوڑھی انا آتوا کھڑی تھی۔ وہ پہچان کر چونکی۔ لیکن چونکہ ہوشیار تھی اس لئے انجان بنی رہی۔

"جناب۔" وہ میرے قریب آئی۔ "وضع قطع سے آپ نجومی معلوم ہوتے ہیں میرے استاد نے مجھے نجومیوں سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے کیونکہ یہ لوگ جھوٹے خود غرض ہوتے ہیں۔ لیکن میں تو تم پر اعتبار کر سکتی ہوں۔ کیونکہ اس شہر اسکندریہ کا آدم ہی نرالا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی یہاں کی ہر بات الٹی ہے چنانچہ یہاں کے نجومی ا جھوٹے اور خود غرض نہ ہوں گے۔" اور پھر اس نے آس پاس کسی کو نہ دیکھ کر کہا۔

"ہرماسیس! میں تمہارے والد آمن مہت کا پیغام لے کر آئی ہوں۔"

"وہ خیریت سے تو ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"... سے ہیں اور اس مبارک ساعت کے منتظر۔"

"کیا پیغام لائی ہو۔"

"سنو! وہ تمہیں سلام و دعا کے بعد خبردار کرتے ہیں کہ تمہاری راہ میں ایک زبردست خطرہ حائل ہے۔ باوجود کوشش کے وہ معلوم نہ کر سکے کہ یہ خطرہ کیا ہے اور کون سے روپ میں ظاہر ہوگا۔" اور سنو یہ ہیں ان کے الفاظ .... "ثابت قدم رہو تو کامیابی ہوگی۔"

ان لفظوں نے میرے بدن میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑا دی۔

"اور وہ مبارک ساعت کب آنے والی ہے۔" آتوا نے پوچھا۔

"آج رات کو۔ کہاں جاؤ گی تم؟"

"سیپا کے پاس۔ اور کہاں جا سکتی ہوں۔ تم مجھے ان کے گھر تک پہنچا دو۔"

"میرا تمہارے ساتھ آنا ٹھیک نہیں۔ ٹھہرو۔" میں نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک حمال کو روک لیا اور اس کی ہتھیلی پر چند سکے رکھ کر اسے سیپا کے گھر کا پورا پتہ دیا کہ وہ آتوا کو وہاں پہنچا دے۔

"کل تک کے لئے میں تم سے رخصت ہوتی ہوں۔" آتوا نے کہا۔ "ثابت قدم رہو تو کامیابی ہوگی۔"

میں محل کی طرف چل دیا۔ سڑکوں پر خاصی بھیڑ بھاڑ تھی لیکن لوگ دائیں بائیں دب کر میرے لئے راستہ چھوڑ دیتے تھے کیونکہ ہر آدمی جانتا تھا کہ میں ملکہ کا خاص نجومی ہوں۔

میں سر جھکائے اپنے خیالات میں گم چلتا رہا اور میرے قدموں کی بے معنی چاپ نے الفاظ کی صورت اختیار کر لی۔ مجھے اپنے قدموں کی چاپ یوں کہتی محسوس ہوئی "ثابت قدم رہو۔ ثابت قدم رہو۔ ثابت قدم رہو۔" اور میں حیران تھا کہ ایسا کیوں ہے۔ اور مجھے کب ثابت قدم رہنا ہے۔ ان سوالات کے جواب میرے پاس نہ تھے۔

شکست

رات کا وقت تھا اور میں اپنے کمرے میں بیٹھا شارمن کا انتظار کر رہا تھا جو
قلوپطرہ کی خواب گاہ میں لے جانے والی تھی۔ میرے سامنے میز پر وہ خنجر پڑا تھا جس
میں ملکہ کو قتل کرنے والا تھا۔ کافی لمبا اور تیز خنجر تھا وہ جس کا دستہ ابوالہول کی شکل
ہاتھی دانت کا تھا۔ میں بیٹھا اور اپنے مستقبل کے متعلق شگون لے رہا تھا۔ لیکن میری
تھک کوشش کے باوجود مستقبل مجھ پر ظاہر نہ کیا گیا۔ دیوتا جانیں کیا ہونے والا تھا؟
ہزار کن انتظار کے بعد شارمن آ گئی۔ وہ بہت بدل گئی تھی۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا
آنکھیں بجھی بجھی سی اور چہرے سے روحانی کرب کے آثار ہویدا تھے۔

"مصر کے ہونے والے فرعون کو قلوپطرہ بلا رہی ہے۔" اس نے کہا۔ "وہ معلوم کر
چاہتی ہے کہ ستاروں کی چال سے تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا۔"

"شارمن! سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے نا۔"

"ہاں شہزادے سب ٹھیک ہے۔ دروازے پر پولوس پہرہ دے رہا ہے۔ دوسرے
بے خبر سو رہے ہیں اور سیپا اپنے جانباز ساتھیوں کے ساتھ دروازے سے باہر چھپے بیٹھے
اور قلوپطرہ، رنج میں داخل ہوتی ہوئی بھیڑ کی طرح اپنی موت سے بے خبر ہے۔"

"تو چلو پھر۔"

اور میں خنجر اپنے چغے کے دامن میں چھپا کر اٹھا۔ میرا وہ پورا دن عجیب کشمکش
بے چینی میں گزارا تھا اور میں کھانا بھی نہ کھا سکا تھا۔ چنانچہ اس وقت میں نے اپنی
چینی دور کرنے اور دل مضبوط کرنے کے لئے میز پر سے شراب کا جام اٹھایا اور ایک
گھونٹ میں خالی کردیا۔ "ٹھہرو ہرماسیس۔" شارمن نے نظریں جھکا کر کہا۔

"پہلے میری ایک بات سن لو۔ کل رات کو جو کچھ ہوا وہ .... وہ .... ایک خواب
اور میں سمجھتی ہوں کہ تم بھی اسے خواب پریشان سے زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہو"

"ہاں ہاں۔" میں نے بے چینی سے کہا۔ "شارمن تم اس وقت مجھے پریشان نہ کرو"

میں تمہیں پریشان نہیں کر رہی ہوں ہرماسیس۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ آج رات
قسمت کوئی نیا اور عظیم فتنہ جگانے کی تیاریاں کر رہی ہے ہو سکتا ہے وہ مجھے کچل دے .... یا
نہیں .... یا پھر ہم دونوں کو ہی کچل دے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں ڈرتی ہوں کہ تم مجھے
معاف نہ کرو گے۔ چنانچہ گزشتہ رات جو کچھ ہوا میں اس کی معافی چاہتی ہوں .... وہ ایک
خواب ...."

"ہاں بھئی ہاں۔ مان لیا کہ خواب تھا .... اور یہ سب خواب ہی تو ہے۔" میں نے مری
ہوئی آواز میں کہا۔ "تم اور میں، یہ بھیانک رات اور میرے چوغے میں چھپا ہوا یہ خنجر یہ
سب خواب ہی تو ہے شارمن۔ اور نہیں کہا، کہا جا سکتا کہ جب ہم بیدار ہوں گے تو کیا
دیکھیں گے۔"

"تو اب تم میری طرح ہی سوچنے لگے ہو۔ یعنی یہ کہ سب خواب ہے اور اس سے تو
تمہیں بھی انکار نہ ہو گا کہ خواب میں مناظر جلد جلد بدلتے ہیں۔ بڑے ہی عجیب اور تغیر
پذیر ہوتے ہیں یہ خواب .... آسمان پر تیرتے ہوئے بادلوں کی طرح نت نئی شکلیں بناتے اور
بگاڑتے رہتے ہیں۔ کبھی بھیانک اور کبھی خوشنما۔ کبھی اداس۔ اور کبھی خوشگوار کون کہہ
سکتا ہے کہ وہ جو خواب دیکھ رہا ہے اس کا منظر ایسا ہی خوشنما اور یکساں رہے گا۔ چنانچہ
ہرماسیس ہم بھی اس وقت ایک خواب ہی دیکھ رہے ہیں اور میں تم سے پوچھتی ہوں، اس
سے پہلے کہ ہم بیدار ہوں، میں تم سے پوچھتی ہوں کہ اس خواب کا منظر کیا یکساں ہی
رہے۔ خوب سوچ لو کہ بیدار ہونے کے بعد تم اس منظر کو نہ بدل سکو گے۔"

"مجھے افسوس ہے شارمن کہ میرے الفاظ سے تمہیں دکھ پہنچا۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہ منظر نہیں بدل سکتا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے کل ہی کہہ دیا تھا۔ تم
میری ایک بہترین دوست اور قرابت دار ہو۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"یوں ہی سہی۔" شارمن نے کہا۔ "چنانچہ بھول جاؤ کہ بے حیا بن کر میں نے اظہار
محبت کیا تھا۔ چنانچہ .... میرے خواب کا منظر تو بدل گیا ہرماسیس۔"

اور وہ مسکرائی۔ پہلے کبھی میں نے اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ نہ دیکھی تھی۔

اداس' غمناک اور کینہ وارنہ۔

اس وقت میں ایسا اندھا ہوگیا تھا کہ شارمن کی اس مسکراہٹ کو سمجھ نہ سکا۔ اس مسکراہٹ کے ساتھ شارمن کی زندگی کی مسرتیں ختم ہوگئیں۔ اس کی جوانی کی دلچسپیاں مرگئیں اور اس کی امیدوں نے دم توڑ دیا۔ اور یہی مسکراہٹ تھی جس نے شارمن کے مقدس فرض کی دھجیاں بکھیردیں۔ اسی غمناک' اداسی اور کینہ وارانہ مسکراہٹ کے ساتھ شارمن مصری نے اپنے آپ کو شیطانی قوتوں کے حوالے کردیا۔ اسی مسکراہٹ نے شارمن مصری کے دل میں جلتی ہوئی آگ نے جوت بجھادی۔ اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مصر کے لوگوں اور دیوتاؤں سے غداری کی۔ اور وہ اپنی قسم توڑدی جسے توڑنے کی کوئی جرائت نہ کرسکتا تھا۔ یہ مسکراہٹ اس وقت کی طرف اشارہ کررہی تھی جبکہ تاریخ کا دھارا اپنا رخ بدلنے والا تھا۔ یہ مسکراہٹ مصر پر سیاہ بختی کی لہر تھی۔ اگر میں شارمن کی اس مسکراہٹ کو سمجھ سکا ہوتا تو مصر کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ اگر وہ مسکاہٹ اس معصوم لڑکی کے ہونٹوں پر نہ ناچتی ہوتی تو مصر کی تاریخ میں فرعون ہرماسیس اور دوسرے فراعنہ کے نام نظر آتے۔ لیکن افسوس میں شارمن کی مسکراہٹ کو نہ سمجھ سکا۔ اس میں چھپا ہوا تباہ کن طوفان نہ دیکھ سکا اور وہ ہوگیا جو نہ ہونا چاہئے تھا۔ کتنی زہریلی اور تباہ کن مسکراہٹ' تھی حالانکہ کہنے کو ایک خوبصورت لڑکی تھی۔

"شارمن! تم ایسی عجیب نظروں سے مجھے کیوں دیکھ رہی ہو۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہرماسیس۔" اس نے جواب دیا۔ "آؤ میرے ساتھ۔ اب وقت آگیا ہے اے مصر کے ہونے والے فرعون ثابت قدم رہو دیوتا تمہیں کامیابی عطا فرمائیں گے۔"

اور اس نے جھک کر میرا ہاتھ چوم لیا۔ ایک بار پھر عجیب نظروں سے مجھے دیکھا اور گھوم کر چل دی۔ خالی کمروں میں سے گزرتے ہوئے ہم اس بڑے کمرے میں پہنچے جس کے آخری سرے پر قلوپطرہ کی خواب گاہ تھی۔ وہی خواب گاہ جہاں میں پہلی دفعہ اس سے ملا تھا اور اسے شعبدے دکھائے تھے۔

"یہاں ٹھہرو ہرماسیس' میں قلوپطرہ کو تمہاری آمد کی اطلاع دے آؤں۔" اس نے

مجھے وہاں چھوڑ کر چلی گئی۔

اور میں اس بڑے کمرے میں تنہا کھڑا اپنے دل کی دھڑکنیں سنتا اور اپنی ہمت بندھاتا رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ ایک پل ایک ایک سال معلوم ہورہا تھا۔ بہت دیر ہوگئی' لیکن شارمن واپس نہ آئی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ میری بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ میری نظریں بار بار خواب گاہ کی طرف اٹھ جاتی تھی قلوپطرہ آج کے بعد اس خواب گاہ میں نہ سوئے گی۔ بلکہ اب اپنے مقبرے میں ہی سوئے گی۔ لیکن شارمن کو کیا ہوا؟ کیا کررہی تھی وہ وہاں؟ پہلے تو کبھی اسے اتنی دیر نہ ہوئی تھی؟ میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

آخر کار شارمن آتی نظر آئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ لڑکھڑا رہی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ سفید ہورہا تھا۔

"جاؤ۔ قلوپطرہ تمہارا انتظار کررہی ہے۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "جاؤ اور بے خوف و خطر اپنا کام انجام دو۔ خواب گاہ کے باہر آج ایک بھی محافظ نہیں ہے۔"

"جب میں .... جب میں .... یعنی .... اس کام سے فرصت پانے کے بعد تم سے کہاں ملاقات ہوگی؟" میں نے تھوک نگل کر پوچھا۔ میرا حلق سوکھ رہا تھا۔

"میں تمہیں اسی جگہ ملوں گی پھر ہم جاکر دروازہ کھل دیں گے' جاؤ ہرماسیس! دیوتا کریں کہ تمہیں کامیابی ہو۔" اور میں آگے بڑھ گیا۔ خواب گاہ کے پردوں کے قریب پہنچ کر میں نے گھوم کر شارمن کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھ پھیلائے یوں کھڑی تھی جیسے وہ مجھے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہی ہو۔ اس کے چہرے سے ایسے کرب کے آثار ہویدا تھے جنہیں الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس کا سر قدرے پیچھے کو ڈھلکا ہوا۔ سینہ آگے کو ابھرا ہوا اور ہونٹ آپس میں سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ چیخ روکنے کی کوشش کررہی ہو۔ میں نے خیال کیا کہ چونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ اور اس کے خیال میں' میں اپنی موت کی طرف جارہا تھا۔ شاید اسی لئے اس کی حالت ایسی ہوگئی ہے۔ لیکن افسوس ایسا نہ تھا۔ کاش کہ میں شارمن کو سمجھ سکتا۔ میں پردہ ہٹا کر ملکہ کی خواب گاہ میں پہنچا۔ اور وہاں سفید کپڑوں میں ملبوس قلوپطرہ سنہری مسہری پر تکیئے کے

سہارے نیم دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں شترمرغ کے پروں کا نہایت خوبصورت
جس میں جواہرات ٹنکے ہوئے تھے اور قلوپطرہ کے پاس ایک طرف ایک بربط پڑا
کوچ کے سامنے سنگ مرمر کی چھوٹی سی میز پر صراحی اور جام قرینے سے رکھے
تھے۔ صراحی انگوری شراب سے لبالب بھری ہوئی تھی۔ میں دھڑکتا دل لئے کانپتے
سے اس کوچ کی طرف بڑھا جس پر دنیا کی حسین ترین عورت نیم فراز تھی۔ اس منحو
لعنتی رات سے پہلے کبھی وہ مجھے اتنی خوبصورت معلوم نہ ہوئی تھی۔ جواہرات لگے
تکیوں کے بیچ میں نیم دراز قلوپطرہ ستارہ شام کی طرح دل کش معلوم ہو رہی تھی۔ اس
لباس اور بدن سے مست کن بھینی بھینی خوشبو اڑ رہی تھی۔ اس کے سرخ ہونٹوں
کونے آہستہ آہستہ کانپ رہے تھے اور اس کی پلکوں کے سائے اس کے رخسار
رینگ آئے تھے۔

اور اسی عورت کو میں قتل کرنے والا تھا۔

میں آگے بڑھا۔ میں نے جھک کر اسے سلام کیا۔ لیکن وہ میری طرف متوجہ نہ
بلکہ اسی طرح بیٹھی پنکھا جھلتی رہی۔

میں اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ قلوپطرہ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور شتر
پنکھا اپنے عریاں سینے پر رکھ دیا۔ سیاہ پروں نے اس کی سفید چھاتیاں ڈھک دیں۔
قلوپطرہ کا وہ ہاتھ، جس سے وہ پنکھا پکڑے تھے، آہستہ آہستہ پھسلا۔ آہستہ آہستہ اس
چھاتیاں عریاں ہونے لگیں۔ اور اب پنکھا اس کے سینے پر اس طرح پڑا تھا کہ قلوپطرہ
سینے کا کچھ حصہ میری نظر کے سامنے تھا اور کچھ پنکھے کے نیچے .... اور میرے دل میں
بپا تھا۔

"تو تم آ گئے ہراسیس! میرے دوست۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "اچھا ہوا کہ تم آ گئے
پڑے پڑے میں اکتا رہی تھی۔ اف! کیسی تھکا دینے والی جگہ ہے یہ دنیا۔ بڑی ہی دل
اتنے بہت سے لوگوں سے ہم ملتے ہیں۔ لیکن ہراسیس ان میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جن
ہم بھروسہ کر سکیں اور جنہیں خلوص سے چاہ سکیں؟ ایک یا شاید دو۔ اب یہ تم کو

ہوئے میری صورت کیا تک رہے ہو؟ بیٹھ جاؤ۔"

اور اس نے ہاتھی دانت کی اس کرسی کی طرف اشارہ کیا جو کوچ کے پائنتی کی طرف رکھی ہوئی تھی۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

"ملکہ کے حکم کے مطابق۔" میں نے کہا۔ "غلام نے ستاروں اور ان کی چال کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے کیا اور ان سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔ ملکہ اجازت دیں تو پڑھ کر سناؤں۔"

اور میں اٹھا کہ قلوپطرہ کے پیچھے پہنچ جاؤں اور موقع ملتے ہی اس کی پشت میں خنجر اتار دوں۔

"نہیں ہراسیس! تم بیٹھو اور کاغذ مجھے دے دو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں پڑھ لوں گی۔ دیوتاؤں کی قسم ہراسیس تم بہت خوبصورت ہو اور میرا جی چاہتا ہے کہ بس تمہیں دیکھتی رہوں۔ چنانچہ وہیں میرے سامنے بیٹھے رہو۔"

مجبوراً میں نے کاغذ کا پلندہ اس کی طرف بڑھا دیا اور سوچا کہ جب وہ اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گی، میں دفعتاً جا پڑوں گا اور خنجر اس کے سینے میں اتار دوں گا .... قلوپطرہ نے مسکرا کر پلندہ لے لیا اور بظاہر پڑھنے لگی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ پڑھ نہ رہی تھی بلکہ کاغذ کی اوٹ سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں ہراسیس، خیریت تو ہے؟ تم نے اپنا ہاتھ چغے کے گریبان میں ڈال کر اپنے دل پر کیوں رکھ لیا ہے؟" اس نے پوچھا۔ کیونکہ میں نے چغہ میں ہاتھ ڈال کر خنجر کا دستہ پکڑ لیا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے میرے نجومی کے دل میں درد ہو رہا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ملکہ کا انداز غلط نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "بہت بری طرح دھڑک رہا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پھر پڑھنے لگی لیکن دراصل وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کروں؟" میں دل ہی دل میں بولا۔ "اگر اس پر جھپٹ پڑا تو وہ چیخنے چلانے لگے گی

اور محافظ دوڑ آئیں گے۔ نہیں۔ مجھے مناسب موقع کا انتظار کرنا چاہئے۔ جلد بازی ا
نہیں۔"

"ہراسیس! تم شگون تو بہت نیک نکال لائے ہو۔" اس نے کہا۔ حالانکہ اس نے
پڑھی نہ تھی۔

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔" اس نے کاغذ کا پلندہ فرش پر پھینک دیا۔ "جہاز کل روا
ہوجائیں گے۔ ستارے خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔"

"ملکہ معاملہ ذرا نازک ہے۔" بہرحال میں جو کچھ معلوم کرسکا وہ آپ کے حضور پ
کردیا۔

"میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہی ہراسیس۔ بات یہ ہے کہ میں ستاروں اور ا
کی چالوں سے عاجز آچکی ہوں۔ تمہاری پیشن گوئی میرے لئے کافی ہے اور چونکہ
میرے مخلص دوست ہو۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے
اور میرے فائدے کے لئے لکھا ہے۔ بس ہراسیس ان خشک باتوں کو ختم کرو اور آؤ
ہنس بول لیں۔ ذرا دل بہلائیں۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ میں بہت اچھا ناچ لیتی ہوں کیا
تمہیں خوش کرنے کے لئے ناچ لوں؟ ... لیکن نہیں۔ ایک ملکہ کے لئے یہ کچھ نامناسب
سی بات ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے سامنے ناچتے مجھے شرم بھی آتی ہے۔ نہیں بھئی
نہ ناچوں گی۔ لیکن ... ہاں' ایک گیت سناؤں؟ بس یہ ٹھیک ہے۔ تمہیں ایک گیت سنا
ہوں۔"

اور اس نے بربط اٹھالیا اور اس کے تاروں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ اس نے سر ملا
اس کے سرخ ہونٹ مسکرادیئے۔ اور اس نے اپنی مسحور کن آواز میں ایک نغمہ چھیڑ دیا۔

"رات' خوبصورت رات
آسمانوں پر اور زمیں پر
تاریکی پھیلی ہوئی ہے' اور ہم

اپنے دلوں میں موسیقی کا طوفان لئے
اڑے چلے جارہے ہیں' اس دنیا سے دور
خوابوں کی دنیا میں
سمندر کا شور ہمیں لوریاں دیتا ہے' ہوا پنکھا جھلتی ہے
اور ہم ہیں' اور تم
اڑے چلے جارہے ہیں
ہوا میرے ریشمی بالوں کو اڑاتی ہے' میرے رخسار چومتی ہے
اور تم میرے پیارے
اپنی آنکھوں میں پیار لئے مجھے دیکھ رہے ہو' اور کہتے ہو
تم کتنی حسین ہو'
اور پھر میری گردن میں اپنی بانہوں کی مالا پہنا دیتے ہو
رات نے اپنے سیاہ لبادے میں ہمیں لپیٹ رکھا ہے
تمہیں اور مجھے
تم میرے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیتے ہو اور پھر'
جیسے جوانی کی شراب پی کر گانے لگتے ہو'
اور یوں گانے لگتے ہو تم'
زمیں سے اوپر' اور تاروں بھرے آسمان تلے
بہتے چلو' بہتے چلو
اور ستاروں کا قافلہ' اور چاند اور سورج
ہماری جلو میں چلتے ہیں
ہم یادوں کے ویرانے پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور
ہمارے سامنے نہ مستقبل ہے اور نہ پیچھے ماضی
بلکہ آج ہے' لافانی آج

اور میں تمہارے قریب آنے لگتی ہوں یہاں تک کہ
میرے ہونٹ تمہارے ہونٹوں سے مل جاتے ہیں
میرا سینہ تمہارے سینے سے لگ جاتا ہے
اور ستارے' چاند اور زمین ہماری محبت کا یہ منظر
دیکھنے کے لئے اپنی گردش روک دیتے ہیں
اور سمندر کا پانی اچھل اچھل کر ہمیں مبارک باد دیتا ہے
اور تارے ٹوٹ ٹوٹ کر میرے بالوں میں اٹک جاتے ہیں
رات' خوبصورت رات'
ہمیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور میں تم میں
اور تم مجھ میں گم ہو جاتے ہو
اور ہم بہنے لگتے ہیں' خلاؤں میں' خوابوں کی دنیا میں
آہ پیارے'
اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر سے نہ ہٹاؤ
مجھے اپنے سینے سے لگائے رکھو'
تاکہ ہم دونوں دنیا کی تفکرات سے دور
اور لافانی ہو جائیں
آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ' آؤ میرے ہونٹوں کا رس پیو
اور لافانی ہو جاؤ"

وہ خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کی آواز میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ قلوپطرہ کے اس گیت نے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔ کچھ یہ بات نہ تھی کہ وہ بہت اچھا گاتی تھی۔ نہیں' میں نے ابیدس میں بہت سی ایسی عورتوں کا گانا سنا تھا جن کی آواز قلوپطرہ سے زیادہ پختہ اور پرسوز تھی۔ لیکن قلوپطرہ کی آواز میں ایک عجیب طرح کا' نیا توج اور رس تھا۔ اس میں جذبات کی لرزش تھی' شہد کی مٹھاس تھی اور بے تاب کر دینے والا اثر تھا۔ پھر خواب گاہ کی معطر

فضا' وہاں کا سازوسامان اور سجاوٹ' رات کا سکوت اور سامنے بیٹھی ہوئی دنیا کی حسین ترین عورت۔ اب سب باتوں نے مل جل کر مجھے بالکل ہی ازخود رفتہ کر دیا اور حقیقت میں' میں یوں محسوس کرنے لگا کہ میں اور قلوپطرہ تاروں بھرے آسمانوں تلے بہتے چلے جا رہے ہیں.... چنانچہ جب قلوپطرہ نے بربط رکھ کر دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا دیئے تو میں بے اختیار اس کی طرف جھکا.... لیکن فوراً ہی سنبھل گیا۔ مجھے یاد آیا کہ میں اس عورت کو قتل کرنے آیا ہوں۔

"بڑے ناقدرے ہو ہرماسیس۔ یا تمہیں میرا گانا پسند نہیں آیا؟" اس نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے ملکہ۔" میں نے نیچی آواز میں کہا۔ میری آواز کانپ رہی تھی۔

"آپ کا گیت انسانوں کے لئے نہیں ہے۔ یہ دیوتاؤں کو بھی بے خود کر سکتا ہے۔ پھر میں کیا اور میری تعریف کیا۔"

"ہرماسیس کیسا دل پایا ہے تم نے! بالکل ٹھنڈے آہن جیسا.... لیکن ہم ٹھنڈے آہن سے بے خطر کھیل سکتے ہیں۔ ہاں ایک بچہ بھی کھیل سکتا ہے۔"

میرا جی چاہا کہ کہہ دوں کہ ٹھنڈے لوہے کو بھی اگر تیز شعلوں کے پاس رکھ دیا جائے تو وہ پل بھر میں تپ جائے گا۔ لیکن کہہ نہ سکا۔ میرے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے اور دل جیسے مادر نیل کے پانی میں ڈوبا جا رہا تھا۔ میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ لیکن میں نے ایک بار پھر ہمت کر کے چغے میں ہاتھ ڈال کر خنجر کا دستہ پکڑ لیا اور سوچا کہ اپنے حواس گنوانے سے پہلے ہی میں ملکہ کا خاتمہ کر دوں۔

"یہاں آؤ ہرماسیس۔" اس نے کہا۔ "یہاں میرے قریب بیٹھو۔"

اور اس خیال سے کہ اس طرح میں بہت جلد اور آسانی سے قتل کر سکوں گا' اٹھا اور کوچ پر قلوپطرہ سے ذرا دور ہٹ کر' بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی نظریں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔

بے حد مناسب موقع تھا۔ اس کا سر اوپر اٹھا ہوا تھا اور اس کا مرمریں سینہ میرے سامنے عریاں تھا۔ چنانچہ میں نے پھر اپنے چغے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ لیکن قلو نے فوراً ہی

میرا اٹھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہراسیس! کیا بات ہے؟ تم اتنے گھبرائے ہوئے کیو ہو؟ کچھ بیمار ہو گیا؟"

"جی ہاں۔ بیمار ہی ہوں۔"

"ارے تو مجھ سے کیوں نہیں کہا؟ ذرا لیٹ جاؤ۔ طبیعت ابھی سدھر جائے گی۔"

میرا ہاتھ اب تک اس کے نرم و نازک ہاتھ میں تھا۔ اس کا ہاتھ آپیس معبود کی زبان کی طرح نرم تھا۔ اور قوت میرے ہاتھ میں سے نکلی جا رہی تھی۔ وہ لمحہ بہ لمحہ جیسے بے جان ہوا جا رہا تھا۔

ذہنی تکان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے آج تم نے ستاروں کی چال معلوم کرنے میں اپنی ساری ذہنی قوتیں صرف کر دی ہیں۔ اتنی محنت نہ کر ہروماسیس .... دیکھو کتنی خوبصورت رات ہے اور ہوا میں پھولوں کی خوشبو رچی ہوئی ہے۔ سنو ہراسیس! سمندر گنگنا رہا ہے۔ اور تم بلبل کا نغمہ بھی سن رہے ہو نا؟ آہ! کتنی پر سوز آواز میں' میں اپنے معشوق کو یاد کر رہی ہے یا شاید اسے اپنے دل کا درد سنا رہی ہے۔ سمندر کا شور' ہوا کی سائیں سائیں اور درخت کے پتوں کی سرسراہٹ' ہراسیس' یہ قدرت کا گیت ہے' اگر تمہارا دل چوٹ کھایا ہوا ہو تو تم قدرت کے اس الوہی گیت کے بول سمجھ سکتے ہو۔ سنو ہراسیس! میں نے تمہارے لئے ایک رائے قائم کی ہے جو یقیناً غلط نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم کوئی کم رتبہ اور ذلیل آدمی نہیں ہو۔ بلکہ کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ شاید تمہاری رگوں میں شاہی خون گردش کر رہا ہے۔ تمہارے چہرے پر جو وقار اور تمکنت ہے وہ شہزادوں کے ہی چہرے پر دیکھی گئی ہے اور .... یہ تم میرے سینے کی طرف گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟ ہٹو..... ہمیں شرم آتی ہے .... اچھا تو تم میری چھاتی پر بنے ہوئے اس پتے کے نشان کو دیکھ رہے ہو۔ اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے۔ تمہاری طرح میں بھی دیوتا اریزس کی پرستار ہوں۔ اور اس کی یاد میں میں نے یہ پتہ اپنی چھاتی پر بنا لیا ہے۔ لو دیکھو۔ خوبصورت ہے نا؟ اور میرے سینے پر تو یہ بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو نا! تم تو شرمانے لگے۔"

ت خوردہ فرعون! تم ہوش میں ہو اب تک! کیوں نہ یہی خنجر میں تمہارے سینے میں اتار دوں۔"

ور میں نے بمشکل اپنا بے جان ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا کہ ہاں ایسا ہی اب میرے لئے دنیا میں رہ ہی کیا گیا ہے۔ میں مرنا چاہتا تھا۔ میں واقعی مرنا چاہتا تھا۔ پطرا نے اپنا ایک گھٹنا میری سینے پر ٹیک کر خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔ اس کا ہاتھ جھکا اور خنجر نوک میرے سینے کو چھو گئی۔ "نہیں۔" قلوپطرہ چلائی۔ اور اس نے خنجر پھینک دیا۔ مجھے پسند ہو۔ اپنی اس نمک حرامی اور کمینے پن کے باوجود تم مجھے پسند ہو۔ تم جیسے ورت نوجوان کو قتل کرتے دل دکھتا ہے ..... جاؤ۔ میں تمہاری جان بخشی کرتی ہوں۔ ب' زعون! دیکھ ایک کمزور عورت نے تیری امیدوں کے محل گرا دیئے دیکھ! اب تو ہے' تو زندہ رہے گا اور میری عظمت و شان دیکھ کر کڑھتا رہے گا۔ دیکھ میری فتح ہوئی ب تو کبھی مصر کا تاج و تخت حاصل نہ کر سکے گا۔ خبردار ایسی احمقانہ کوشش پھر نہ کرنا۔ ۔ تو میرا غلام ہے ..... ہاہاہا۔ فتح میری ہوئی ہاہاہا۔"

ر میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میں کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن میں انڑ' سمندر کا شور اور قلوپطرہ کے تمکنت آمیز قہقہے سن رہا تھا۔ یہ آوازیں بھی دور ہلی جا رہی تھیں اور پھر جیسے ڈوب گئیں۔

لوپطرہ کے وہ قہقہے اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور آخر دم تک گونجتے رہ

مردہ قاصد

اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اپنے رصدگاہ والے کمرے م
میں یکلخت چونک کر اٹھ بیٹھا۔

"وہ سب کیا تھا؟ کیا میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا؟ یقیناً یہی بات تھی۔"

میں کسی طرح یقین کرنے کو تیار نہ تھا کہ میں نے مصر کے دیوتاؤں اور لوگو
غداری کی تھی۔ کیا میں غدار تھا؟ ناممکن۔ میں تسلیم کرنے کے لئے قطعی تیار نہ تھا
وقت ہمیشہ کے لئے نکل چکا ہے اور یہ کہ اب میں فرعون نہ بن سکوں گا.... نہیں یہ
ہو سکتا.... تو پھر کیا ہوا؟.... کیا سیپا اپنے بہادر ساتھیوں کے ساتھ باب قصر سے باہر
کھلنے کے لئے ساری رات منتظر رہے تھے؟ اور کیا مصر کے قلعوں کی فصیل پر اب
لوگ کھڑے اس قاصد کی راہ تک رہے تھے جو قلوپطرہ کی موت اور میری فتح کی خبر
گا؟ نہیں یہ ناممکن ہے۔ ایسا نہیں ہوا۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ دراصل میں نے ایک
بھیانک خواب دیکھا تھا۔ اور کتنا بھیانک خواب.... میں سوچ رہا تھا۔ کتنا بھیانک! کم
نے ایسا خواب نہ دیکھا ہوگا۔ یقیناً یہ شیطانی قوتوں کی کارستانی تھی۔

"لیکن میں یہاں کیا کر رہا ہوں۔" میں دل میں بولا۔ "مجھے تو اس بڑے کمر
ہونا چاہئے تھا جہاں میں کھڑا شارمن کا انتظار کر رہا تھا جو ملکہ کو میری آمد کی خبر د
تھی۔"

"میں کہاں ہوں۔" میں چیخ اٹھا۔ "میں کہاں ہوں اور.... آہ! اے دیوتاؤ یہ آ
شکل کی کیا چیز پڑی ہوئی ہے؟ ہاں یہ کیا چیز ہے جو سفید کپڑے میں، جس پر خون کے
ہیں، لپٹی ہوئی ہے۔ اور یہاں کہاں سے آ گئی۔"

میں اٹھا اور پوری قوت سے، کپڑوں میں لپٹی ہوئی، اس چیز کو ٹھوکر مار دی۔ وہ ل
کر سیدھی ہو گئی۔ میں نے اس پر سے کپڑا ہٹایا اور میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ
آدمی کی ننگی لاش تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا، وہ محافظوں کے رومی افسر پولوس کی

اور میرا وہ خنجر جس سے میں قلوپطرہ کو قتل کرنے والا تھا اس کے سینے میں دستے تک
ہوا تھا۔ اور اس کے دستے سے بڑی کاغذ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ جس پر یونانی زبان
ئی تحریر تھی۔ پولوس کے پیر گھٹنوں پر سے مڑے ہوئے تھے جیسے تشنج کے عالم میں اور
تکلیف سے اس کا دم نکلا ہو۔ میں ایک سناٹے کے عالم میں کھڑا اس کی لاش کو دیکھ
ل آخر اس کا مطلب کیا تھا۔ میں نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور خنجر کے دستے پر سے
ٹکڑا چھڑا لیا۔

اور یہ لکھا ہوا تھا اس پر۔

"سلام ہو تجھ پر اے ہرماسیس! میں وہی پولوس ہوں جسے تم نے لالچ دے کر اپنے
ملا لیا تھا۔ دیکھو غداری کا یہی انجام ہوتا ہے، جو میرا ہوا۔"

ں خوف اور دیوانگی کے عالم میں پیچھے ہٹا۔ ہٹتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دیوار سے جا
ا۔ باہر پرندے چہچہا کر صبح کا خیر مقدم کر رہے تھے اور میرے سامنے پولوس کی لاش
ی۔

وہ خواب نہ تھا۔ واقعی مجھے شکست ہو گئی تھی۔

ر مجھے اپنے بوڑھے باپ، آمن مہت کا خیال آیا۔ جب قاصد ان کے بیٹے کی
ل ناکامی کی خبر انہیں سنائے گا تو ان کے دل پر کیا گزرے گی؟ مجھے سیپا کا خیال آیا۔
ڑے محب وطن کا جو ساری رات باب قصر کے باہر دروازہ کھلنے کا منتظر رہا ہوگا۔
ا کیا سیپا اور ان کے ساتھیوں پر کیا گزری ہو؟ اور پھر میرے دماغ میں خیالات ہجوم
ئے میں پریشان ہو گیا۔ یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟ میں نے غداری کی تھی۔ میں غدار
لیکن.... نہیں، میں غدار نہ تھا۔ کسی نے ہم سے بے وفائی کی تھی۔ کس نے ہمارے
ں کی خبر قلوپطرہ کو دے دی تھی۔ لیکن کون تھا وہ؟ شاید یہی پولوس۔ لیکن اگر یہ
ی تھا تو وہ ان آدمیوں کو نہ جانتا تھا جو اس سازش میں شریک تھے۔ لیکن ان کے
کی فہرست میرے چغے کی جیب میں ہی تو تھی۔ لیکن اف! وہ فہرست غائب تھی۔
سیپا اور ان کے ساتھیوں کا وہی انجام ہوا ہوگا جو پولوس کا ہوا۔ اے دیوتاؤں یہ کیا

ہوگیا؟ کیا ہوگیا یہ؟ میرا دماغ سن ہونے لگا' میرے پیر کانپنے لگے اور جہاں کھڑا تھا
ہوش ہو کر گرا۔

مجھے پھر ہوش آیا۔

اور لمبے سایوں نے بتایا کہ دوپہر ڈھل رہی ہے۔ میں کراہ کر اٹھا۔ سر میں گرانی تھی اور پولوس کی لاش وہیں پڑی ہوئی تھی۔ میں دیوانوں کی طرح درو طرف بھاگا کہ یہاں سے باہر نکل جاؤں۔ لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔ اور میں پہ کے پیروں کی چاپ سن رہا تھا۔ یقیناً وہ میرے کمرے کے دروازے پر پہرہ دے ر وہ اپنے نیزے فرش پر بجا بجا کر قہقہہ لگا رہے تھے' دیوتا جانیں میں کب تک وہاں کہ کھٹکا کرنے کی آواز آئی اور کواڑ کھل گئے۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ اور کر قلوپطرہ داخل ہوئی۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ قلوپطرہ میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"سلام ہرماسیس! اس نے مسکرا کر کہا۔" تو میرا قاصد تمہارے پاس پہنچ گیا اس نے پولوس کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ مردہ ہے لیکن اس نے میرا پیغام تو تم ہی دیا۔ افوہ! کیسا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ محافظو۔" دروازہ کھلا اور دو مسلح سپاہی کم آ گئے۔

"اس سڑی ہوئی لاش کو لے جاؤ یہاں سے اور چیلوں اور کوؤں کے آگے ڈا قلوپطرہ نے نفرت سے کہا۔ "ٹھہرو! یہ خنجر اس کے سینے میں سے نکال لو۔"

ایک سپاہی نے جھک کر پولوس کے سینے سے خنجر کھینچ کر میز پر رکھ دیا۔ اور لا گھسیٹتے ہوئے باہر چلے گئے۔

"تمہاری طبیعت کچھ زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے ہرماسیس۔" قلوپطرہ نے کہا

"قسمت کی چکی بھی کتنے عجیب ڈھنگ سے گھومتی ہے! یہ خنجر جو پولوس کے اترا ہوا تھا میری سینے میں ہوتا۔ اگر پولوس نہ ہوتا تو اس خنجر کے پھل پر پولوس میرے خون کی سرخی ہوتی۔"

تو اس پولوس نے ہی غداری کی تھی۔

اور گزشتہ رات جب تم میری خواب گاہ میں آئے تھے تو میں جانتی تھی کہ تم کس ے آئے تھے۔ بار بار جب تم اپنا ہاتھ چغے میں گریبان تک لے جاتے تھے۔ تو نتی تھی کہ تمہارا وہ ہاتھ خنجر کا دستہ پکڑ لیتا تھا' میں یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ تم مجھے کرنا چاہتے تھے۔ اس خیال ہی سے تم اداس ہو جاتے تھے۔ تاہم میں دیکھ رہی تھی کہ ر تھے۔ اف! کیسی آزمائشی اور سنسنی خیز گھڑیاں تھی وہ! اور میں سوچ رہی تھی کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔ تمہاری یا میری؟ تمہارا مکر میرے مکر سے اور تمہارا سحر سحر سے ٹکرا رہا تھا۔ مقابلہ سخت تھا۔"

"ہاں ہرماسیس! مسلح سپاہی تمہارے کمرے کے باہر پہرہ دے رہے ہیں۔ لیکن کسی میں نہ رہنا۔ میں جانتی ہوں کہ نگہبانوں کی کوئی ضرورت نہ تھی' میں نے اور حسن نے تمہیں ایک ایسے بندھن میں جکڑ لیا ہے جو آہنی بیڑیوں سے زیادہ مضبوط رماسیس تم شریف اور عالی نسب ہو۔ چنانچہ تم کسی کو بھی دغا سے قتل نہیں کر سکتے۔ ہوں۔ چنانچہ میں بھی تمہیں قتل نہ کر سکی۔ ورنہ پولوس کی جگہ تمہاری لاش ہوتی اری لاش کو چیل اور کوے نوچتے۔ لیکن یہ جان لو کہ تم مجھے قتل کر سکتے ہو اور نہ نہیں۔ یہ کام تو نیچ اور کمینے ہی کر سکتے ہیں۔" لو یہ ہے تمہارا خنجر' اور اس نے میز پر جر اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔

اگر تم میری جان لے سکتے ہو تو لو میں حاضر ہوں۔" اور اس نے ریشمی عبا کے بند اپنا سینہ عریاں کر دیا۔ "لو ہرماسیس اٹھاؤ خنجر اور میرے سینے میں تیرا دو۔" تم مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا۔ "دنیا میں ایسے بہت سے کام ہیں جنہیں کے بعد تم جیسا آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر رہا بھی تو عمر بھر اپنے ضمیر پر برداشت کرتا رہتا ہے۔ اور قتل ان ذلیل کاموں میں سے ایک ہے ... ٹھہرو... رک میں کہتی ہوں رک جاؤ.... خنجر کا رخ اپنے سینے کی طرف نہ کرو۔ تم مجھے قتل نہیں نہ چنانچہ اپنے کو بھی نہیں کر سکتے۔ خودکشی بزدلوں کا کام ہے۔ اور پھر مرنے کے بعد گے کہاں؟ آئنتی ہی میں نا؟ اسی جگہ نا جہاں تم نے دیوی ایزیس سے کچھ قول و اقرار

کئے تھے؟ کیا واقعی آنخ کا عذاب برداشت کرسکو گے‘ کیا واقعی تم دیوی ایزیس کے ذلت لے جاسکتے ہو کہ تم نے صرف اپنے فرض سے روگردانی کی بلکہ خودکشی بھی دیوتا تمہارے اس دہرے گناہ کو معاف کردیں گے نہیں ہرماسیس! تم گناہوں کے کر دیوتاؤں کے حضور نہیں جاسکتے۔ تمہیں جانا بھی نہ چاہئے۔ خودکشی چھوڑ دو۔ تم کر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرسکتے ہو اور کفارہ ادا کرنے کے بعد تم آنخ میں گئے ممکن ہے کہ تم بخش دیئے جاؤ۔ اور دیوتا تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں۔"

قلوپطرہ کا کہنا سچ ہی تھا۔ میں کیا منہ لے کر دیوتاؤں کے حضور جاتا؟ آہ! قابل رحم حالت تھی میری کہ مر بھی نہ سکتا تھا‘ زندگی میں میرے لئے اب کچھ نہ موت .... نہیں‘ میں مرنے کی بھی ہمت نہ کرسکتا تھا۔ میں سر پکڑ کر کوچ پر بیٹھ گیا .... تکیوں میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ قلوپطرہ میرے قریب آکر بیٹھ میری گردن میں باہیں ڈال کر بولی۔

"یہ کیا کر رہے ہو ہرماسیس! دیکھو پیارے‘ دیکھو میری طرف دیکھو۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ نہیں ہونا چاہئے‘ نہ تو تم بازی بالکل ہی ہار چکے ہو‘ اور نہ میں تم سے خفا ہی ہوں۔ اب نہیں بگڑا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے ایک خطرناک کھیل کھیلا۔ اور تمہیں پہلے ہی خبردار کردیا تھا کہ مبادا میرے اپنے حسن کی فتح ہوئی۔ ہرماسیس میں کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ اور صاف گوئی سے کام لے کر کہتی ہوں کہ میں پہلے عورت اور پھر ملکہ۔ تم مجھے پسند ہو۔ چنانچہ میں تمہیں اداس اور غمگین نہیں دیکھ سکتی۔ تخت پر تمہارا بجا حق ہے اور تم نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ بھی کوئی ہوا۔ وہ تمہارا تھا اور تم نے اسے حاصل کرنا چاہا۔ یہ اور بات ہے کہ تمہیں ہوئی۔ تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو یہی کرتی۔ ہرماسیس! مجھے تم سے ہمدردی ہے تمہاری شرافت اور جرائت کی بھی قائل ہوگئی ہوں۔ تم اپنے زوال کا جتنا بھی ہے۔ تمہارے یہ آنسو بجا طور پر بہہ رہے ہیں اور بہنے ہی چاہئیں۔ اگر تم نہ روتے تم سے نفرت کرنے لگتی اور تمہیں ہوس پرست اور بے حس سمجھتی۔

چنانچہ اے ہرماسیس! ایک ملکہ ہو کر نہیں بلکہ ایک عورت ہو کر تمہارے غم میں شریک ہوں۔ مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ آدمی ایک بازی ہار کر دوسری جیت سکتا ہے۔ اور یہ بھی سن لو ہرماسیس کہ تمہاری یہ سازش احمقانہ تھی۔ تم اول جذبات کی رو میں بہہ کر اندھے ہوگئے تھے۔ اگر تم کامیاب ہوگئے ہوتے‘ اور یقیناً ہو جاتے اگر تمہارا راز عین وقت پر فاش نہ ہوگیا ہوتا۔ تو رومی مصر پر چڑھ دوڑتے اور تم ان کے سامنے ٹک نہ سکتے۔ ہرماسیس یقین کرو یا نہ کرو‘ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مصر مجھے بھی اتنا ہی عزیز ہے جتنا کہ شاید تمہیں۔ لیکن افسوس کہ میں مصر کے لئے آج تک کچھ نہ کرسکی۔ مسلسل جنگوں‘ بغاوتوں اور اندرونی سازشوں نے مجھے مصر کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ لیکن ہرماسیس تمہاری مدد سے میں یہ کام کرسکتی ہوں‘ ہرماسیس! تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کس طرح تم میرے محبوب اور صلاح کار ہو۔ ہرماسیس! سچ کہنا ایک ملکہ کا دل‘ ہاں وہی دل جسے تم خاموش کردینا چاہتے تھے‘ جیت لینا کوئی چھوٹی بات ہے؟ نہیں قلوپطرہ کا دل جیتنا بہت بڑی اور قابل فخریات ہے‘ ہرماسیس! تم مجھ میں اور میری رعایا میں ملاپ کراسکتے ہو‘ اور ہم دونوں مل کر مصر پر حکومت کریں گے اور اس طرح ہم قدیم و جدید اعتقادات کو ایک لڑی پرو دیں گے اور پھر مصر پہلے کی ہی طرح زریں بن جائے گا۔ ہم دونوں شب و روز مصر کی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کریں گے اور اس طرح ہرماسیس! تم ایک دوسرے مگر بے حد سہل راستے سے مصر کے تخت تک پہنچ جاؤ گے۔"

"اور تمہاری غداری کا داغ دھل جائے گا۔ یہ تمہارا قصور اپنا نہیں کہ ایک رومی غلام نے تمہاری سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور یہ بھی تمہارا قصور نہیں کہ تمہیں بے ہوشی کی دوا پلا کے تمہارے کاغذ چرا لئے گئے۔ تم تو نہایت خلوص سے اپنا فرض انجام دے ہی رہے تھے۔ قسمت دھوکا دے گئی تو تم اور کوئی کیا کرسکتا ہے؟ تمہارا ایک قدم غلط پڑا تو تم دوسرا صحیح اٹھا سکتے ہو۔ تم دوسری طرف سے بھی تو مصر کی خدمت کرسکتے ہو۔ مثلاً ملکہ مصر کا دل جیت کر۔ اور یہی تم نے کیا۔ تم نے ملکہ مصر کا دل جیت لیا اور اسے نئے اور سہل

طریقے سے بھی تم یہ مقصد حاصل کر سکتے ہو۔ جسے تم نے ایک احمقانہ سازش کے حاصل کرنا چاہا تھا۔ کیوں ہراسیس! میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

امید کی کرن میرے دل کی تاریکیوں میں رینگ آئی۔ ڈوبتا آدمی تنکوں کا س ہے۔ میں نے سر اٹھا کر پر امید نظروں سے قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔ اور کانپتی ہو میں بولا۔

"لیکن میرے ساتھی' جنہوں نے مجھ پر بھروسہ کیا تھا' ان کا کیا ہوگا۔"

"یعنی تمہارے بوڑھے والد آمن مت' تمہارے ماموں سیپا اور ۔۔۔"

میرا خیال تھا کہ وہ شارمن کا بھی نام لے گی۔ لیکن قلوپطرہ نے اس کا نام نہ لیا۔

"اور ۔۔۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "دوسرے بہت سے لوگوں کو جانتی ہ اس سازش میں شریک تھے۔"

"ہاں' ہاں۔ ان سب کا کیا ہوگا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"سنو ہراسیس۔" اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "تمہاری خاطر م سب سے رحم کا برتاؤ کروں گی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں گی جو کرنا ضروری ہ مصر کے تخت اور دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آمن مت کا بال تک بیکا نہ ہو اگر وقت نکل نہیں گیا تو میں تمہارے ماموں سیپا کو بھی بچاؤں گی اور دوسروں کے بھی جہاں تک ممکن ہوگا رعایت کروں گی۔ میرے دادا بی فانس نے غداروں کے ہا پیچھے بندھوا کر شہر پناہ کے گرد گھسیٹا تھا۔ لیکن میں ایسا نہ کروں گی۔ میں رحم دلی لے کر سب کو بخش دوں گی۔ لیکن اگر تمہاری سازش میں عبرانی بھی شریک ہیں انہیں سخت سے سخت سزا دوں گی۔ یہ لوگ مجھے بھی ذرا پسند نہیں۔"

"ایک بھی عبرانی ہمارا شریک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب اطمینان ہوا؟ اب تم ہی کہو ہراسیس کہ کیا واقعی م ظالم اور بری ہوں جیسی کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ تمہاری فہرست میں بہت سے لوگوں تھے جنہیں قتل کرنا سیاست کی رو سے میرا فرض تھا لیکن دیکھو ہراسیس میں نے

ب رومی کو قتل کیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ اس نے نہ صرف مجھے بلکہ تم سے بھی غداری ی۔۔ ارے تو تم میری اس رحم دلی سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے؟ لیکن یہ سن لو کہ اتنی عایت میں یوں ہی نہیں کر رہی ہوں۔ "وہ ہنسی" تمہیں اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اور انتے ہو کیا ہے قیمت؟ فی الحال ایک بوسہ۔"

"نہیں۔" میں نے منہ پھیر لیا۔ "نہیں۔ بہت بھاری قیمت ہے یہ۔"

"تم پھر حماقت کر رہے ہو۔" اس نے غصہ سے کہا۔ "اچھی طرح سوچ لو۔ میں ان رتوں میں سے نہیں ہوں جو مردوں کی خوشامدیں کیا کرتی ہیں۔ بہت اچھا۔ تمہاری رضی' لیکن اتنا سن لو کہ اگر تم نے مجھے ٹھکرایا تو میں رحم کو ظلم میں بدلنا بھی جانتی ہوں۔ انچہ اے بے حس اور پتھر دل کاہن' سوچ لو۔ تمہیں دو میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا ہے۔ میری محبت یا پھر بوڑھے آمن مت اور تمہارے دوسرے ساتھیوں کی موت۔ ایک لے سے مرض' اور اوپر سے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرکے۔ میں ان سب کی جان ش کرتی ہوں سودا برا تو نہیں ہراسیس۔"

قلوپطرہ غصہ ہو گئی تھی۔ اس کی بھوئیں تن گئی تھیں اور وہ تیز تیز سانسیں لے رہی ی۔ چنانچہ میں نے ٹھنڈی سانس بھر کر اپنے ہونٹ قلوپطرہ کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اور طرح اپنی ذلت اور غلامی پر کبھی نہ ٹوٹنے والی مہر لگا دی۔ اس کے بعد قلوپطرہ اپنے نٹوں پر کامیاب مسکراہٹ لئے اٹھی اور میرا خنجر لئے کمرے سے چلی گئی۔

اور اس وقت میں نہ جانتا تھا کہ میری جان بخشی کیوں کی گئی تھی۔ میں نے اس بات پر ور نہ کیا کہ ظالم و بے رحم قلوپطرہ دفعتاً ایسی رحم دل کیوں بن گئی تھی۔ میں نہ جانتا تھا ہ وہ مجھے قتل کرتے ڈرتی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر ہراسیس کو قتل کردیا گیا تو پورا مصر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور پھر اسے اپنا تاج و تخت سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ اس نے لئے میری اور میرے ساتھیوں کی جان بخش نہ کی تھی کہ اسے مجھ سے محبت تھی بلکہ لئے کہ اسے اپنا تاج و تخت عزیز تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ وہ مجھے پسند ضرور رتی تھی۔ وہ مجھے اپنا غلام بنالینا چاہتی تھی۔ وہ مجھ سے بہت سے کام لینا چاہتی تھی اور یہ

اسی صورت میں ممکن تھا کہ مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے رحم کا برتاؤ کرکے میرا اع
حاصل کرے۔

اور یوں وہ حسین ساحرہ اپنی عظمت' رحم اور حسن کا سکہ میرے دل پر جما کر میر
کمرے سے چلی گئی اور مجھے برباد کر گئی۔ اب میں زائدہ درگاہ تھا اور مصر کے دیوتاؤں ا
دیوی ایزلیس سے ہمکلام نہ ہوسکتا تھا اندھیرا .... گہرا اندھیرا۔ شرمناک' ذلیل اور ادام
اندھیرے نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے کر مجھے اندھا کردیا تھا اور سیاہی میرا مقدر بن چ
تھی۔ اور اب میرے سامنے صرف ایک صورت تھی .... قلوپطرہ کی .... میں صرف ایک
آواز سن سکتا تھا۔ قلوپطرہ کی .... تاہم اس اندھیرے میں بھی امید کی دھندلی سی شعاع ا
رہی تھی جو میری ڈھارس بندھاتی تھی۔ میں بالکل مایوس نہ ہوا تھا۔ میں سوچ رہا تھا ک
میں ایک بازی ہار چکا ہوں تو کیا ہوا۔ دوسری جیت سکتا ہوں۔ ایک دفعہ میں ناکام رہا
لیکن دوسری دفعہ دوسرے طریقہ سے اپنا مقصد حاصل کرسکتا ہوں۔ میرا مقصد مصر کی فلا
و بہبود ہے اور یہ بلا تشدد بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ قلوپطرہ نے وعدہ جو کیا تھا۔

آہ! کیسا باطل خیال تھا یہ!

اور یوں گنہگار و ناکام لوگ اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں' اور پھر ایک موہوم امید کے
سہارے اس راستے پر چل پڑتے ہیں جس میں شرم' خجالت' ذلت اور تباہی و بربادی کے
علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایسی راہ اختیار کرتے ہیں۔

اور میں' ہرماسیس' بھی ایک جھوٹی امید کا سہارا لے کر اسی راستہ پر چل پڑا اور تباہی
اور بربادی میرے ساتھ چلی اور ذلت درد سیاہی نے میرے لئے اپنی آغوش وا کردی۔ ہائے
مجھ جیسا گنہگار بھی دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہوگا۔

انطونی کا قاصد

اور پورے گیارہ دن تک میں اپنے کمرے میں قید رہا۔

اور اس عرصہ میں نگہبانوں اور ان ملازموں کے علاوہ جو دن میں دو دفعہ میرے لئے
کھانا لے آتے تھے' میں صرف قلوپطرہ کو دیکھ سکا کیونکہ وہ مجھ سے برابر ملنے آتی رہی۔ وہ
دنیا جہان کی باتیں کرتی لیکن یہ نہ بتاتی کہ میری ناکامی کا مصر کے لوگوں پر کیا اثر ہوا۔ اور
مصر میں کیسے حالات پیدا ہوگئے تھے' کبھی تو وہ ہنستی ہوئی میرے پاس آتی' کبھی اداس متفکر'
کبھی غصہ میں بھری ہوئی اور کبھی محض جذباتی اور وصل کی پیاسی عورت کے روپ میں'
اور ہر حال میں وہ زیادہ سے زیادہ حسین معلوم ہوتی۔ وہ بہت دیر تک میرے پاس بیٹھتی'
اپنی شدید محبت کا اظہار کرتی' میری ڈھارس بندھاتی اور پوچھتی کہ ہم کس طرح مصر کو
رومیوں سے بچاسکتے ہیں۔ وہ مصر کو قدیم فراعنہ کے مصر کی طرح بنانے کے منصوبے گڑھتی
اور میرا مشورہ طلب کرتی۔ ابتداء میں میں اس کی باتیں بے دلی سے سنتا رہا۔ لیکن رفتہ
رفتہ اس کی طرف کھنچنے لگا۔ وہ بڑی ہوشیاری سے' آہستہ آہستہ مجھے اپنے حسن کے اس
سنہرے جال میں لپیٹتی رہی جس سے آزاد ہونا ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں اس کی باتوں
اور منصوبوں میں دلچسپی لینے لگا اور پھر اسے بتانے لگا کہ مصر کی بھلائی کے لئے خود میں نے
کیا سوچا تھا اور کیسے منصوبے بنائے تھے' وہ بظاہر میری باتیں بڑی دلچسپی سے سنتی اور خوش
ہوکر میرے ہونٹ چوم لیتی۔ اور بتاتی کہ وہ کس طرح مصر کے دیوتاؤں کی پرستش دوبارہ
جاری کردے گی اور نئے نئے عظیم الشان مندر بنوائے گی اور خود بھی مصر کے دیوتاؤں کی
پوجا کرے گی۔ اور یوں وہ میرا دل اپنے قبضہ میں کرتی رہی' میں اس کے حسن کے جال
میں پھنستا چلا گیا۔ اور پھر وہ وقت آیا کہ میرے دل میں قلوپطرہ کی صورت کے علاوہ اور
کچھ نہ تھا۔ اور اب چونکہ میری ساری امیدیں خاک ہوچکی تھیں' میں قلوپطرہ کو چاہنے
لگا۔ میرے پاس صرف ایک سہارا تھا۔ قلوپطرہ کی محبت' اور میں نے قلوپطرہ اور اس کی
محبت سے اپنی ساری امیدیں بالکل اسی طرح وابستہ کرلی تھیں جیسی کہ ایک بیوہ اپنے

اکلوتے بیٹے سے وابستہ کرلیتی ہے۔ اور یوں نیل کی ساحرہ' قلوپطرہ' جو میری تباہی و بربادی کا اصلی سبب تھی میری زندگی بن گئی۔ مجھے اس ناگن سے پیار ہوگیا جس نے مجھے ڈسا تھا۔ وہ ساحرہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی جس نے مجھے ذلیل و خوار کیا تھا۔ میں اس کی محبت میں ایسا خود رفتہ ہوا کہ ماضی ایک خواب پریشان معلوم ہونے لگا۔ میں اندھا ہوگیا تھا اور اسی تلوار کو بوسہ دے رہا تھا جو مجھ پر گری تھی۔ میں انہی ہاتھوں کو چوم رہا تھا جنہوں نے مصر کے تخت پر سے مجھے گھسیٹ لیا تھا۔ میں اسی سلاخ کو اپنے سینے سے لگا رہا تھا جس نے مصر کی امیدوں کو خاک کردیا تھا۔ اور میں اسی بجلی سے پیار کرتا تھا جو میری عظمت پر گری تھی۔

ہاں۔ میں قلوپطرہ کا غلام بن چکا تھا۔

اور آج بھی' جب میں سویا ہوا ہوں تو قلوپطرہ کو ہی خواب میں دیکھتا ہوں۔ وہی ریشمی لباس' وہی سرخ ہونٹ' وہی حسن اور .... ویسے ہی پگھلا دینے والے گرم بوسے اتنے سال گزر گئے۔ لیکن میں قلوپطرہ کو نہ بھلا سکا۔ بھلا ہی نہیں سکتا تھا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجسم دھوکا اور جھوٹ تھی۔

اور پھر ایک دن وہ مجھ سے ملنے آئی تو دربار کا لباس پہنے تھی۔ اس کے ہاتھ میں شاہی عصا تھا اور سر پر مصر کا دہرا تاج۔ اس نے کہا کہ وہ دربار سے اٹھ کر سیدھی میرے پاس آئی تھی' وہ میرے سامنے بیٹھی ہنس رہی تھی۔ اور میرا دل قابو سے باہر ہوا جارہا تھا اس نے کہا کہ وہ دربار میں بیٹھے بیٹھے اور انطونی کی فتوحات کا حال سنتے سنتے اکتا گئی تھی چنانچہ اس نے درباریوں سے کہا کہ وہ رومیوں کے ایک خاص پیغام پر تنہائی میں غور کرنا چاہتی ہے۔ اور یوں وہ دربار سے اٹھ کر سیدھی میرے پاس چلی آئی۔ درباریوں کو یوں بے وقوف بنا کر وہ بے حد خوش اور میرے سامنے بیٹھی ہنس رہی تھی۔

پھر وہ اٹھ کر میرے قریب آئی' اپنے سر سے تاج اتار کر میرے سر پر رکھا' شاہی عصا میرے ہاتھ میں دے دیا اور میری سامنے جھک کر بولی۔

"تم واقعی میرے بادشاہ ہو۔"

اور مجھے وہ تاج یاد آگیا جو ابیدس کے ہیکل میں میرے سر پر رکھا گیا تھا۔ اور پھولوں کا وہ مکٹ یاد آیا جو قلوپطرہ نے میرے سر پر رکھوا کر مجھے "شاہ عشق" نامزد کیا تھا اور میرا مذاق اڑایا تھا۔ میں غصہ میں بھرا ہوا اٹھا' تاج اور عصا ایک طرف پھینک دیا اور چیخ کر بولا۔

"قلوپطرہ! میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں تمہارا قیدی ہوں اور قیدی سے مذاق کرنا ایک ملکہ کو زیب نہیں دیتا۔"

وہ چونک کر کئی قدم پیچھے ہٹی اور حیرت سے میری صورت تکنے لگی۔

"ہرماسیس! غصہ نہ کرو۔" اس نے کہا۔ "میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہی ہوں' حیران ہوں کہ تمہیں یہ خیال کیوں آیا؟ یہ تم نے کون سے الہام سے معلوم کرلیا کہ تم فرعون نہیں بن سکتے؟ ہرماسیس! سب کچھ ممکن ہے۔"

"کیسے ممکن ہے؟ میں فرعون بن سکتا ہوں! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تو کیا .... تو کیا مجھ سے شادی کرلو گی؟ چوری چھپے نہیں بلکہ سب کے سامنے' پورے مصر کے سامنے' کیا تم مجھ سے شادی کرلو گے؟ اس کے علاوہ میرے فرعون بننے کی اور کوئی صورت' کم سے کم مجھے تو نظر نہیں آتی۔"

قلوپطرہ نے نظریں جھکالیں۔

"یہ بھی ممکن ہے .... ہوسکتا ہے میں یہی سوچ رہی ہوں۔ بلکہ تم سے شادی کرنے کا پختہ ارادہ ہی کرلیا ہو۔ ہر بات ممکن ہے ہرماسیس۔" اس نے نیچی آواز میں کہا۔ "سنو۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "ہائے۔ کیسے زرد ہو رہے ہو تم' غالباً میں نے تمہیں قید کرکے غلطی کی ہے۔ اور پھر تمہیں کھانا بھی تو پیٹ بھر کر نہ ملتا ہوگا۔ میں واقعی ظالم ہوں۔ دیکھو تو کیسا مرجھا گیا ہے تمہارا چہرہ' واقعی تم پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔ انکار نہ کرو' نگہبانوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ لیکن ہرماسیس میں نے صرف تمہاری بہتری کے خیال سے تمہیں قید کیا۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو تمہارے ساتھی اور میرے درباری تمہیں زندہ نہ چھوڑتے' میں یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ تم میرے قیدی ہو۔ اس طرح تم بھی بچ گئے اور مجھ

پر بھی کوئی الزام نہ آیا۔ لیکن اب میں تم سے ملنے یہاں نہ آسکوں گی۔ چنانچہ کل تمہیں آزاد کردوں گی۔ لیکن بظاہر تم میرے غلام رہو گے۔ اور دربار میں میرے تخت پیچھے کھڑے رہو گے تاکہ لوگوں کو شک نہ ہو۔ تم بدستور میرے نجومی بھی رہو گے' میں مشہور کردوں گی کہ تم نے اپنی صفائی پیش کرکے معافی مانگ لی ہے اس کے علاوہ تمہار پیشن گوئیاں چونکہ صحیح ہوتی ہیں اس لئے میں نے دوبارہ تمہیں اپنا نجومی بنالیا ہے۔ ا پھر کوئی کچھ نہ کہے گا۔ کیونکہ ان دنوں ہر آدمی جنگ اور اس کے نتیجے کے متعلق پیش گوئی سننا چاہتا ہے۔ تو اب میں چلتی ہوں۔ سفیروں سے نپٹ لوں اور درباری بھی چارے میرے منتظر ہوں گے۔ اور ہراسیس تم اتنی جلدی غصہ نہ ہوجایا کرو کیونکہ کو جانتا ہے کہ جلد ہی تمہارے اور میرے درمیان کوئی رشتہ قائم ہوجائے۔"

مجھے سلام کرکے وہ رخصت ہوئی اور مجھے یقین دلا گئی کہ بھرے دربار میں وہ مجھے ا شوہر اور مصر کی حکومت میں اپنا شریک تسلیم کرلے گی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس کے دل میں یہ ارادہ تھا کہ مجھ سے شادی کرنے کا۔ کیونکہ وہ مجھے چاہتی تو نہ تھی لیکن پسند ضرور کرتی تھی۔ اور اس وقت تک مجھ سے اکتائی نہ تھی۔

دوسرے دن قلوپطرہ کے بجائے شارمن آئی۔ اور اپنے زوال کی منحوس رات کے بعد آج پہلی دفعہ میں نے شارمن کو دیکھا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں' چہرے کا رنگ زرد ہورہا تھا۔ لیکن اس کی زبان ویسی ہی تھی اور اس کے ایک ایک لفظ میں جو اس کی زبان سے ادا ہوتا' وہی تیز نشتر تھے۔

"معاف کرنا۔" اس نے کہا۔ "کہ قلوپطرہ کے بجائے میں نے یہاں آنے کی جرائت کی۔ مجبوری تھی کیا کرتی۔ لیکن بے تاب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تم بہت جلد اس کے پہلو میں ہوگے۔"

میں خاموش رہا۔ ڈنک مارنا تو بچھو کی عادت ہی ہے۔

"ہراسیس۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں تمہیں یہ اطلاع دینے آئی ہوں کہ تم آزاد ہو۔ اب تم آزاد ہو کہ لوگوں کی' ان آنکھوں میں نفرت و حقارت کی چمک

دیکھو جو کبھی احترام سے تمہارے سامنے جھک جاتی تھیں۔ تم آزاد ہو کہ اپنے ماتھے پر ننگ کے ٹیکے کی نمائش کرو۔ اب تم فرعون نہیں رہے' تمہارے منہ پر کالک لگ گئی ہے اور تم انسانوں اور دیوتاؤں کی نظروں میں ذلیل ہوچکے ہو' میں تمہیں یہ اطلاع دینے آئی ہوں کہ وہ سازش جو پچیس سال سے پک رہی تھی ختم ہوگئی۔ تمہارے ساتھیوں میں کا ایک آدمی بھی قتل نہیں کیا گیا۔ البتہ سیپا کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ اب وہ لاپتہ ہیں اور خیال ہے وہ قتل کردیئے گئے ہوں۔ تمہارے ساتھیوں کو گرفتار کرکے بہتوں کو جلاوطن کردیا گیا ہے' وہ انقلابی جماعت جو تمہیں فرعون بنانا چاہتی تھی اب نہیں رہی ہراسیس! بادل محض گرجتے ہی رہے اور برسے بغیر بکھر گئے۔ مصر غلام رہا اور اب یوم آخر تک غلام ہی رہے گا۔ اس کی آخری امید بھی ختم ہوگئی۔ مصر اب کبھی آزادی کے لئے جدوجہد نہ کرسکے گا۔ مصریوں کی گردنیں اب ہمیشہ دوسروں کے سامنے جھکتی رہیں گی۔ غیر ملکی لٹیرے اسے لوٹتے رہیں گے اور وہ لٹتا رہے گا۔ مصر غلام تھا۔ غلام ہے۔ اور غلام ہی رہے گا.... کھیل ختم ہوا۔ اور بڑا ہی برا انجام ہوا اس کھیل کا۔"

"افسوس مجھے دھوکا دیا گیا۔" میں نے کہا۔ "شارمن مجھ سے دغابازی کی گئی۔ پولوس نے غداری کی۔"

"تمہیں دھوکا دیا گیا! تم سے غداری کی گئی! نہیں .... تم خود غدار ہو .... اگر تم غدار نہیں ہو تو بتاؤ اپنا فرض کیوں بھول گئے؟ کیوں تم نے قلوپطرہ کو قتل نہ کردیا؟ دوسروں کو الزام نہ دو.... بدنصیب فرعون .... تم خود غدار ہو۔"

"قلوپطرہ نے مجھے بے ہوشی کی کوئی دوا پلادی تھی۔"

"تم کتنے گر گئے ہو ہراسیس!" بے رحم شارمن نے کہا۔ "میں نہ جانتی تھی کہ تم جھوٹ بھی بول سکتے ہو۔ تم ایسے تو نہ تھے ہراسیس! یوں کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں محبت کی شراب پلائی گئی تھی؟ تم یہ کہتے کیوں ڈرتے ہو کہ تم نے ایک رنڈی کے ایک پھیکے سیٹھے بوسے کے عوض مصر کی عظمتیں فروخت کردیں؟ تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم قلوپطرہ کو قتل نہیں کرسکے۔ اس لئے کہ تم اسے چاہتے ہو؟ نہیں ہراسیس .... جھوٹ نہ بولو اور .... یہ تم

پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ مجھ سے دور ہٹ رہے ہو؟ ہاں ٹھیک تو ہے ایک شریف اور باعصمت عورت کے قریب تم کیوں رہنے لگے۔ جاؤ قلوپطرہ کے قدموں میں کتے کی طرح لوٹتے اور اس کے تلوے چاٹتے رہو' اس وقت تک کہ وہ تم سے تھک کر تمہیں ٹھکرا نہیں دیتی۔ جاؤ اس فاحشہ کی گود میں اپنا سر رکھ کر اور ہر مخلص و شریف آدمی سے دور بھاگتے رہو' اور ٹھیک بھی ہے۔ اصلی چیزوں کے مقابلے میں نقلی چیزیں زیادہ خوبصورت اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔"

"لیکن یہ کیا بات ہوئی۔" آخر کار میں نے پھٹے ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کہ تمہیں گرفتار نہیں کیا گیا؟ تم بھی تو ہماری سازش میں شریک تھیں؟ تم نے بھی تو کوئی فرض انجام دینے کی قسم کھائی تھی؟ اس کے علاوہ تمہیں تو میری محبت کا بھی دعویٰ تھا؟ پھر کیا وجہ ہوئی کہ تم مجھے طعنے دینے کے لئے بچ گئیں۔"

"میرا نام فہرست میں نہ تھا۔" اس نے کانپ کر جواب دیا۔ "لیکن تم چاہو تو مجھے گرفتار کرواسکتے ہو۔ اور یہ میری احمقانہ محبت کا صلہ ہوگا۔ تم کہتے ہو کہ میں تمہیں طعنے دیتی ہوں؟ میری باتیں تمہیں کڑوی معلوم ہوتی ہیں؟ تو ہرماسیس اس کا سبب یہ ہے کہ تمہاری ناکامی کا غم سب سے زیادہ مجھے ہی ہوا ہے۔ تمہارا دکھ میرا دکھ' تمہاری ذلت میری ذلت اور تمہاری ناکامی میری ناکامی ہے۔ ہرماسیس! میں اب بھی تم سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ مرتے دم تک میری اس محبت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ ہرماسیس! ہرماسیس .... تم تائب ہونے کے بعد میرے پاس آجاؤ گے! جب اس فاحشہ کی گود میں گرمی نہ رہے گی تو کیا تم میری گود میں سر رکھ دو گے؟ بولو ہرماسیس! بولو۔"

"ہاں تو یوں کہو نا! تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو! خوب! شارمن مجھے شک ہو چلا ہے کہ حسد و غصہ میں شاید تم ہی نے ہمارا راز فاش کردیا ہے۔ سیپا نے مجھے پہلے سے آگاہ کردیا تھا کہ اس لڑکی سے ہوشیار رہنا اور یاد پڑتا ہے کہ...."

"یہ تو عام بات ہے۔" اس نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "کہ جو جیسا ہوتا ہے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتا ہے۔ چونکہ تم نے غداری کی اس لئے تمہارے نزدیک ہر

غدار ہوگیا۔ لیکن سن لو میں غدار نہیں ہوں۔ یہ اس رومی غلام پولوس ہی کا کام تھا اس کے کیئے کی سزا مل گئی۔ میں ایسے بے بنیاد الزام برداشت نہیں کرسکتی اور نہ ی احمقانہ اور ذلیل قسم کی باتیں ہی سننا چاہتی ہو .... میں تو صرف تمہیں یہ اطلاع آئی ہوں کہ تم آزاد ہو.... اور قلوپطرہ ملکہ مصر تمہیں دربار میں طلب کرتی ہیں۔"

اور یوں ایک بار پھر میں قلوپطرہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ ہر آدمی کی ہا مجھ پر گڑ جائیں گی اور ان میں نفرت و حقارت ہوگی۔ لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہا۔ کسی نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ہماری سازش سے جو لوگ واقف تھے۔ وہ دریہ چھوڑ کر کسی طرف چلے گئے تھے اور شارمن نے اپنی طرف سے کچھ نہ کہا تھا نہ خود اس کی بہتری بھی اسی میں تھی۔ اس کے علاوہ قلوپطرہ نے یہ مشہور کردیا تھا کہ ہیں بے گناہ ہے اور یہ کہ ایک غلط فہمی کی بنا پر اسے قید کردیا گیا تھا۔ چنانچہ کسی نے طرف نفرت و حقارت سے نہ دیکھا' لیکن خود میرا دل ڈوبا جارہا تھا۔ میں خود اپنی ہا میں ذلیل و خوار ہوچکا تھا اور شرم و خجالت کے باعث میں سر نہ اٹھا سکتا تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے دھندلائی رہتی تھیں .... اور حالانکہ کہنے کو میں آزاد تھا لیکن سل آزاد نہ تھا۔ قلوپطرہ کے جاسوس سائے کی طرح میرے پیچھے لگے رہتے اور میں کی چار دیواری سے باہر نہ جاسکتا تھا۔

اور پھر وہ منحوس دن طلوع ہوا جس دن کی انطونی کا سفیر قیونطس ولیوس جو بڑا ہی لع پرست تھا اسکندریہ کی بندرگاہ پر اترا۔ یہ وہی قیونطس ولیوس تھا جو دولت کا بھوکا' رتے ستاروں کی پوجا کرنے والا لومڑی کی طرح مکار تھا اور یہ اسی انطونی کا خط لایا تھا جو پی کی جنگ میں فتحیاب ہونے کے بعد اب ایشائے کوچک میں آگیا تھا اور وہاں کے راؤں سے جرمانے اور ٹیکس وصول کرتا پھر رہا تھا۔ تاکہ مجلس تلاشہ کے اراکین کی ہوس لت کو پورا کرسکے۔

مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے گویا ابھی کل کا ہی واقعہ ہو۔

قلوپطرہ فوق البھڑک شاہی پوشاک پہنے دربار میں بیٹھی تھی۔ تخت کے دائیں' بائیں

اور پیچھے کنیزیں اور غلام مؤدب کھڑے تھے۔ اور ان میں' میں ہرماسیس بھی تھا۔
نے نقیبوں کو حکم دیا کہ انطونی کے سفیر کو دربار میں آنے دیں۔ دربار کے کمرے کا
کھلا اور ساتھ ہی بگل چیخ اٹھے۔ اور مارکیوس انطونی کا سفیر رومی لباس میں ملبوس
میں داخل ہوا۔ وہ ایک عجیب شان تکبر سے سپا... ں کا سلام لیتا ہوا گویا بڑی بے
سے قلوپطرہ کے تخت کی طرف بڑھ رہا تھا' بگل برابر بج رہے تھے' ولیوس کے پیچھے
رومی افسر رومی جھنڈے اٹھائے تھے۔ ولیوس دہرے بدن کا گورا' چٹا اور قبول
آدمی تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے خوشامد' چاپلوسی اور ڈھٹائی ہویدا تھی۔ اس کی
میں مکاری کی چمک تھی اور ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ' نقیب ولیوس کا نام اور ا
سے قلوپطرہ کو آگاہ کر رہے تھے۔ اور خود ولیوس دم بخود کھڑا قلوپطرہ کو دیکھ رہا تھا جو
بے پروائی سے نیم دراز تھی۔ لیکن اس کی یہ شان ہی گھائل کردیتی تھی۔ نقیب
ہوگیا' قلوپطرہ منتظر رہی کہ ولیوس کچھ کہے گا لیکن جب وہ یوں ہی بت بنا کھڑا رہا تو
نے لاطینی زبان میں کہا۔

"فاتح اور بہادر انطونی کے سفیر ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ بہادر انطونی نے
کیا پیغام بھیجا ہے۔"

لیکن ولیوس خاموش رہا۔ جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ قلوپطرہ کے حسن نے
مسحور کردیا تھا۔

"ولیوس کیا بات ہے۔ تم بولتے کیوں نہیں۔" قلوپطرہ نے پوچھا۔ "معلوم ہو
ایشیا میں رہنے کی وجہ سے تم اپنی مادری زبان بھی بھول گئے ہو۔ بتاؤ معزز رومی ہم کو
زبان میں گفتگو کریں۔ ہم سب زبانیں جانتے ہیں۔"

"اگر میری زبان گنگ ہوگئی اور میں نے ملکہ مصر کے سوال کا جواب نہ دیا تو
معاف کریں۔ دراصل یہ میری گستاخی نہ تھی' بلکہ یہ ملکہ کے حسن کا رعب تھا جس
میری زبان بند کردی تھی' ملکہ مصر! اگر کوئی آدمی سورج کی طرف دیکھتا ہے تو اسے کچھ
تک دوسری چیزیں نظر نہیں آتیں۔ ملکہ کا حسن بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ قلی قیہ میں کوئی خاص مدرسہ ہے جہاں خوشامد سکھائی جاتی
اور غالباً تم اسی مدرسے کے تعلیم یافتہ ہو۔"

"ملکہ مصر! یہ غالباً آپ کے شہر اسکندریہ کی ہی مثل مشہور ہے کہ خوشامدی کی
باتیں بادلوں کو نہیں اڑاسکتیں۔ خیر تو ملکہ مصر میری ان بے موقع باتوں کو نظرانداز
یں' میں کیونطس ولیوس' مارکیوس انطونی کا ایک خط لے کر ملکہ مصر کی خدمت میں
حاضر ہوا ہوں۔ اگر ملکہ اجازت دیں تو میں وہ خط پڑھ کر سناؤں۔"

"اجازت ہے۔"

"بہت اچھا سنئے۔"

"زامویر' مارکیوس انطونی کی طرف سے قلوپطرہ کے نام جو رومیوں کی مہربانیوں سے
بالا اور مصر زیریں کی ملکہ ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے' مجلس ثلاثہ کے خلاف'
...س اور قاسیوس کو مدد دی تھی' اور رومی جمہوریت کو ختم کردینا چاہا تھا۔ صرف یہی
بلکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم خود بھی ...طوس اور قاسیوس کی مدد کو جانے کے لئے
بیڑا تیار کررہی تھیں۔ چنانچہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ علاقہ قلی قیہ کے شہر طرطوس
حاضر ہوکر اپنی صفائی پیش کرو۔ تم پر جو الزام لگائے گئے ہیں وہ سنگین ہیں اور ان کی
بریت کے لئے تمہیں طرطوس میں حاضر ہونا ہے۔ ہم تمہیں خبردار کئے دیتے ہیں۔
اگر تم نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو انجام جو کچھ بھی ہوگا اس کی ذمہ داری خود تم پر عائد
سلام ہو تم پر۔"
مارکیوس انطونی۔

خط کے یہ سخت اور گستاخانہ الفاظ سن کر قلوپطرہ کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔
"ہم نے خوشامد سنی تھی۔" اس نے کہا۔ "اس کا بدل بھی ضروری تھا۔ چنانچہ اب
سخت اور گستاخانہ الفاظ بھی سنے۔ سنو ولیوس۔ ہم پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ سراسر غلط
ہے۔ تاہم ہم نہ تو تمہارے سامنے صفائی پیش کرسکتے ہیں اور نہ قلی قیہ ہی آسکتے ہیں کہ
ایک کم رتبہ مجرم کی طرح انطونی سے معافی اور رحم طلب کریں۔ انطونی ہم سے گفتگو

کرنا چاہئے ہیں تو اسکندریہ کی بندرگاہ کھلی ہے۔ ان کا جب جی چاہے چلے آئیں
استقبال کرنے کے لئے ہم تیار ہیں' تو یہ ہے ہمارا جواب۔"

لیکن ولیوس مسکرایا۔ اس آدمی کی طرح جو اپنا غصہ چھپانا چاہتا ہو۔

"ملکہ مصر انطونی سے واقف نہیں ہیں۔" اس نے کہا۔ "ان کا قلم اکثر
گستاخانہ تحریر لکھتا ہے۔ لیکن خود انطونی ایسے نہیں ہیں۔ جب ملکہ ان سے ملیں
انہیں یقین نہیں آئے گا کہ ایسے ٹھنڈے مزاج کا آدمی بھی ایسا زبردست فاتح ہو سکتا
چنانچہ میں ملکہ کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ضرور تشریف لائیں۔ مارکیوس انطونی کے
ایسے سخت اور توہین آمیز جواب کے ساتھ نہ لوٹائیے۔ ملکہ انطونی کو مصر آنے کی
دیتی ہیں۔ چنانچہ ملکہ اور خود مصر کو تیار رہنا چاہئے۔ انطونی آئے گا' ضرور آئے گا۔
اپنے ساتھ لشکر لے کر ایک فاتح کی حیثیت سے آئے گا اور پھر ملکہ کے بنائے کچھ
گی۔ متحدہ روم کو للکارنا ملکہ مصر معاف کریں' خود اپنی تباہی کی دعوت دینا ہے چنانچہ
مشورہ یہی ہے کہ ملکہ انطونی کے حکم کی تعمیل کریں۔ ملکہ قلی قیہ تشریف لائیں۔ اا
کی دیوی بن کر تشریف لائیں۔ ملکہ بن کر نہیں۔ ملکہ اپنے بہترین لباس' حسن کی
رعنائیوں اور پوری شان سے تشریف لائیں۔ اور ملکہ دیکھیں گی انطونی سے انہیں
خطرہ لاحق نہیں ہوگا بلکہ وہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا۔"

اور ولیوس نے پر معنی نظروں سے قلوپطرہ کو دیکھا۔ میں اس کا مطلب سمجھ
اور بے چینی سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔

قلوپطرہ بھی اسی کی بات سمجھ گئی۔ اس نے اپنی ہتھیلی کے کٹورے میں اپنی ٹھوڑی
دی اور میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بادل سے منڈلا رہے تھے۔ کچھ دیر وہ
سوچ میں بیٹھی رہی اور اس تمام عرصہ میں چالاک ولیوس قلوپطرہ کے چہرے کے
کے اتار چڑھاؤ سے اپنی بات کا اثر معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ شارمن بھی
کا مطلب سمجھ چکی تھی۔ اس کا چہرہ دمک اٹھا اور پھر زرد پڑ گیا۔

آخر کار قلوپطرہ نے ولیوس کی طرف دیکھا۔

معاملہ نازک ہے اور ہم اپنے صلاح کاروں سے مشورہ کئے بغیر جواب نہیں دے
ملکہ نے کہا۔ "چنانچہ نو دن کی مہلت چاہتے ہیں۔ دسویں دن تمہیں جواب مل
گا۔ اس عرصہ میں تم شاہی مہمان خانے میں رہو گے۔"

انطونی کا عیار سفیر چند ثانیوں تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

بہت اچھا! میں دسویں دن ملکہ مصر کا جواب سننے حاضر ہو جاؤں گا اور اسی دن
دریہ سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

قلوپطرہ نے اشارہ کیا' بگل چیخ اٹھے اور ولیوس دربار سے رخصت ہوا۔

تیسرے ہرم کا راز

اسی رات قلوپطرہ نے مجھے اپنی خواب گاہ میں طلب کیا۔

میں فوراً وہاں پہنچا۔ قلوپطرہ انتہائی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں ٹہل رہ پہلے کبھی میں نے اس قدر پریشان اور بے چین نہ دیکھا تھا۔

"آگئے ہرماسیس!" اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں بہت پریشان ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ شاید ت مناسب مشورہ دے سکو۔ آہ! دیوتاؤں کو مجھ سے بیر کیوں ہوگیا ہے ہرماسیس! بچپن لے کر اب تک مجھے کبھی چین اور سکون سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ ابھی تمہارے خنجر سے بچے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ یہ ایک نئی مصیبت آکھڑی ہوئی۔ تم نے اس سفیر کو دیکھا؟ کتنا عیار اور چالاک ہے! جی تو یہی چاہتا ہے کہ اس پر بھی اپنا جادو چلا دو کمینہ ہے یہ ویلوس، زبان پر مٹھاس اور بغل میں چھری۔ کمبخت بظاہر تو بلی کی "خرخر" کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ناخن بھی تیز کرتا رہتا ہے۔ اور تم نے انطونی کا خط کس قدر توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس لئے میں انطونی کو جانتی ہوں۔ ایک جب میں بچپن کی حدود سے گزر کر سن بلوغ میں قدم رکھ رہی تھی، تو میں نے اسے تھا۔ لیکن اس وقت بھی، ہرچند کہ میں کم عمر تھی۔ میری نظریں گہری تھیں، میں نے ہی نظر میں اسے پہچان لیا تھا۔ یعنی اس کی طبیعت اور مزاج سے واقف ہوگئی تھی۔ اس پر ہی کیا منحصر ہے میں سمجھتی ہوں جو بھی اسے دیکھے پہلی نظر میں نہیں دو چار بار دیکھنے بعد اسے سمجھ لینے میں کامیاب ہوجائے۔ خیر تو انطونی نصف ہرکیوس ہے اور نصف وقوف۔ اور اس بے وقوفی میں کہیں کہیں ہوشیاری اور عقلمندی کی جھلک ہے۔ وہ تم پرست اور عشرت پسند ہے اور ان لوگوں کا دوست ہے جو اس کی عشرت عیاشیوں شریک ہوتے ہیں۔ لیکن جس سے خفا ہوتا ہے اس کا جانی دشمن بن جاتا ہے۔ اور جن دوستی کرتا ہے ان سے خلوص اور محبت سے پیش آتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ اپنے فائ

ی نظر دوستی کو بھی قربان کردینے سے دریغ نہیں کرتا۔ مصلحت ہو تو جھوٹ اور برا نہیں سمجھتا۔ وہ سخی اور بہادر ہے اور مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ میدان میں شیر اور ایک قابل افسر۔ لیکن میدان جنگ سے دور پکا شرابی اور عورتوں کا وا ایسا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایسے آدمی کے ساتھ کیا سلوک کروں! قسمت اس ہے وہ قسمت کی لہروں کی چوٹی پر بیٹھا ہے۔ وہ ایک دن ڈوبے گا ضرور، لیکن فی ال لوگوں پر ہنس رہا ہے جو بدقسمتی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

انطونی دیوتا نہیں محض انسان ہے۔" میں نے کہا۔ "اور ایسا انسان جس میں بہت رابیاں ہیں۔ چنانچہ ایسے آدمی کو شکست دینا کوئی بڑی بات نہیں۔"

یہ ٹھیک ہے۔ لیکن تنہا انطونی سے ہمارا مقابلہ نہ ہوگا۔ یہ مجلس ثلاثہ کے تین ن میں سے ایک ہے۔ بہ فرض محال ہم نے انطونی کو شکست دے دی بھی تو اس کے و ساتھی لوپی دوس اور نوجوان قیصر اقطاریانوس مصر پر چڑھ دوڑیں گے۔ جو پچھلی کے نشہ میں سرشار ہیں۔ اگر میں قلع قمع نہ گئی تو روم اپنی پوری قوت کے ساتھ آخری ضرب لگانے کے لئے چل پڑے گا۔ پھر کیا ہوگا ہرماسیس؟"

ہوگا یہ کہ ہم رومیوں کا مقابلہ کریں گے اور انہیں مار بھگائیں گے۔"

یہ تم کہہ سکتے ہو ہرماسیس۔ اگر تمہاری سازش کامیاب ہوگئی ہوتی اور تم فرعون ہوتے تو تم واقعی مصریوں کی مدد سے رومیوں کو بھگا دیتے۔ لیکن مجھے مصری پسند کرتے، اور اب تو۔ جبکہ تمہاری سازش ناکام ہوچکی ہے، مصری میرے نام سے بھی ہوں گے۔ اب تم ہی بتاؤ کیا یہ لوگ میری آواز پر لبیک کہیں گے؟ اگر مصری میرا یتے تو میں رومیوں کو ایسی شکست دیتی کہ وہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرتے۔ لیکن ل کہ مصر والے مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر میرے پاس دولت میرا خزانہ بھرا ہوا ہوتا تو میں ایک جرار لشکر رومیوں کے مقابلے میں لے آتی۔ لیکن س! خزانہ خالی ہے اور میں خود مقروض ان جنگوں نے تو مجھے بالکل تباہ کردیا ہے آخر دولت آئے کہاں سے؟ بے شک میں دولت روم سے قرض لے سکتی

ہوں۔ لیکن ہرماسیس۔ اور وہ مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ تم موروثی کاہن ہو اور اسرار رازوں سے واقف ہو' اگر یہ روایات کہ قدیم فراعنہ نے اہرام میں خزانہ دفن کر ہے' غلط نہیں ہے تو تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ خزانہ کہاں ہے۔ اور پھر ہرماسیس! تمہارے مصر کو اور تمہاری محبت کو' جو میرے دل میں ہے' رومیوں سے بچالوں گی واقعی یہ روایات صحیح ہیں ہرماسیس؟" چند ثانیوں تک میں سوچتا رہا۔

"اور اگر یہ روایات صحیح ہوں۔" میں نے کہا۔ "اور اگر میں خزانے کا پتہ بھی ہوں اور تمہیں بتا بھی دوں تو' قلوپطرہ' اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم اس خزانے کو جے اس لئے محفوظ کیا گیا ہے کہ برے وقت میں مصر کے کام آئے۔ اسی نیک کام میں کرو گی۔"

"تو کیا واقعی کسی ہرم میں خزانہ دفن ہے۔" اس نے بڑے اشتیاق سے پو

"نہیں ہرماسیس' مجھے بتاؤ نہیں۔"

"قلوپطرہ ایک ہرم میں خزانہ ہے ضرور حالانکہ اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن میرا ایمان ہے کہ وہاں خزانہ ہے اور اسی جگہ ہے زمانہ قدیم میں رکھا گیا اور وہ آج تک اس لئے محفوظ ہے کہ قدیم فراعنہ نے اسے حاصل کرنے کی ہمت نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کوئی اس خزانے کو ضرورت کے لئے یا کسی برے مقصد کے لئے حاصل کرے گا۔ اس پر فرعون اور دیوتا کا غضب نازل ہوگا۔"

"تو یوں کہو کہ قدیم فراعنہ بزدل تھے۔" اس نے کہا۔ "یا پھر انہیں دولت کی ضرورت نہ تھی تو ہرماسیس۔ میرے پیارے' تم مجھے اس خزانے کا پتہ دو گے نا۔"

"اگر وہ خزانہ اب تک وہیں ہوا تو' اور تم نے مجھے قسم کھا کر' یقین دلایا کہ تم اس مصر اور مصریوں کی بھلائی کے لئے صرف کرو گی تو میں صرف نہ تمہیں اس کا پتہ بتاؤں بلکہ میں خود تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔"

"میں قسم کھاتی ہوں۔" قلوپطرہ نے جلدی سے کہا۔ "میں مصر کے سب دیوتاؤں

قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر یہ خزانہ مجھے مل گیا تو میں انطونی کے خلاف اعلان جنگ کردوں گی۔ صرف یہی نہیں ہرماسیس بلکہ میں وعدہ کرتی ہوں کہ جلد از جلد تم سے شادی کردوں گی۔ اور چوری چھپے نہیں بلکہ سب کے سامنے۔ اور پھر تم اپنی تدبیروں سے رومی بھیڑیوں کو بھگا دو گے۔ ہاں۔ ہرماسیس تم یوں بھی فرعون بن جاؤ گے اور مصر کی فلاح و بہبود کے لئے جو چاہو گے کر سکو گے۔ کوئی تمہیں روکنے والا نہ ہوگا۔ اور قلوپطرہ تمہاری' محبت کرنے والی بیوی ہوگی۔"

اس نے پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور میرے زوال کی اس منحوس رات کے پہلے آج پہلی دفعہ میں نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں محسوس کیں۔ اور میں نے سوچا کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ قلوپطرہ کا شوہر بن کر' جسے میں دل و جان سے چاہتا ہوں' میں اپنا مقام حاصل کر سکتا ہوں۔

"قسم کھاؤ قلوپطرہ۔" میں نے کہا۔

"میرے پیارے' میرے سرتاج! میں قسم کھاتی ہوں کہ اور اس قسم پر کبھی نہ ٹوٹنے والی مہر ثبت کرتی ہوں۔" اور یہ کہہ کر اس نے میرے ہونٹ چوم لئے اور میں نے اسے اپنی آغوش میں بھینچ لیا اور دیوانوں کی طرح اس کے گال اور آنکھیں چومنے لگا' اور پھر ہم باتیں کرنے لگے کہ شادی کے بعد ہم کسی طرح اپنے دن گزاریں گے اور کس طرح رومیوں کو مار بھگائیں گے۔

اور میں ایک بار پھر میں دھوکا کھا گیا۔ حالانکہ میں آج تک یہی سمجھتا ہوں' اور مجھے یقین ہے کہ اگر شارمن رشک و رقابت کی آگ میں نہ جل رہی ہوتی تو قلوپطرہ مجھ سے شادی کر لیتی۔ تو واقعی مصر کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ ایسا نہ ہوا اور رات گئے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اور میں نے قلوپطرہ کو اس خزانے کا راز بتا دیا جو فرعون منقورا کے ہرم "حر" میں دفن تھا۔ چنانچہ طے ہوا کہ ہم کل ہی اس ہرم کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ دوسرے دن ایک کشتی تیار کی گئی اور قلوپطرہ خود کے مندر کی زائرہ کا لباس

پہن کر کشتی میں سوار ہوئی۔ میں بھی زائر کے بھیس میں تھا اور اس معتبر غلام ملاحوں کے لباس میں۔ شارمن ہمارے ساتھ نہ تھی۔ ہوا موافق تھی چنانچہ ہم آدھی رات کے قریب سائیس پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے قیام کیا۔ پو پھٹتے ہی پھر ہماری کشتی مادر نیل کے پانی میں بڑھنے لگی۔ اور سورج غروب ہونے کے تین گھنٹوں بعد ہمیں دور پر قلعہ بابیلوس کی روشنیاں نظر آئیں۔ اور یہاں کشتی لنگر انداز ہوئی۔

اس جگہ سے اہرام صرف دو فرلانگ کے فاصلے پر ہیں۔ چنانچہ ہم نے ایک خواجہ سرا کو ساتھ لیا' دوسرے غلاموں کو کشتی میں ہی چھوڑا' اور پیدل اہرام کی طرف چل پڑے۔ اتفاق سے راستے میں ایک گدھا ملا میں نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔ اپنا چغہ اتار کر اس پر ڈالا اور قلوپطرہ کو اس پر سوار ہو جانے کو کہا' اس نے ایسا ہی کیا۔ اب میں گدھے کو کھینچتا ہوا اسی راستے پر ہولیا جو اہرام کی طرف جاتا تھا اور جس سے میں بخوبی واقف تھا۔ خواجہ سرا پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ ہم کوئی ایک گھنٹے تک چلتے رہے' اور اب سامنے وہ عظیم الشان اہرام نظر آرہے تھے جنہیں دیکھتے ہی دل پر ایک عجیب رعب اور ہیبت چھا جاتی ہے۔ چاندنی رات میں اہرام ریت کے بڑے بڑے تودوں کی مانند نظر آرہے تھے دیکھنے والا ان بڑے بڑے تودوں کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے اور جیسے جیسے آگے بڑھتا ہے اس کے دل کی حالت عجیب ہونے لگتی ہے۔ اس قلوپطرہ کے دل کا حال نہیں جانتا۔ البتہ اپنے متعلق کہتا ہوں کہ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہم خاموشی سے قدیم قبرستان میں داخل ہوئے جہاں سامنے دیوتا جانیں کون کون سے بادشاہ ابدی نیند سو رہے تھے۔ ہم تیز تیز قدم اٹھاتے اس دہشت زدہ مقام سے گزر گئے اور ایک ٹیلہ عبور کرنے کے بعد فرعون خوفو کے عظیم الشان ہرم کے سامنے کھڑے تھے۔

"واقعی۔" قلوپطرہ نے میری کان کے قریب منہ لا کر اور ہرم اعظم کو حیرت و خوف سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی ہرماسیس پہلے مصر پر دیوتاؤں کی حکومت ہوگی۔ یہ کام کسی انسان کا نہیں ہوسکتا.... تو اسی ہرم میں خزانہ ہے۔"

"نہیں۔ اس میں نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "آگے چلو۔"

ہم آگے بڑھے اور کچھ ہی دیر بعد فرعون خف را کے ہرم "اور" کے قدموں میں کھڑے تھے۔ قلوپطرہ نے حیرت سے اس ہرم کے سرخ پتھروں کو دیکھا۔

"تو اس میں ہے وہ خزانہ۔" اس نے پوچھا۔

نہیں۔ اس میں نہیں۔ "اور آگے۔"

اور ہم فرعون منقورا کے ہرم "حر" کے سامنے پہنچے۔ یہ ہرم شفاف چمکدار پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ ہزاروں سال گزر گئے لیکن اس کی چمک دمک میں فرق نہیں آیا۔ یہ پہلے دو اہرام سے چھوٹا لیکن خوبصورتی میں ان سے بڑھ کر ہے۔ "تو اس ہرم میں ہمیں داخل ہونا ہے۔" قلوپطرہ نے پوچھا۔

"ہاں اسی میں۔" میں نے جواب دیا۔

ہم گھوم کر ہرم کے شمالی پہلو کی طرف آگئے۔ یہاں ہرم کی دیوار کے عین بیچ میں فرعون منقورا کا نام کھدا ہوا ہے۔ اسی فرعون نے یہ ہرم اسی کے قریب ایک معبد بنوایا تھا جہاں کاہن منقورا کی روح کے لئے شب و روز دعا کرتے رہیں۔ اسی فرعون منقورا نے اپنے اس ہرم میں خزانہ رکھا تھا کہ جب کبھی مصر پر کوئی آفت آئے اور مصر کا خزانہ خالی ہو تو فرعون وقت اس خزانہ کو کام میں لائے۔ "اگر خزانہ اب تک اسی حرم میں ہے۔" میں نے کہا۔ "جیسا کہ میرے اجداد کے زمانے میں محفوظ تھا جو اس ہرم اور اس کے قریب بنے ہوئے معبد کے موروثی کاہن تھے' تو قلوپطرہ وہ خزاہ اس ہرم کے قلب میں کہیں ہوگا۔ اور ہاں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ اس خزانے کو کافی مشکلات اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے بعد ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ سوچ لو قلوپطرہ کہ اس ہرم میں داخل ہونا خطرے سے خالی نہیں۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہرماسیس' کہ تم اس خواجہ سرا کو ساتھ لے کر جاؤ اور خزانہ لے آؤ۔ میں یہیں تمہارا انتظار کروں گی۔" قلوپطرہ نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔

"نہیں قلوپطرہ میں نے کہا۔" تمہارے لئے اور کسی کے لئے بھی میں یہ کام نہیں

کرسکتا۔ یہ گناہ سب گناہوں سے بڑھ کر ہے' تاہم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موروثی کاہن کی حیثیت سے تمہیں' چونکہ تم ملکہ مصر ہو' وہ جگہ بتادوں جہاں خزانہ ہے۔ اور وہ تحریر بھی پڑھ کر سنادوں جو وہاں رکھی گئی ہے۔ اس کے بعد ملکہ فیصلہ کریں کہ کیا مصر کی بھلائی کے لئے ہی وہ خزانہ حاصل کر رہی ہیں؟ اگر تمہارا دل گواہی دے اگر تمہیں فراعنہ کے غضب کا خوف نہ ہو اور اگر واقعی مصر کی دولت کی ضرورت ہو تو بے شک تم وہ خزانہ حاصل کرلو۔ قلوپطرہ! میں نے پرانی دستاویزوں میں پڑھا ہے کہ زمانہ قدیم میں تین فراعنہ خزانہ حاصل کرنے کے لئے اس ہرم میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں پہلی ملکہ ہت شی پشت تھی دوسرا فرعون طوطمیس اور تیسرا فرعون رتاسس می آمن۔ لیکن قلوپطرہ' ان تینوں میں سے ایک بھی خزانہ لینے کی ہمت نہ کرسکا۔ حالانکہ انہیں دولت کی سخت ضرورت تھی لیکن انہیں خوف تھا کہ مبادا منقورا کا غضب ان پر نازل ہوگا۔ چنانچہ وہ خزانہ چھوئے ہی بغیر لوٹ گئے۔"

قلوپطرہ کچھ دیر تک سوچتی رہی یہاں تک کہ اس کے دل سے خوف جاتا رہا اور نئے سرے سے اس کی ہمت بندھ گئی۔

"اب یہاں تک آئی ہوں۔" اس نے کہا۔ "تو اس قدیم خزانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر نہ جاؤں گی۔"

"بہت اچھا۔" میں نے جواب دیا۔

اور پھر میں نے بہت سے چوکور پتھر ایک پر ایک رکھ دیئے اور خواجہ سرا کا سہارا لے کر ان پتھروں پر کھڑا ہوگیا۔ اور اس نشان کو تلاش کرنے لگا جو پودے کی پتی سے بڑا نہ تھا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد مجھے وہ نشان مل گیا جو بادوباراں اور ریت کی رگڑ سے دھندلا ہو گیا تھا۔ میں نے انگوٹھا اس پر رکھ کر ایک خاص ترکیب سے دبایا اور فوراً ہی ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ کے ساتھ ایک پتھر اپنی جگہ سے سرک گیا اور دیوار میں اتنا بڑا دروازہ کھل گیا کہ ایک آدمی رینگ کر اس میں داخل ہوسکے۔ دروازہ کھلتے ہی ایک بہت بڑا چمگادڑ' جیسا میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور جس کا رنگ بھورا تھا' پھڑپھڑا کر ہرم میں سے نکلا اور وہ

ثانیوں تک قلوپطرہ کے سر پر منڈلانے کے بعد اڑتا ہوا سامنے کے ٹیلے پر پہنچ کر غائب ہوگیا۔

قلوپطرہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اور خواجہ سرا خوف سے کانپ کر اوندھے منہ گر پڑا۔ میں بھی سہا ہوا تھا لیکن میں نے کچھ کہا نہیں۔ مجھے یقین تھا' اور اب بھی ہے کہ وہ دراصل فرعون منقورا کی روح تھی جو چمگادڑ کے روپ میں ہمیں تنبیہہ کرنے آئی تھی کہ شاید ہم اپنا ارادہ بدل دیں۔

میں کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا کہ مقبرے کی زہریلی ہوا باہر نکل جائے۔ کچھ دیر بعد میں نے چغے کے دامن میں سے چھوٹی چھوٹی مشعلیں نکالیں اور سلگا کر اپنے پاس رکھیں اور ایک خواجہ سرا اور ایک قلوپطرہ کو دے دی۔ پھر میں نے خواجہ سرا سے وعدہ لیا کہ وہ اس ہرم میں جو کچھ دیکھے گا اس کا ذکر کبھی اور کسی حال میں کسی کے سامنے نہ کرے گا۔ خواجہ سرا نے خوف و ہراس سے کانپتے ہوئے' قسموں پر قسمیں کھا ڈالیں۔

اب میں نے اپنی کمر سے رسہ باندھا' جو ہم اپنے ساتھ لائے تھے' اور ہرم کے دروازے میں رینگ گیا۔ اوپر پہنچ کر میں نے قلوپطرہ سے کہا کہ وہ بھی آجائے قلوپطرہ نے پتھروں پر کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کئے اور میں نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ اس کے بعد خواجہ سرا بھی اوپر آگیا۔ میرے پاس ہرم کے راستوں کا مکمل نقشہ تھا جو اکتالیس پشتوں سے کاہنوں کے پاس چلا آرہا تھا۔ اصل اور قدیم نقشہ تو میرے والد آمن مہت کے پاس تھا لیکن میرے پاس اس کی صحیح نقل تھی۔ میں کچھ دیر تک نقشہ پڑھتا رہا اور پھر ہاتھ میں مشعل اٹھائے تنگ اور ڈھلوان غلام گردش میں چل پڑا۔ اندر گرمی اور گھٹن تھی۔ قلوپطرہ میرے پہلو بہ پہلو چل رہی تھی اور خواجہ سرا پیچھے۔ کچھ دیر تک چلنے کے بعد ہم دوسری غلام گردش میں داخل ہوئے۔ جو پتھروں کی تھی۔ پہلی غلام گردش جس میں سے گزر کر ہم آرہے تھے بھٹی کی اینٹوں کی بنی ہوئی اور چونے کی تھی۔ کوئی بیس قدم تک دوسری غلام گردش ڈھلوان چلی گئی۔ پھر ڈھلوان بتدریج کم ہونے لگی اور اب ہم ایک کمرے میں کھڑے تھے۔ جس کی دیواریں سفید تھیں اور چھت اتنی نیچی کہ میرا سر اس سے چھو رہا

تھا۔ کمرے کی لمبائی اور چوڑائی ذرا زیادہ تھی اور اس میں جگہ جگہ مجسمے رکھے ہوئے تھے جو دیوتاؤں اور قدیم فراعنہ کے تھے۔ اور اس کمرے میں قلوپطرہ بیٹھ گئی۔ وہ تھک گئی تھی۔

"اٹھو قلوپطرہ۔" میں نے کہا۔ "اگر ہم چند سیکنڈ بھی یہاں رکے تو بے ہوش ہو جائیں گے۔"

وہ اٹھی اور اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کمرے کو عبور کیا تو ہم ایک بڑی زبردست دیوار کے سامنے کھڑے تھے۔ یہاں پہنچ کر میں نے پھر نقشہ دیکھا اور اپنے پیر سے ایک پتھر دبا کر منتظر کھڑا رہا۔ پتھر کی کافی وزنی سل' دیوتا جانیں کسی طرح اوپر اٹھنے لگی۔ اور چھت کی ایک جھری میں پوری کی پوری سما گئی۔ ہم اس دروازے سے گزر کر دوسری دیوار کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے پھر ایک خاص پتھر کو دبایا اور دروازے کی سل اوپر اٹھنے کی بجائے دائیں طرف سرک گئی۔ اب اور تیسری دیوار سامنے تھی۔ نقشہ دیکھ کر میں نے اس دیوار پر ایک خاص جگہ ٹھوکر ماری اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک بڑی سل جو پہلی دو سلوں سے کافی بڑی تھی' فرش میں دھنسنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کی چوٹی فرش کے برابر ہو گئی۔ اس دروازے سے گزر کر ہم ایک قدرے فراخ غلام گردش میں پہنچ گئے جو بتدریج نیچے اتر رہی تھی۔ تقریباً چودہ قدم چلنے کے بعد ہم ایک کمرے میں پہنچے جو سنگ سیاہ کا تھا۔ اس کی چھت تقریباً نو کیوفٹ اونچی تھی۔ اس کی چوڑائی بھی اتنی ہی تھی لیکن لمبائی تیس کیوفٹ ہوگی۔ کمرے کے بیچ میں پتھر کا بڑا تابوت رکھا ہوا تھا جس کے ڈھکن پر منقورا کی بیوی کا نام اور القاب کھدے ہوئے تھے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ کمرے کی ہوا تازہ اور صاف تھی۔ میں نہیں جانتا کہ تازہ ہوا کہاں سے آتی تھی؟ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن ہوا کے آنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔

"یہاں ہے خزانہ؟" قلوپطرہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آؤ۔"

اور میں اس غلام گردش میں ہولیا۔ جس میں داخل ہونے کا دروازہ ملکہ کے تابوت لے کمرے کے فرش میں تھا۔ یہ دروازہ پہلے بند ہو گا۔ لیکن جب ہم داخل ہوئے تو اسے ملا پایا۔ غالباً پچھلے فراعنہ میں سے جو اس ہرم میں داخل ہوئے تھے کوئی فرعون اسے بند رنا بھول گئے ہوں گے۔ ہم اس تقریباً عمودی غلام گردش میں رینگتے اور پھسلتے ہوئے آخر رکوئی دس قدم کے بعد ایک کنوئیں کے دہانے پر پہنچ گئے جو تقریباً سات کیوفٹ گہرا تھا۔ اں پہنچ کر میں نے رسے کا ایک سرا اپنی کمر سے باندھ لیا اور دوسرا پتھر کے اس حلقے سے کنوئیں کے دامن پر تھا۔ قلوپطرہ اور خواجہ سرا مل کر مجھے آہستہ آہستہ مقدس گہرائیوں یا اتارنے لگے۔

اور کچھ ہی دیر بعد میں فرعون منقورا کی آخری آرام گاہ میں کھڑا تھا۔

نیچے پہنچ کر میں نے رسہ اپنی کمر سے کھول کر اسے ہلکا سا جھٹکا دیا۔ رسہ فوراً ہی اوپر ینچ لیا گیا۔ اب قلوپطرہ نے اپنی کمر کے گرد رسہ باندھا اور خواجہ سرا اسے نیچے اتارنے ۔میں نے ہاتھ الٹا کر قلوپطرہ کو اپنی آغوش میں لے لیا' میں نے خواجہ سرا سے کہا کہ وہ پر ہی رکا رہے۔ حالانکہ وہ بہت ڈرا ہوا تھا اور اکیلا رہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن ایسے مقدس ام میں اسے ساتھ لے جانا مناسب نہ تھا۔

چنانچہ وہ بادل ناخواستہ اوپر ہی رکا رہا۔

قدیم خزانہ

ہم ایک چھوٹے سے محرابی کمرے میں کھڑے تھے اور ہمارے سامنے پتھر کے ایک اونچے ابوالہول کی پیٹھ پر جس کا سر سونے کا تھا' منقورا کا بڑا سنگین تابوت رکھا ہوا تھا۔

ہم دونوں خاموش تھے کمرے کے مقدس سکوت نے ہماری دل پر ہیبت طاری کر دی تھی اور ہمارے سروں پر چھت تھی جو دیوتا جانیں کتنے ہی من کا اہرام اٹھائے کھڑی تھی۔ جس کی چوٹی کو تازہ ہوا چھو رہی تھی اور ہم دونوں یعنی میں اور قلوپطرہ اس اہرام کے سب سے نچلے کمرے میں کھڑے تھے۔ خاموش' حیران اور خائف ہم ایک مردے کے ساتھ تنہا تھے جس کی ابدی نیند میں خلل ڈالنے والے تھے۔ کوئی آواز' کوئی غیر مرئی سی آواز نہ سنائی دے رہی تھی۔ خاموشی گہری' موت کی سی خاموشی دلوں پر ہیبت طاری کر رہی تھی۔ میں خوفزدہ سا سنگین تابوت کے ڈھکن کی طرف دیکھ رہا تھا جو تابوت پر نہیں بلکہ اس کے پہلو پر پڑا ہوا تھا۔ اور دیوتا جانیں کتنے ہی سالوں کی دھول تابوت اور اس کے ڈھکن پر جمع تھی!۔

"دیکھو قلوپطرہ۔" میں نے اس تحریر کی طرف اشارہ کیا جو دیوار پر سرخ رنگ سے قدیم خط مقدس میں لکھی ہوئی تھی۔

"یہ کیا لکھا ہوا ہے۔" پڑھو ہرماسیس۔ "قلوپطرہ نے سرگوشی سے کہا۔"

"سنو۔" میں نے کہا اور وہ تحریر پڑھنے لگا۔

"میں راسس دوم' اپنے دور حکومت میں اس مقبرے میں داخل ہوا تھا۔ حالانکہ میں دل کا کچا نہیں ہوں اور حالانکہ مجھے دولت کی سخت ضرورت تھی لیکن میں منقورا اور دیوتاؤں کے غضب سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ میں خزانہ کو چھوا تک نہیں۔ چنانچہ اے وہ جو میرے بعد اس مقبرے میں داخل ہوگا اگر تیرا دل مضبوط ہے' اور تجھے یقین ہے کہ تو منقورا کے غضب میں مبتلا نہ ہوگا تو وہ خزانہ حاصل کر لے جو میں چھوڑے جا رہا ہوں لیکن پہلے سوچ لے اور پھر کوئی قدم اٹھا کہیں ایسا نہ ہو کہ دولت کا لالچ تجھے تباہ کر دے۔

نجھ پر

لیکن خزانہ کہاں ہے۔" قلوپطرہ نے پوچھا۔ "اور کیا اس ابوالہول کا سر سونے کا

یکھو! اس پر بھی کچھ لکھا ہوا ہے۔" میں نے سنگین تابوت کی طرف اشارہ کیا۔

زیب آؤ قلوپطرہ۔" اور وہ میرے قریب آکھڑی ہوئی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

ت کا ڈھکن' جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں' تابوت کے پہلو میں پڑا ہوا تھا اور اس سنگین تابوت میں منقورا کی لاش کا منقش چوبی تابوت رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں پر چڑھ گئے۔ میں نے منقورا کی لاش کے تابوت پر سے صدیوں کی مٹی صاف کی پر کی تحریر پڑھنے لگا۔ اور یوں لکھا تھا اس پر۔

یوتاؤں کا نور نظر

ون منقورا۔ آمن دیوتا کا پسر۔

ون منقورا۔ ابدی نیند سو رہا ہے۔

ون منقورا۔ اور ابد تک زندہ رہے گا۔

ون منقورا"

ور خزانہ کہاں ہے؟" قلوپطرہ نے پوچھا۔ "بے شک یہ منقورا کی لاش ہے لیکن لال سونے کی تو ہے نہیں جسے ہم کام میں لائیں اور اگر اس ابوالہول کا سر سونے ہم اسے کس طرح الگ کر سکیں گے۔"

اب دینے کے بجائے میں نے قلوپطرہ سے کہا کہ وہ لاش کے تابوت کا اوپری حصہ اور میں نچلا حصہ پکڑوں گا۔ قلوپطرہ نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر میری ہدایت کے تابوت کا ڈھکن پکڑ کے کھینچا جو فوراً ہی نکل آیا۔ کیونکہ وہ جڑا نہیں تھا۔ ہم نے نیچے رکھ دیا۔ اور وہاں ..... اس تابوت میں فرعون منقورا کی حنوط شدہ لاش رکھی لہ فرعون تین ہزار سال سے اسی تابوت میں سو رہا تھا۔ قدرے لمبی اور بھدی ممی صرف یہی نہیں بلکہ رسم کے مطابق اس کے چہرے پر سونے کا مقنع بھی چڑھا ہوا

نہ تھا۔ اس کے بجائے اس کے چہرے پر سن کے کپڑے کی پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔
رنگ زرد ہوگیا تھا اور پٹیوں کے کنول کے پھولوں کی خشک ڈنڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔
کو دفن کرتے وقت کنول کے تازہ پھول رکھ دیئے گئے ہوں گے۔ لاش کے سینے پر
کی ایک لوح تھی جس پر قدیم مصری تحریر تھی۔ میں نے وہ تختی اٹھائی اور مشعل کی
میں اس پر کی تحریر نیچی آواز میں پڑھنے لگا۔

اور یہ لکھا تھا اس پر۔

"میں فرعون مصر منقورا' ان فراعنہ سے مخاطب ہوں جو میرے بعد مصر پر حکو
کریں گے۔ میں فرعون منقورا ہوں۔ دیوتاؤں کا نور نظر اور دیوتا آمن کا بیٹا۔ میں انہ
اور رحملی سے مصر پر حکومت کرتا رہا اور کبھی اس راستے سے نہیں ہٹا۔ جو دیوتاؤں
میرے لئے مقرر کردیا تھا۔

اے میرے بعد آنے والو' سنو! میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک زمانہ ایسا
گا جب مصر کو اجنبی فاتحین کا خطرہ لاحق ہوگا اور اس وقت فرعون کو دولت کی ضرو
ہوگی۔ چنانچہ اسی وقت اور اسی فرعون کے لئے میں اپنا خزانہ محفوظ کر رہا ہوں اور ایسا
دیوتاؤں کی مرضی سے کر رہا ہوں۔ دیوتاؤں نے مجھے اتنی دولت دی ہے جو مجھ سے
کسی فرعون کو نہ دی تھی۔ ہزاروں مویشی' ہزاروں بار بردار جانور' ہزاروں من اناج
سونے چاندی اور جواہرات کے انبار۔ میں بڑی فراخ دلی سے یہ دولت مصر کی بھلائی
لئے خرچ کرتا رہا۔ اور جو بچ رہی اس کے تبادلے میں میں نے موتی' لعل اور زمرد
لئے۔ اور ایسے زمرد لئے۔ اور ایسے زمرد ہیں کہ یہ دنیا میں کسی کے پاس نہ ہوں گے
اور یہ قیمتی پتھر میں نے اسی دن کے لئے محفوظ کرے جبکہ مصر کو اجنبی فاتحین کا خطرہ لا
ہوگا اور فرعون وقت کو دولت کی ضرورت ہوگی۔ لیکن دنیا میں حریص اور عیار لوگ بھی
ہوتے ہیں۔ اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور جو یقیناً میری جمع کی ہوئی اس دولت کو
چاہیں گے۔ چنانچہ اے وہ' جو اب تک پیدا نہیں ہوا' میں تیرے لئے یہ تحریر لکھ رہا ہوں
جان لے کہ میں نے یہ قیمتی خزانہ اپنی ہڈیوں کے ساتھ رکھ دیا ہے۔ تاکہ تیرے سوا

حاصل کرسکے۔ چنانچہ اے وہ' جو اب تک پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ایک دن میری
کے سامنے کھڑا یہ تحریر پڑھ رہا ہوگا' میں تجھ سے مخاطب ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر
میں تجھے دولت کی ضرورت ہے اور تو مصر کو غیروں کے چنگل سے بچانا چاہتا ہے۔ تو
اور دیر نہ کر۔ میری لاش کو تابوت سے باہر نکال' کفن کی پٹیاں دور کر اور بے جھجک
چیر کر دولت کو حاصل کرلے اور دیوتاؤں نے چاہا تو تجھے کوئی خوف نہ رہے گا۔
میرا حکم ہے کہ دولت حاصل کرنے کے بعد میری ہڈیاں تابوت میں رکھ دینا۔ لیکن
دولت کی ایسی سخت ضرورت نہیں ہے' اگر تیری نیت صاف نہیں ہے اور تیرے
کفر ہے تو سن لے منقورا کا غضب تجھ پر نازل ہوگا۔ ہاں اس پر غضب نازل ہوگا جو
غرض ہے کہ مردوں کو ستانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اور اس پر غضب نازل
غدار کے ساتھ اس مقبرے میں داخل ہوگا۔ اور اس پر غضب نازل ہوگا جو دولت
میں دیوتاؤں کی پروا نہ کرے گا اور کیا ہی بری اور عبرتناک حالت ہوجائے گی اس
لے کہ تو عمر بھر چین نہ پائے گا اور کتے کی موت مرے گا۔ تو لعنتی ہوگا اور تیرا
خون اور خوف میں ہوگا۔ کیا ہی بری موت مرے گا تو اور پھر آخر وقت تک آنتی کے
میں مبتلا رہے گا۔ دنیا کی خوشی نہ دیکھے گا اور مرنے کے بعد آنتی کی خوشی بھی نہ دیکھ
۔ افسوس! افسوس! کیا ہی بری حالت ہوگی تیری۔

چنانچہ اس خزانے کے راز کو محفوظ رکھنے کے لئے میں نے اپنے ہرم کے قریب ایک
دیا ہے جہاں کے کاہنوں کو اس راز سے آگاہ کردیا گیا ہے اور یہ راز اس کی نسل
بہ سینہ محفوظ رہے گا۔ اور اگر کوئی کاہن فرعون مصر کے علاوہ' یا اس عورت کے
مصر کی ملکہ ہوگی' کسی دوسرے پر یہ راز ظاہر کرے گا تو اس کاہن پر بھی غضب
گا۔ اور یہ میں نے فرعون منقورا نے لکھا ہے اور اب میں اس سے مخاطب ہوں جو
پیدا نہیں ہوا لیکن جو ایک زمانے میں میری لاش کے سامنے کھڑا یہ تحریر پڑھ رہا
گا۔ لے میں تجھ سے مخاطب ہوں' اور یوں کہتا ہوں کہ پہلے سوچ لے اور فیصلہ
کیا واقعی تجھے دولت کی ضرورت ہے؟ اگر تو نے لالچ کے جال میں پھنس کر غلط

فیصلہ کیا تو خبردار ہو جا کہ فرعون منقورا کے غضب سے تو نہ بچ سکے گا۔ تو لعنتی ہوگا
تو معتوب ہو گا اور تیرا انجام برا ہو گا۔ خبردار! سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا۔

تیرا اس مقبرے میں آنا مبارک ہو۔

خوش آمدید اور الوداع۔

سلام ہو تجھ پر۔"

"سن لیا قلوپطرہ؟" میں نے کہا۔ "اب تم اپنا دل ٹٹول لو اور اگر وہ گواہی دے
شک خزانہ حاصل کر لو۔ لیکن دیوتاؤں کے لئے جلدی میں کوئی غلط فیصلہ نہ کرنا۔
اور میں کہیں کے نہ رہیں گے۔"

قلوپطرہ سر جھکا کر چند ثانیوں تک سوچتی رہی۔

"یہ ... یہ کام کرتے مجھے خوف آتا ہے۔" اس نے کہا۔ "ہرماسیس! یہاں سے

"شکر ہے۔" میں نے اطمینان کی سانس لی۔ کیونکہ میں خود بھی یہ کام کرنے
تھا۔ میں تابوت کا ڈھکن اٹھانے کے لئے جھکا۔

"منقورا نے کیا لکھا ہے اپنی اس تحریر میں؟" قلوپطرہ نے کہا۔ "یہی نا کہ بڑے
زمرد ہیں؟ اب تو کہیں زمرد دیکھنے میں بھی نہیں آتے۔ اور اگر کسی کے پاس ہیں بھی
کی قیمت زیادہ ہے اور زمرد گھٹیا قسم کے ہیں۔ تو زمرد ہیں۔"

ہائے کتنے پسند ہیں زمرد مجھے۔ میں نے اچھے سے اچھا زمرد خریدا۔ لیکن اس میں
نہ ایک نقص نکل ہی آیا ہے ہائے مجھے بے حد پسند ہیں۔"

"یہاں تمہاری پسند اور ناپسند کا سوال نہیں ہے قلوپطرہ۔" میں نے کہا۔ "بلکہ
ضرورت اور بھلائی کا سوال ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نیک نیتی اور صاف دلی بھی
جس کا فیصلہ تم خود کر سکتی ہو۔ تمہارے دل میں کیا ہے یہ میں یا کوئی بھی نہیں جان سکتا

"ٹھیک ہے ہرماسیس، بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن تم ہی بتاؤ کیا مصر کو دولت کی ضرورت
نہیں ہے؟ کیا ملک کو رومیوں کا خطرہ لاحق نہیں ہے؟ میں رومیوں کو لشکر کے بغیر کس
شکست دے سکتی ہوں اور لشکر کی فراہمی کے لئے دولت کی ضرورت نہیں پڑتی؟

تم کھا کر نہیں کہا کہ تم سے شادی کر لوں گی اور رومیوں سے مقابلہ کروں گی۔ اور
ہو تو میں منقورا کی لاش پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ قسم کھا لوں۔ یہی تو وہ زمانہ ہے جس کا
منقورا نے دیکھا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ملکہ ہت شی پشت، راس یا کوئی دوسرا فرعون
حاصل کر لیتا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ اس زمانے میں بیرونی فاتحین کا خطرہ
تھا۔ چنانچہ ہمارا زمانہ ہی وہ زمانہ ہے جس کے لئے فرعون منقورا نے یہ دولت
رکھی ہے۔ چنانچہ اگر میں نے یہ خزانہ حاصل نہ کیا تو مصر، پر رومی قابض ہو جائیں
پھر کوئی فرعون رہے گا ہی نہیں۔ جس پر تم اس خزانے کا راز ظاہر کر سکو، میں ہی
ہوں جس کا ذکر منقورا نے اپنی تحریر میں کیا ہے۔ آؤ ہرماسیس خوف و ہراس دور
ہم اپنا کام کریں۔ آخر تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ نیت نیک اور دل صاف ہو تو خوف
وجہ نہیں۔"

جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔ "یہ فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے قلوپطرہ کہ تم
اس کی مستحق ہو یا نہیں۔ اگر تم نے غلط فیصلہ کیا تو تم پر ہی وہ غضب نازل ہو گا
فرار ممکن نہیں۔"

بہرحال ہمارے دل صاف ہیں۔ ہرماسیس تم فرعون کی لاش کا سر تھام لو میں ٹانگیں
لوں، ہم دونوں مل کر لاش باہر نکال لیں اور ... اف! کتنی بھیانک جگہ ہے۔"

دفعتاً" وہ مجھ سے چمٹ گئی۔

ہرماسیس ... وہ ... وہ ... میں نے ... وہ دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ اندھیرے کی چادر
نکل کر ایک سفید سایہ ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ لیکن مشعل کی روشنی میں
غائب ہو گیا۔ یہ آسیب زدہ مقام ہے۔ چلو یہاں سے چلو۔ تمہیں نظر نہیں آیا وہ

تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ منقورا کی روح ہو گی۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ روح
لگن، یعنی جسم کے قریب ہی منڈلایا کرتی ہے۔ بہرحال ہمیں یہاں سے چلے جانا
میں خوش ہوں کہ تم نے یہ فیصلہ کیا قلوپطرہ۔"

وہ جانے کے لئے تیار ہوگئی۔ میں خوش تھا کہ ایک بڑے گناہ اور منقورا کے غضب سے محفوظ رہوں گا۔ لیکن پھر فوراً ہی قلوپطرہ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

"نہیں بھئی۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "کچھ بھی تو نہیں تھا ہراسیس۔ وہم تھا میرا۔ ہیبت ناک اور خاموش مقام میں وہمی صورتوں کا نظر آنا لازمی ہے نہیں میں ان زمردوں کو دیکھے بغیر نہ جاؤں گی چاہے کچھ بھی ہی کیوں نہ ہوجائے .... آؤ ہراسیس اپنا کام کریں ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔"

اور اس نے جھک کر وہ ظروف اٹھالئے جو تابوت میں رکھے ہوئے تھے۔ جن میں منقورا کے پیٹ کی آلائش تھی۔ اس نے ایک ایک ظروف کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا۔ ان میں انتڑیوں وغیرہ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

ہم نے منقورا کی لاش تابوت سے نکال کر فرش پر رکھدی۔ قلوپطرہ میرے خنجر سے کفن کی پٹیاں کاٹنے لگی۔ یہ وہی خنجر تھا جس سے میں نے قلوپطرہ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ تین ہزار سال پرانے کپڑے کی پٹیاں آسانی سے کٹ گئیں۔ اور ان پھولوں کی خاک جو منقورا کے عزیزوں نے ممی پر رکھے ہوں گے' قلوپطرہ کے ہاتھوں اور کپڑوں پر چپک گئی۔ ان پٹیوں کے بعد دوسری پٹیوں کا کفن تھا۔ یہ پٹیاں اتنی زیادہ بوسیدہ نہ تھیں۔ چنانچہ میں ابوالہول سے ٹیک لگا کر اور منقورا کی ممی کو لے کر بیٹھ گیا۔ قلوپطرہ پٹیاں کاٹنے لگی۔ میں ممی کو گھماتا جاتا تھا۔ کوئی چیز فرش پر گری۔ یہ خالص سونے کا شاہی عصا تھا جس کی موٹھ میں ایک زمرد جڑا ہوا تھا۔

قلوپطرہ نے بڑے اشتیاق سے وہ عصا جو منقورا کے کفن میں سے گرا تھا' اٹھالیا۔ بہت دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ ہم پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ جیسے جیسے پٹیاں کھلتی گئیں ان میں سے وہ چیزیں گرتی گئیں جو زمانہ قدیم میں فراعنہ کی لاشوں کے ساتھ دفن کی جاتی تھیں۔ مثلاً سونے کا گلوبند اور کنگن' سرمہ کا سنہرا نمونہ اور سونے کی کلہاڑی وغیرہ۔ تمام پٹیاں کھل گئیں اور اب منقورا کی لاش موٹے کپڑے کے بے پھٹے کفن میں لپٹی ہمارے سامنے تھی اور اس کفن پر سرخ روغن سے لکھا ہوا تھا۔

فرعون منقورا' پسرا۔"

...ش کے باوجود ہم اس کفن کو فرعون کی لاش سے الگ نہ کرسکے۔ وہ جلد سے بری ...پک گیا تھا۔ چنانچہ میں نے لاش زمین پر رکھ دی۔ میری دل پر ہیبت سی چھا رہی ...م گھٹ رہا تھا اور اوپر سے حنوط کے مسالے کی بو پریشان کررہی تھی۔ قلوپطرہ نے ...ک کفن میں گھونپ دی۔ "چرررر" کی ہلکی سی آواز کے ساتھ کفن پھٹ گیا' میں ...ان کے چہرے پر سے کفن ہٹایا اور اب وہ چہرہ' جسے تین ہزار سال سے کسی نے نہ ...' ہمارے سامنے تھا۔ خاصا رعب دار چہرہ تھا۔ بلند پیشانی' گھنی بھوئیں اور لانبی ...ر پر مصر کا دہرا تاج اور سفید لانبے بال کندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ موت کا سرد ...تین ہزار سال کا طویل زمانہ فرعون منقورا کے خط و خال بگاڑ نہ سکا تھا۔ وہی شان' ...ت اور وہی دبدبہ اس خشک چہرے پر منجمد تھا۔ جو تین ہزار سال پہلے لوگوں کو لرزا ...ا۔ میں سہا ہوا سا کھڑا منقورا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ تو یہی تھا وہ فرعون جس نے ...صر پر بڑی شان اور دبدبے سے حکومت کی تھی۔ یہی تھا وہ فرعون جسے مصر کا اتنا ...ا کہ اس نے مصر کے برے وقت کے لئے دولت محفوظ کر رکھی تھی۔ قلوپطرہ بھی ...استعجاب سے کچھ دیر تک منقورا کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے ...بجا ہوئے اور ہم نے لاش پر سے کفن اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور اب منقورا کی ...رے سامنے پڑی تھی۔ خشک اور عریاں۔ سخت اور خوفناک۔ لاش کے بائیں پہلو ...ان سے ذرا اوپر' ایک شگاف کا نشان تھا جہاں سے حنوط کرنے والوں نے لاش میں ...بھرے تھے۔ اور ایسی مہارت سے وہ شگاف بند کیا گیا تھا کہ پہلی نظر میں کوئی کہہ ...تھا کہ وہاں شگاف ہوگا۔

...خزانہ فرعون کے بدن میں ہے۔" میں نے کہا۔ "اب اگر تمہارا دل مضبوط ہے تو ...اس کی خاکی جسم میں اتار دو۔"

...سوچتے مجھنے کا وقت گزر چکا ہے ہراسیس۔" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ...را کا چہرہ سفید ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ اس نے خنجر والا ہاتھ بلند

کیا۔ اور اس زمانے کی ملکہ نے تین ہزار سال پہلے کے فرعون کے خشک سینے میں گو
دیا۔ اور جیسے ہی قلوپطرہ نے یہ لرزا دینے والا کام کیا اوپر سے جہاں ہم خواجہ سرا کو چ
آئے تھے کراہنے اور ہاتھ پاؤں پٹخنے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم دونوں گھبرا کر اٹھ کھ
ہوئے لیکن پھر کوئی آواز نہ آئی۔

"کچھ نہیں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "وہم تھا۔ آؤ اپنا کام پورا کریں۔"

"بڑی مشکل سے ہم خشک جلد کو چیرنے میں کامیاب ہوئے۔" کھرر کی آواز آ
خنجر کی نوک زمردوں پر گھس رہی تھی۔

قلوپطرہ نے فرعون کے چرے ہوئے سینے میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی۔ اس نے
مٹھی مشعل کے قریب لا کر کھولی اور بے اختیار قلوپطرہ کے منہ سے حیرت و خوشی کی
نکل گئی۔ اس کی ہتھیلی پر ایک بڑا سا زمرد چمک رہا تھا جس پر دو فرعون منقورا۔ "پرا"
تھا اور ایک عجیب بات یہ تھی کہ زمرد کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے سانپ کی شکل میں تراشا
تھا۔

قلوپطرہ ایک جنون کے عالم میں فرعون کے سینے میں ہاتھ ڈالتی اور زمرد باہر نکا
رہی۔ کچھ زمرد ترشے ہوئے تھے اور کچھ غیر تراشیدہ۔ لیکن سب کے سب بڑے بڑے
قیمتی تھے۔ ایسے زمرد کبھی کسی نے نہ دیکھے ہوں گے۔ قلوپطرہ بار بار اپنا ہاتھ فرعون
سینے میں ڈالتی رہی۔ یہاں تک کہ وہاں ایک بھی زمرد نہ رہا۔ اور فرعون منقورا نے اپ
بدن میں ایک سو چالیس زمرد سلوا دیئے تھے۔ آخری دفعہ جب قلوپطرہ نے مردہ فرعون
کو کھلا سینہ ٹٹولا تو اسے زمرد نہ ملے۔ البتہ دو موتی اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ اور ایسے
بھی کبھی کسی نے نہ دیکھے ہوں گے اور پھر.... ان دو موتیوں کے بعد.... بہت سے موتی
چھوٹے اور بڑے۔

آخر کار وہ بھیانک کام ختم ہوا۔ ایک طرف جگمگاتے ہوئے زمرد اور موتیوں کا انبا
تھا۔ ایک طرف شاہی ساز و سامان، ایک طرف کفن کی پٹیاں اور سامنے فرعون منقورا کی
لاش۔

م اٹھے۔ عجیب طرح کا ناقابل برداشت خوف ہمارے دلوں پر مسلط ہو گیا تھا۔ ایسا
جس نے ہماری زبانیں گنگ کر دیں۔ اب تک تو ہم ایک جوش و اشتیاق کے عالم میں
رتے رہے تھے۔ لیکن اب کام ختم ہو چکا تھا، اور جوش و اشتیاق کی جگہ خوف نے لے
ھی۔ میں نے قلوپطرہ کو اشارہ کیا۔ اس نے فرعون کی لاش کا سر پکڑا اور میں نے
ں۔ ہم لاش کو اٹھا کر ابوالہول پر چڑھے اور وہ لاش، جس کا سینہ چاک تھا، تابوت میں
ر اوپر کفن کی پٹیاں ڈھیر کر دیں۔

اس کے بعد ہم خزانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاہی ساز و سامان میں سے ہم نے وہ
اٹھا لیں جو آسانی سے لے جائی جا سکتی تھیں۔ میں نے جواہرات اپنی قمیض کی جیبوں
آستینوں میں بھر لئے اور سونے کی چیزیں دامن کے نیچے چھپا لیں۔ جو کچھ بچ رہا وہ
طرہ نے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ ہم نے ابوالہول، منقورا کے تابوت اور فرعون کی
گاہ پر آخری نظر ڈالی اور لدے پھندے اس راستے پر ہو لئے جس سے کہ یہاں آئے

جلد ہی ہم اس کنوئیں کے پیندے میں پہنچ گئے جس کے دہانے پر خواجہ سرا کو چھوڑ
تھے۔ میں نے خواجہ سرا کو آواز دی، کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے اسے پھر پکارا، اور
دفعہ ذرا اونچی آواز میں۔ اور اس دفعہ میں نے، میرا خیال ہے کہ کسی کے ہنسنے کی آواز
اور عجیب ہنسی تھی وہ، جیسے ہمارا مذاق اڑا رہی ہو۔ اب میں خواجہ سرا کو پکارتے ڈرتا
کے علاوہ یہ بھی خوف تھا کہ اگر ہم زیادہ دیر تک یہیں ٹھہرے رہے تو بے ہوش
ں گے۔ چنانچہ میں نے وہ رسہ پکڑ لیا جو کنوئیں میں اترتے وقت ہم نے اوپر باندھ
میں رسہ پکڑ کر بدقت تمام اوپر پہنچا وہاں وہ مشعل جل رہی تھی جو ہم خواجہ سرا کو
ئے تھے۔ لیکن خود خواجہ سرا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ بے چارہ تھک
یں کہیں سو گیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے قلوپطرہ سے کہا کہ وہ رسہ اپنی کمر سے باندھ
س نے ایسا ہی کیا، میں نے قلوپطرہ کو اوپر کھینچ لیا۔ قلوپطرہ کی اور میری بھی سانس
ئی تھی۔ چنانچہ ہم وہیں بیٹھ کر کچھ دیر تک دم درست کرتے رہے اور پھر مشعل اٹھا

کر خواجہ سرا کو تلاش کرنے لگے۔

"معلوم ہوتا ہے وہ ڈر کر بھاگ گیا۔ لیکن عجیب احمق ہے کہ مشعل یہیں چھوڑ گیا۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "وہ .... وہ .... کون بیٹھا ہوا ہے۔"

میں نے مشعل والا ہاتھ اونچا کیا اور دو قدم آگے بڑھا کہ ٹھیک سے دیکھ سکوں۔ اور میرا خون منجمد ہوگیا۔ وہ بھیانک نظارہ میں کبھی بھول نہ سکوں گا۔ ہرم کی دیوار سے ٹیک لگائے خواجہ سرا بیٹھا تھا .... وہ اس کی بے نور آنکھیں کھلی تھیں، اس کا منہ کھلا تھا .... جیسے وہ چیخنا چاہتا تھا مگر چیخ نہ سکا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا خوف منجمد تھا کہ خود دیکھنے والا لرز اٹھے۔ اور اس مردہ خواجہ سرا کی منڈی ہوئی ٹھوری میں پنجے گھسائے وہی بھوری اور بڑی چمگادڑ لٹک رہی تھی جو ہرم کا دروازہ کھلتے ہی باہر نکل آئی تھی۔ وہ بھوری بلا خواجہ سرا کی ٹھوری سے لٹکی آگے پیچھے جھول رہی تھی۔ اور اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔

میں اور قلوپطرہ انتہائی دہشت کے عالم میں کھڑے وہ بھیانک نظارہ دیکھ رہے تھے کہ دفعتاً وہ چمگادڑ پھڑپھڑا کر اڑی اور آہستہ آہستہ، جیسے بہت زیادہ وزنی ہو، ہماری طرف آنے لگی۔ اور اب قلوپطرہ کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ قلوپطرہ بت بنی کھڑی تھی۔ نہ اس میں اتنی سکت تھی اور نہ مجھ میں اتنی ہمت کہ ہاتھ ہلا کر چمگادڑ کو شکار دیتا۔ ہم دونوں بت بنے کھڑے تھے۔ اچانک وہ بھوری بلا دہشت زدہ عورت کی طرح چیخی۔ اس چیخ نے مجھے لرزا دیا۔ اور پھر وہ چمگادڑ وہ بھوری بلا اس کنویں میں اتر گئی۔ جو منقورا کے مقبرے تک جاتا تھا۔ میں پیچھے ہٹا اور دیوار سے ٹکرا گیا۔ قلوپطرہ جہاں کھڑی تھی وہیں بے جان بت کی طرح گری، اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ کر پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ اور اس کی چیخیں اس بھیانک مقام میں دگنی شدت سے گونجتی رہیں، میں نے بمشکل اپنے حواس درست کئے۔

"قلوپطرہ اٹھو۔ دیوتاؤں کے لئے اٹھو۔" میں چلایا۔ "اس سے پہلے کہ منقورا کی روحیں دوبارہ ہماری ملاقات کو آئیں۔ ہمیں یہاں سے نکل بھاگنا چاہیے۔ اگر ہم ذرا

ی یہاں ٹھہرے تو ہمارا نشان بھی کوئی نہ پا سکے گا۔"

وہ اٹھی۔ لیکن اس پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے مشعل اٹھائی اور رے ہاتھ سے قلوپطرہ کو گھسیٹتا ہوا اس کمرے میں آگیا جس میں ملکہ کا تابوت تھا۔ پھر ں سے ڈھلوان سرنگ میں اور وہاں سے غلام گردش میں۔ مجھے ایک خیال پریشان کئے ے رہا تھا کہ منقورا کی روح نے وہ تینوں دروازے بند کردیئے ہوں گے تو کیا ہوگا۔ یقیناً اس ہرم میں زندہ ہی دفن ہوجائیں گے، لیکن نہیں۔ تینوں دروازے کھلے تھے۔ اور میں پطرہ کو گھسیٹتا ہوا دو دروازوں میں سے گزر گیا اور تیسرے دروازے سے نکل کر اسے کرنے لگا۔ میں نے وہ کل، جس سے میں واقف تھا دبائی اور بڑی سی سل ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چھت میں سے نکل کر آہستہ آہستہ نیچے سرکنے لگی۔ کچھ دیر بعد ازہ بند تھا۔ اب ہمارے، مردہ خواجہ سرا اور اس بھوری بلا کے بیچ میں سنگی مضبوط اور سل حائل تھی اور ہم ایک حد تک محفوظ تھے۔ ہم دوسرے کمرے میں سے گزر رہے ۔ اب ہم آخری غلام گردش کو طے کر رہے تھے اور اب اس راستے میں تھے جو ہرم بیرونی دروازے تک جاتا تھا۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ غلام گردش ڈھلوان ۔ اور میں اس آخری چڑھائی کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔ ہم ایک خوف اور افراتفری کے لم میں بڑی بے احتیاطی سے اوپر چڑھ رہے تھے۔ دو دفعہ قلوپطرہ کا پیر پھسلا اور وہ ھنیاں کھاتی فرش پا جا گری اور دونوں ہی دفعہ میں نے اسے اٹھایا اور اسے گھسیٹتا ہوا چلا۔ وہ تیسری دفعہ پھسلی۔ اس کے ہاتھ سے مشعل چھوٹ کر نیچے جا پڑی۔ قلوپطرہ کو سنبھالنے کی کوشش میں میرے ہاتھ سے بھی مشعل چھوٹ گئی۔ اور اب ہم گھور اندھیرے میں کھڑے تھے اور شاید اس اندھیرے میں وہ بھیانک چمگادڑ ہمارے قریب ہی کہیں منڈلا رہی ہوگی۔

"اپنے حواس بجا رکھو قلوپطرہ۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "دیوتاؤں کے لئے ہمت کرکے جیسے تیسے اس ہرم سے باہر نکل چلو۔ جلدی کرو۔ اگر ایک لمحہ کی بھی تاخیر ہوئی تو پھر ہم دونوں آنتی میں پہنچ جائیں گے۔ جواہرات وغیرہ کا بوجھ اٹھا کر تم آسانی سے چل

نہیں سکتیں تو انہیں پھینک دو اور بھاگو.... اپنی جان بچانے کے لئے بھاگو۔"

اور آج پہلی دفعہ مجھے معلوم ہوا کہ یہ عورت' قلوپطرہ' کیسی زبردست قوت ارادی کی مالک تھی۔ اس نے اندھیرے میں ٹٹول کر میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں ہانپتے اور ٹھوکریں کھاتے اوپر چڑھنے لگے .... اور اب ہمیں دھندلی سی روشنی نظر آئی۔ یہ چاند کا اجالا تھا جو حرم کے کھلے دروازے میں سے اندر رینگ آیا تھا۔ ہم تیزی سے روشنی کی طرف چلے اور چند قدم ہی چلے تھے کہ تازہ ہوا کے جھونکوں نے ہمارے بدن میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی۔

میں حرم کے دروازہ میں سے نکل آیا۔ اور پتھروں کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر قلوپطرہ کو بھی باہر کھینچ لیا۔ وہ ٹھنڈی ریت پر گری اور بے حس و حرکت پڑی رہی۔ کانپتے ہاتھوں سے میں نے دروازہ بند ہونے کی کل دبائی۔ وہ بند ہوگیا' میں پتھروں پر سے اتر کر قلوپطرہ کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا۔ وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔ اور اس کا چہرہ مردہ کی مانند معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے بالوں اور رخساروں پر ریت کے ذرات چمک رہے تھے۔ اس کا چہرہ ایسا زرد ہو رہا تھا جیسے اس کے بدن میں خون کا ایک قطرہ تک نہ ہو.... میں سمجھا کہ وہ مردہ ہو چکی ہے۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔ نہیں وہ مری نہ تھی صرف بے ہوش ہوگئی تھی۔

تکان اور خوف نے مجھے بھی نیم جان کر دیا تھا۔ چنانچہ میں بھی بے ہوش قلوپطرہ کے قریب ٹھنڈی ریت پر لیٹ گیا اور اپنا سانس درست کرنے لگا۔

ہائے! وہ راتیں

کچھ دیر بعد میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ قلوپطرہ کو اب تک ہوش نہ آیا تھا۔ میں نے آہستہ سے اس کا سر اٹھا کر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا اور اس کے رخساروں پر سے ریت صاف کرنے لگا۔ ہائے اس چاندنی میں کس قدر خوبصورت معلوم ہو رہی تھی وہ' جسے دیوتاؤں کی کوئی اپسرا ہو۔ یہ عورت' یہ قلوپطرہ' جس کے حسن اور گناہوں کی داستان رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ اہرام مٹ جائیں گے لیکن کوئی قلوپطرہ کی داستانوں کو نہ بھلا سکے گا۔ ہاں وہی قلوپطرہ بے ہوش تھی۔ اور اس بے ہوشی کے باعث اس کے چہرے پر سے سارے مصنوعی جذبات دور ہوگئے تھے اور وہ بہت بھولی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سکون تھا۔ الوہی سکون۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔ اور وہ اس عالم میں بھی پہلے سے کئی گنا زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اور اس عورت کی محبت جیتنے اور حاصل کرنے کے لئے مجھے کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی تھی۔ میں نے مصر سے غداری کی تھی۔ میں نے مصریوں کی امیدوں کا خون کیا تھا' اس کی خاطر میں نے منقورا کے حرم کا راز ظاہر کر دیا تھا صرف یہی نہیں بلکہ میں اسے لے کر حرم میں داخل ہوا تھا۔ اور اس دہشت کا مزہ چکھا تھا جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اور اب مجھے قلوپطرہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ میرا مایوس' بے قرار اور لعنتی دل اب قلوپطرہ کی آغوش میں قرار تلاش کر رہا تھا۔ میں ساری دنیا کو چھوڑ کر قلوپطرہ کے قدموں پر آپڑا تھا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اب میرا کوئی رہ نہیں گیا تھا۔ اس نے مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ خزانہ حاصل کر لینے کے بعد ہم دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ ہاں اب بھی کچھ نہیں بگڑا تھا قلوپطرہ سے شادی کر کے میں مصر کو آزادی دلا سکتا تھا۔ میں مصر کو دوبارہ دیوتاؤں اور فراعنہ کا مصر بنا سکتا تھا.... کاش کہ اس وقت میں مستقبل کا حال معلوم کر سکتا۔ کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ ایک دفعہ پھر میں قلوپطرہ کا سر اپنے گھٹنے پر رکھوں گا اور اسی وقت اس حسین چہرے پر موت کی زردی ہوگی۔ کاش! میں اپنی بدقسمتی سے آگاہ ہو گیا ہوتا۔

میں نے قلوپطرہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ جھنجھوڑا۔ لیکن وہ ہوش میں نہ آئی۔ میں نے جھک کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔ اور اسے فوراً ہوش آگیا۔ وہ چند ثانیوں تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی جیسے معلوم کرنا چاہتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔

"آہ! یہ تم ہو ہرماسیس؟" اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ "اور ہم کہاں ہیں کیا ہوگیا تھا مجھے؟ .... ہاں یاد آیا۔ تم ہی تو مجھے اس آسیب زدہ حرم سے نکال لائے تھے۔" اور اس نے اپنی بانہیں میری گردن میں حمائل کرکے میرے ہونٹ چوم لئے۔

"چلو۔ ہرماسیس! یہاں سے چلو۔ میں تھکن اور شدید پیاس محسوس کر رہی ہوں۔ اور یہ زمرد بھی میرا سینہ چھیلے ڈال رہے ہیں۔ اف! اتنی دشواری سے کبھی کسی نے دولت حاصل نہ کی ہوگی۔ افوہ! صحیح معنوں میں ہم موت کے منہ میں سے واپس آئے ہیں۔ چلو ہرماسیس! اس آسیب زدہ حرم کے سائے میں بھی بیٹھنا خطرے سے خالی نہیں .... دیکھو ہرماسیس! پو پھٹ رہی ہے۔ اس حرم میں مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اب کبھی دن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گی۔ اور وہ منظر.... خواجہ سرا۔ مردہ خواجہ سرا اور اس کی ٹھوڑی سے لٹکتی ہوئی وہ بھوری بلا .... اف! میں وہ نظارہ کبھی نہ بھول سکوں گی۔ ذرا خیال تو کرو ہرماسیس کہ وہ خواجہ سرا یوم آخر تک وہیں بیٹھا رہے گا اور وہ بھوری بلا اس کی ٹھوڑی سے لٹکتی رہے گی۔ چلو ہرماسیس! یہاں سے چلو۔ میرے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ پانی کہاں ملے گا؟ ایک گھونٹ پانی کے عوض میں ایک زمرد دے سکتی ہوں۔ ہائے اس وقت مجھے کوئی پانی پلادے۔"

"قریب ہی ہوریم خو کا مندر ہے اور وہاں ایک نہر بہہ رہی ہے۔ ہم وہیں چلتے ہیں" میں نے کہا۔ "اگر کوئی ہمیں دیکھ لے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم زائر ہیں۔ اور رات کو ہم بھٹک کر قبرستان میں پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ قلوپطرہ اپنے آپ کو خوب اچھی طرح چھپا لو اور اس چغے میں اپنے جسم کو اچھی طرح لپیٹ لو۔ اگر کسی نے زمرد دیکھ لئے تو ہم بچ نہ سکیں گے۔"

قلوپطرہ اٹھی۔ اس نے چغہ ٹھیک کیا اور میں نے اسے اٹھا کر گدھے پر بٹھادیا جو ب ہی چر رہا تھا۔ اور اس طرح ہم روانہ ہوئے۔ قلوپطرہ بار بار مڑ کر حرم کی طرف دیکھ ی تھی۔ جیسے اسے خوف ہو کہ وہ بھورا چمگادڑ ابھی نکل کر اس کا تعاقب کرے گا۔ ہم ں عظیم الشان ابوالہول کے قریب پہنچے اور عین اسی وقت صبح کا اجالا آسمان سے زمین از آیا' اور اس نے سب سے پہلے ابوالہول کے مسکراتے ہونٹ چوم لئے۔ اور پھر یہ لا صحرا میں بکھر گیا اور پھر مشرق افق سے "را" دیوتا طلوع ہوا اور صبح مسکرا اٹھی۔

ہم اس مندر کے قریب سے گزرتے ہوئے' جو فرعون کے عہدے سے بھی پہلے بنایا یا تھا نہر کے کنارے پہنچ گئے۔ ہم نے اوندھے لیٹ کر اپنے ہونٹ نہر کے گندے پانی کی ح سے لگا دیئے اور وہ گدلا پانی اس وقت ہمیں اسکندریہ کی قیمتی شراب سے بھی زیادہ ار معلوم ہوا۔ پھر ہم منہ ہاتھ دھونے لگے۔ قلوپطرہ آگے کو جھکی منہ دھو رہی تھی کہ کے گریبان میں سے ایک زمرد نکل کر نہر میں جا پڑا۔ اور یہ اتفاق تھا کہ وہ بعد میں مجھے ل میں مل گیا۔ ایک بار پھر میں نے قلوپطرہ کو اٹھا کر گدھے پر سوار کرایا۔ اور گدھے کو نکتا ہوا آہستہ آہستہ' کیونکہ میں تھکا ہوا تھا' نیل کے اس کنارے کی طرف چلا جہاں ری کشتی لنگر انداز تھی۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو آس پاس کوئی نظر نہ آرہا تھا۔ البتہ دور چند تکار اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ چنانچہ میں نے گدھے کو اسی جگہ چھوڑ دیا جہاں پکڑا تھا۔

ہم کشتی میں سوار ہوگئے۔ غلام' جو ملاحوں کے لباس میں تھے' پڑے خراٹے لے ے تھے۔ میں نے جلدی جلدی انہیں اٹھایا اور کہا کہ فوراً لنگر اٹھادیں۔ ایک غلام نے جہ سرا کے متعلق پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ وہ ملکہ کی اجازت سے قریب کے گاؤں میں نے کسی رشتہ دار سے ملنے چلا گیا ہے اور بعد میں آجائے گا۔ کشتی کے بادبان کھول دیئے ے اور یوں ہم منقورا کا خزانہ اپنے ساتھ لئے اسکندریہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اور چار دنوں سے پہلے ہم اسکندریہ نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ ہوا مخالف تھی۔ اور وہ چار ں میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ شروع شروع میں قلوپطرہ خاموش اور اداس اداس

رہی۔ منقورا کے ہرم میں جو واقعات ہوئے تھے قلوپطرہ کے دل پر ان کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ لیکن جلد ہی اس کی خوشی طبعی لوٹ آئی۔ اس کے دل سے خوف و ہراس دور ہوا اور وہ وہی قلوپطرہ تھی۔ ہوشیار بذلہ سنج اور حسین۔

روزانہ رات کو میں اور قلوپطرہ کشتی پر تنے ہوئے شامیانے کے نیچے گدوں پر بیٹھے کبھی تو اس کا نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوتا اور کبھی اس کا سر میرے کندھوں پر ٹکا ہوتا۔ اور رات گئے تک ہم یوں ہی بیٹھے نیل کے پانی کی موسیقی سنتے اور دور سے ابھرتے ہوئے نورانی چاند کو دیکھتے رہتے کنارے پر کے کھجور کے درخت قطار اندر قطار کھڑے ہم دونوں کی محبت کے منظر کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے۔ ہوا کے جھونکوں سے ان کے پتے سرسراتے اور ریت کے ذرات چاندنی میں اڑتے پھرتے ہم دونوں پیار کی باتیں کرتے۔ اپنی شادی کی باتیں کرتے اور ایک دوسرے کو چومتے اور وہ مجھ سے کہتی کہ مرتے دم تک وہ مجھ سے ایسی ہی محبت کرتی رہے گی۔ اور میں کہتا کہ میں بھی اس سے ایسی ہی محبت کروں گا اور ایسا شوہر ثابت ہوں گا کہ وہ مجھ پر فخر حاصل کر سکے گی۔ پھر ہم رومیوں کو شکست دینے کی ترکیبیں سوچتے۔ قلوپطرہ میری باتوں کو نہایت غور اور توجہ سے سنتی اور پھر خوش ہو کر میرے ہونٹ اور پیشانی چوم لیتی اور میرے بالوں میں اپنی نرم و نازک انگلیوں سے کنگھی سی کرنے لگتی اور کہتی کہ میری مرضی اس کی مرضی اور میری خوشی اسکی خوشی ہے۔ اور یوں وہ دن اور راتیں گزرتی رہیں۔

ہائے! دریائے نیل کی وہ راتیں!

میں ان راتوں کو کبھی بھلا نہ سکوں گا۔ ان کی یاد مجھے آج بھی بے چین کئے دیتی ہے میں اب بھی تصور میں چاند کی کرنوں کو نیل کے پانی پر ٹوٹتے بکھرتے دیکھ رہا ہوں۔ میں آج بھی قلوپطرہ کے سر نازک بوجھ اپنے کندھے پر پاتا ہوں' میں آج بھی اس کی معطر سانسوں کو اپنے رخساروں پر اور اس کے ہونٹوں کے لمس کو اپنے ہونٹوں پر محسوس کر رہا ہوں اب بھی مجھے اس کے بدن کی بھینی بھینی مست کن خوشبو آ رہی ہے۔

ہائے! دریائے نیل کی وہ راتیں!

نوس وہ راتیں نہ رہیں' قلوپطرہ نہ رہی' اس کے بوسے نہ رہے لیکن ان کی یاد اب ے ڈتی ہے۔

ے! وہ راتیں!

اش وہ راتیں کبھی ختم نہ ہوتیں۔ کاش .... اے کاش!

ور ایک بار پھر میں قلوپطرہ کے محل میں تھا۔ جیسے کوئی حسین خواب دیکھتے دیکھتے اٹھا ہوں۔ نیل کی وہ راتیں ماضی کے اندھیرے اور اداس قبرستان میں دفن ہو چکی

"ہرماسیس! قلوپطرہ کے ساتھ کہاں کی سیر کر آئے۔" جس دن ہم اسکندریہ پہنچے اسی ارمن کا سامنا ہو گیا اور اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ "اپنے اعمال نامے میں ایک اور کا اضافہ کرنے گئے تھے؟ یا یہ صرف محبت کا سفر تھا؟ اپنی معشوقہ کے ساتھ ماہ عسل ے گئے تھے کیا؟"

"میں.... وہ .... قلوپطرہ کے ساتھ ایک اہم سرکاری کام انجام دینے گیا تھا۔" میں نے ائی سے جواب دیا۔

"بے حد اہم اور خفیہ کام ہو گا کوئی۔ لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ کوئی شیطانی کام ہی یوں ں چھپے اور خاموشی سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شیطان کو رات بہت ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو گے کہ منحوس پرندے رات کو ہی پرواز کرتے ہیں۔ اور میں ری عقلمندی کی داد دیتی ہوں کہ تم راتوں رات ہی یہاں سے قلوپطرہ کے ساتھ روانہ ے کیونکہ اب تم اپنا منہ کسی کو دکھا ہی نہیں سکتے۔ سچ تو ہے تم کون سا منہ لے کر وں کے سامنے جا سکتے ہو۔ تھوک نہ دیں گے وہ تمہارے منہ پر۔ یہ تم نے واقعی اچھا کہ رات کو سفر کرتے رہے۔"

غصے نے میرا خون سنسنانے لگا۔ شارمن کی زبان میں زہر تھا۔

"طعنوں کے علاوہ شاید تمہارے پاس کہنے کو کچھ اور ہے ہی نہیں۔" میں نے دانت ں کر کہا۔

"بہت اچھا سنو! میں وہاں گیا تھا جہاں تم تو کیا کوئی بھی جانے کی ہمت نہیں کر
اور ہم وہ چیز لینے گئے تھے جس کی مدد سے ہم مصر کو انطونی سے بچا سکتے ہیں۔"

تو یہ بات ہے۔ لیکن سن تو بے وقوف ہرماسیس کہ تمہاری یہ سب محنت رائیگا
گئی۔ بہتر ہوتا اگر تم نے اپنے یہ دن کسی نیک کام میں صرف کئے ہوتے تمہاری
کوششوں کے باوجود انطونی مصر میں آئے گا۔ تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ کون سے
بوتے پر تم یہ کہتے ہو؟ تم فرعون نہیں ہو۔ کوئی افسر نہیں ہو اور نہ تمہارے پاس کو
اقتدار ہی ہے۔"

"میرے پاس چاہے کچھ نہ ہو۔ لیکن قلوپطرہ کے پاس تو سب کچھ ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی۔ لیکن بھولے اور بے وقوف آدمی سن لو کہ تمہاری یہ قلوپطرہ
ہی انطونی کو مصر میں لے آئے گی۔" اور شارمن کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ ناچ

"تمہاری یہی حسن فروش ملکہ جس کے پیچھے تم ایسے دیوانے ہو رہے ہو۔ انطونی
بلاوے پر طرسوس جائے گی اور اس شہوت پرست انطونی کو اپنے حسن کے جال میں
کر' اس کے دل فتح حاصل کرکے اور اسے تمہاری طرح اپنا غلام بنا کر اسکندریہ میں
آئے گی۔ تم اس قلوپطرہ کو نہیں جانتے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ جو گڑ سے مرے اسے
کیوں دیا جائے۔"

"بکتی ہو تم..... قلوپطرہ کبھی طرسوس نہ جائے گی۔ اور انطونی کبھی یہاں نہ آئے گا
اگر وہ آیا بھی تو اعلان شکست قبول کرنے کے بعد۔"

"کس خیال میں ہو ہرماسیس؟" وہ ہنسی۔ "افوہ! آدمی کیسی کیسی خوش فہمیوں میں
رہتا ہے! بہت اچھا تمہارا جو چاہے سمجھو۔ لیکن آخر کب تک یہ فریب چلے گا۔ تین دن
کے بعد تم جان لو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تب تک ہرماسیس تم اپنے آپ کو دھوکا دیتے
محبت کی دنیا کی سیر کرتے رہو اور واقعی بے حد خوبصورت دنیا ہے یہ' چونکہ خود میرا
چوٹ کھایا ہوا ہے اس لئے ایک حد تک تمہارے دل کی حالت کو سمجھتی ہوں۔ محبت
جتنے خواب دیکھ سکتے ہو دیکھ لو۔ کیونکہ وہ وقت دور نہیں جب یہ خواب ختم ہو جائیں گے

جانتی تھی کہ تمہیں ایسی آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔"

شارمن میرے دل میں شکوک و شبہات جگا کر اور مجھے غصہ میں پھنکتا چھوڑ کر چلی

پورا دن گزر گیا لیکن قلوپطرہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ دوسرے دن میں اس کی
گاہ میں پہنچا تو اس نے بڑی ناگواری اور رکھائی سے بیٹھ جانے کو کہا۔ میں نے مصر
یوں کا ذکر چھیڑا تو اس نے مجھے جھڑک دیا۔

ہرماسیس! تم اپنی باتوں سے مجھے تھکا دیتے ہو۔" اس نے غصہ ہو کر کہا۔
کیا دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں متفکر و پریشان ہوں؟ مصر.... مصر.... جب دیکھو یہی
اگ الاپتے رہتے ہو۔ کل انطونی کے سفیر' قیونطس ولیوس کو جواب دینے کے بعد
مسئلے پر گفتگو کریں گے۔ اس سے پہلے نہیں۔""

ہاں ولیوس کو کل جواب مل جائے گا۔ لیکن قلوپطرہ تمہیں معلوم نہیں کہ شارمن
ے اسکندریہ میں ملکہ کی رازدار کے نام سے مشہور ہے' مجھ سے کہہ رہی تھی کہ
کو یہ جواب دیا جائے گا.... جاؤ ولیوس اپنے آقا سے کہو کہ میں طرسوس آرہی

شارمن میرے دل کا حال کیا جانے؟" قلوپطرہ نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ "اگر وہ لڑکی
یں اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہمارے متعلق ایسی جھوٹی سچی باتیں کہتی پھرتی ہے تو اسے
ے نکال دینا ہی بہتر ہوگا۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گی کہ شارمن میرے سب مشیروں
دہ ہوشیار اور عقلمند ہے۔"

ہاں ہرماسیس۔" اس نے لہجہ بدل کر کہا۔ "جانتے ہو کہ کل میں نے اسکندریہ کے
تاجروں کو بلا کر چند زمرد فروخت کر دیئے؟ نہیں تم نہیں جانتے۔ ایک ایک زمرد پانچ
اشرفیاں میں فروخت ہوا۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں وہ تاجر گنتی کے چند ہی زمرد
کے۔ کیونکہ سب کے سب خرید۔ نے کے لئے ان کے پاس روپیہ نہ تھا' قابل دید نظارہ
تاجروں نے جب زمرد دیکھے تو ان بے چاروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اور

انہیں سکتہ سا ہو گیا۔ اور اب ہرماسیس تم جاؤ۔ میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔ منقورا کی وہ بھیانک رات بھلائے نہیں بھولتی۔"

میں اٹھا۔ کچھ دیر تک پس و پیش کے عالم میں کھڑا رہا اور پھر جھجھکتے ہوئے

"قلوپطرہ مجھے کچھ کہنا ہے۔"

"کہو۔"

"وہ .... ہماری شادی۔"

"شادی! .... تو کیا ہماری شادی نہیں ہوگی؟ کیا ہم میں زن و شوہر کے تعلقات نہیں ہو گئے۔"

"کیا ہم دونوں ساتھ نہیں سوئے۔"

"یوں تو واقعی ہماری شادی ہو چکی ہے۔ لیکن اس سے تم واقف ہو یا میں' سب کے سامنے کہاں ہوئی ہے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ ...."

"تو تمہیں میرے وعدہ پر اعتبار کرنا چاہئے۔ کل' ولیوس کو جواب دینے کے بعد اعلان کردوں گی کہ تم میرے شوہر ہو اور سلطنت میں برابر کے شریک۔ کل دربار میں رہنا اور اپنی جگہ پر کھڑے رہنا۔ کہو اب اطمینان ہوا۔"

اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ اس وقت وہ عجیب نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس کے دل میں دو متضاد ارادوں میں جدوجہد ہو رہی ہو۔ میں ہاتھ چوم کر چلا آیا۔ اسی رات میں نے پھر قلوپطرہ سے ملنا چاہا۔ لیکن نہ مل سکا۔ خواجہ سراؤں نے مجھے خواب گاہ کے پردوں کے باہر ہی روک دیا۔ اور کہا کہ "اس وقت خاتون شارمن کے ساتھ ہیں اور وہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں۔"

دوسرے دن' دوپہر ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے' ملکہ نے دربار لگایا۔ میں قلوپطرہ کا ولیوس کو جواب اور مجھ سے شادی کرنے کا اعلان سننے کے لئے' دھڑکتا ہوا دل لئے دربار میں پہنچا۔ دربار کا کمرہ درباریوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تخت کے پیچھے ملکہ کی کنیزیں اور خادمائیں تھیں۔ لیکن شارمن کا کہیں پتہ نہ تھا۔

وقت گزرتا گیا۔ اور نہ ملکہ آئی نہ شارمن۔ آخر کار' جب میری بے چینی انتہا کو پہنچ گئی تو شارمن عقبی دروازے سے دربار میں داخل ہوئی۔ اور تخت کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک تھی .... فاتحانہ چمک' میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سی چمک تھی؟ یہ بات تو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ شارمن میری تباہی و بربادی اور مصر کی بدقسمتی کا مکمل سامان کر کے آئی

اچانک بگل بج اٹھے۔ دروازہ کھلا اور سر پر دوہرا تاج رکھے شاہی لباس میں ملبوس قلوپطرہ ایک عجیب شان و تمکنت سے قدم اٹھاتی دربار میں آئی۔ اس کے سینے پر وہ بڑا زمرد جگمگا رہا تھا جو فرعون منقورا کی لاش سے نکالا گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ تخت کی طرف بڑھی۔ اس کے پیچھے ناروے کے محافظ سپاہیوں کا دستہ تھا۔ قلوپطرہ کا چہرہ اداس تھا اور اس کی آنکھوں میں غم کے بادل سے منڈلا رہے تھے۔ وہ تخت پر بیٹھ گئی اور ایک نظر حاضرین پر ڈال کر نقیبوں کے سردار سے مخاطب ہوئی۔

"معزز رومی سردار انطونی کا سفیر حاضر ہے۔"

نقیبوں کے سردار نے گردن جھکا کر اثبات میں جواب دیا۔

"تو پھر آنے دیا جائے کہ وہ ہمارا جواب سن لے۔"

دروازہ کھلا' بگل بجائے اور رومی لباس میں ملبوس انطونی کا سفیر قیونطس ولیوس' فاتحانہ شان سے چلتا ہوا تخت کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھی' رومی نائٹ' اس کے دائیں بائیں مودب کھڑے ہو گئے۔ ولیوس نے جھک کر ملکہ کو سلام کیا۔

"میں ملکہ مصر کا جواب سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ملکہ مصر' میرے آقا انطونی کا خط پڑھ چکی ہیں۔ میں اس خط کا جواب لے کر فوراً ہی طرسوس کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ ملکہ خوب سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سرخ ہونٹوں سے نکلے ہوئے الفاظ مصر کی بربادی کی دعوت ہوں۔ ملکہ میری اس جرات اور گستاخی کو معاف فرمائیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر ملکہ نے انطونی کی بات نہ مانی تو پھر مصر ملکہ کا نہ رہے گا۔ لیکن اگر میرا

مشورہ قبول کیا گیا اور ملکہ طرطوس تشریف لائیں تو میرا آقا ملکہ کو وہ سب کچھ دے ڈالے گا جو ملکہ کا حصہ ہے اور جس کی ملکہ مستحق ہیں۔ یعنی عزت و شہرت تاج و تخت، دولت حشمت اور سب سے بالا وہ تاج جس کے ذریعہ ملکہ کسی کے دل پر بھی حکومت کریں گی۔"

"ملکہ کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ شاہوں کی قسمتیں میرے آقا، انطونی، کی مٹھی میں ہیں۔ جب وہ ناخوش ہوتا ہے تو انہیں الٹ دیتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو انہیں سنوار دیتا ہے۔ شاہوں کا وجود اور عدم انطونی کی خوشی اور ناخوشی سے وابستہ ہے۔"

اور ولیوس خاموش ہوگیا۔ وہ ملکہ کے جواب کا منتظر تھا۔ چند ثانیوں تک قلوپطرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کہیں خلا میں گھورتی رہی۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں بجھ سی گئی تھیں۔

آخر کار اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور میں دھڑکتا ہوا دل لئے رومیوں کے خلاف مصر کا اعلان جنگ سننے کے لئے تیار ہوگیا۔

"معزز ولیوس! ہم نے دس روز پہلے انطونی کا خط سنا تھا اور آج تک ہم اس پر غور کرتے رہے۔ ہم نے اپنے ہوشیار اور زیرک مشیروں سے مشورہ کیا۔ امراء کا عندیہ لیا اور دارالاستخارہ میں بھی دیوتاؤں سے پیشن گوئی طلب کی۔ ہم مصر اور مصر کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے خواہاں ہیں۔ معزز ولیوس! درشت اور توہین آمیز ہیں وہ الفاظ جو تم اپنے آقا کی طرف سے یہاں لائے ہو۔ ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا انطونی کو زیب نہیں دیتا اور نہ کوئی ملکہ ہی انہیں برداشت کر سکتی ہے۔ چنانچہ ہم جتنی فوج جمع کر سکتے ہیں کر لی ہے جتنی کشتیاں مل سکی ہیں حاصل کر لی ہیں۔ اور ہمارے پاس اتنی دولت بھی ہے کہ ہم اخراجات جنگ برداشت کر سکیں۔ انطونی کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، مصر ان سے نہیں ڈرتا۔"

وہ خاموش ہوگئی اور پورا دربار مکھیوں کے چھتے کی طرح بھنبھنا اٹھا، ملکہ کے ان زوردار الفاظ کی ہر آدمی تعریف کر رہا تھا۔ ولیوس نے یوں ہاتھ ملائے جیسے وہ ان کچل دینے والے

الفاظ کو پیچھے دھکیل رہا ہو۔

"معزز ولیوس!" قلوپطرہ نے کہا۔ "ہم اور بھی بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ ہم چاہتے تو کے سے ہی درشت لفظوں میں جواب دیتے۔ اور یہ بھی سن لو کہ ہمارے قلعے اتنے ہیں کہ رومی انہیں کبھی فتح نہ کر سکیں گے۔ ہم اگر چاہتے تو تمہیں اسکندریہ سے کے اور کوئی جواب دیئے بغیر نکلوا دیتے۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ تم خالی ہاتھ واپس ہم انطونی کے خط کا جواب دیں گے۔ ہم پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ بے بنیاد ہے اور انطونی اس جھوٹے الزام کی آڑ لے کر ہمیں ڈرا رہے ہیں۔ لیکن ہم اس الزام کی کے لئے طرطوس نہ آئیں گے۔"

ایک بار پھر پورا دربار بھنبھنا اٹھا اور میرا دل خوشی سے ناچنے لگا۔

"تو پھر کیا یہ اعلان جنگ ہے۔" ولیوس نے پوچھا۔

"ہم کہہ چکے ہیں کہ ان الزامات کی جواب دہی کے لئے ہم طرسوس نہ آئیں گے" اور اب قلوپطرہ مسکرائی۔ "ہم انطونی اور دولت روم کے دوست ہیں اور اپنی دوستی ت دینے اور اسے مضبوط کرنے کے لئے ہم طرسوس آئیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور ملک مصر یا دولت روم کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں۔"

قلوپطرہ کے آخری الفاظ نے مجھے پریشان کر دیا کہ کہیں میرے کانوں نے مجھے دھوکا تو دیا؟ کیا قلوپطرہ اسی طرح اپنے وعدے وفا کرتی ہے؟ غصے نے مجھے پاگل کر دیا اور میں چلا اٹھا۔

"ملکہ یہ نہ بھولیں کہ......"

"اے غلام! خاموش رہو۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "تمہیں بیچ میں ٹپکنے کو کس نے کہا ۔"

"تم ستاروں کی چال دیکھا کرو سیاست سے تمہیں کیا سروکار؟ اور پھر ہمارے معاملے دخل دینے والے تم ہوتے کون ہو۔"

میری گردن شرم سے جھک گئی۔ آج سے پہلے کبھی میری اس طرح توہین نہ کی گئی

تھی۔ ہتک کی اس ناقابل برداشت ضرب سے میں لڑکھڑا گیا اور اس وقت میں نے دیکھ
شارمن مسکرا رہی تھی۔

"ملکہ نے اپنے غلاموں کو معلوم ہوتا ہے سر چڑھا رکھا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر میں خو
ہوا کہ اس منہ پھٹ غلام کو ڈانٹ دیا گیا۔" اور ولیوس نے میری طرف اشارہ کیا۔ "چن
اب ملکہ کی اجازت سے میں ملکہ کا شکریہ......"

"تمہارے شکریئے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمارے کسی خادم کو جھڑکنے کا تم
حق ہے۔" قلوپطرہ نے سرخ ہو کر کہا۔ "ہم صرف انطونی سے شکریہ قبول کریں گے۔
اپنے آقا سے کہو کہ ملکہ مصر تشریف لاتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے شایان شان ہمارا استقبال
جائے۔ تم جاسکتے ہو ولیوس، تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے ہم نے کچھ تحائ
تمہارے جہاز پر پہنچا دیئے ہیں۔"

ولیوس نے تین دفعہ جھک کر قلوپطرہ کو سلام کیا اور چلا گیا۔ درباری اپنی جگہ پر کھڑ
ملکہ کے حکم کے منتظر تھے اور میں بھی منتظر تھا کہ شاید اب وہ اپنا وعدہ وفا کرے گی۔ لیک
اس نے کچھ نہ کہا۔ وہ دربار سے چلی گئی۔ درباری بھی جانے لگے۔ وہ میری طرف دیکھ د
کر مسکرا رہے تھے۔ اور کانا پھوسیاں کر رہے تھے۔ وہ میرے اور قلوپطرہ کے تعلقات
واقف نہ تھے۔ لیکن میرا عروج دیکھ دیکھ کر مجھ سے جلنے لگے تھے اور آج ملکہ نے مج
بھرے دربار میں ڈانٹ دیا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ لیکن مجھے ان کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ بل
یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ میں ان کی طرف متوجہ نہ ہوا.... میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا
اور حیران تھا کہ یہ ایک دم سے کیا ہوگیا؟ اور یہ کہ میں کس خیال خام میں اب تک مب
رہا تھا! میری امیدیں اوندھے منہ گریں تھیں اور دنیا میری نظروں میں تیرہ و تار تھی۔

آخری ضرب

ب لوگ چلے گئے۔ دربار کے کمرے میں میں اکیلا کھڑا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا
کہ کیا کروں۔ دیوتا جانیں میں کب تک وہاں کھڑا رہتا کہ ایک خواجہ سرا نے بڑی
یزی اور گستاخی سے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ بلا رہی ہے۔ یہ وہی خواجہ سرا تھا
ایک گھنٹہ پہلے میری اتنی عزت کرتا تھا کچھ کہنے نہیں سے پہلے میرے سامنے گھٹنوں کے
جھک جاتا تھا۔ لیکن اب جبکہ وہ سب کچھ دیکھ اور سن چکا تھا۔ ایسی بدتمیزی سے پیش
یا تھا۔ ایک ہی گھنٹے میں قسمت پلٹ گئی تھی۔ میری خوش بختی کا وہ ستارہ جو بڑی آب و
ب سے چمک رہا تھا اب غروب ہو چکا تھا عروج...... اور اس کے بعد فوراً زوال۔ اور
یسی حالت ہو تو ہر طرح کی ذلت برداشت کرنا پڑتی ہے۔
چنانچہ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو عظیم ہیں۔ کیونکہ ان کا بھی زوال ہوگا اور وہ دنیا کی ہر
ت کا مزہ چکھیں گے۔

مارے غصہ کے میرا خون کھولنے لگا اور میں یوں غرا کر خواجہ سرا کی طرف پلٹا کہ وہ
ے سہم کر ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے اس پر ہاتھ اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ میں
کے بغیر ملکہ کی خوابگاہ کے سامنے پہنچا۔ محافظوں نے مجھے نہ روکا۔ قلوپطرہ اپنی مسہری
ا پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور شارمن، یونانی کنیز ایراس، ماریا اور دوسری کنیزیں اسے
ے کھڑی تھیں۔

"تم سب جاؤ۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "میں اپنے نجومی سے تنہائی میں کچھ پوچھنا چاہتی
ہ۔"

کنیزیں چلی گئیں اور اب میں قلوپطرہ کے ساتھ تنہا تھا۔
"وہیں کھڑے رہو۔" قلوپطرہ نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ "میرے قریب نہ
مجھے تم پر بھروسہ نہیں رہا۔ بہت ممکن ہے کہ تم اسوقت بھی اپنے چغے میں خنجر چھپائے
ئے ہو۔ ہاں اب بتاؤ تمہیں کیا کہنا ہے اور میں رومی سفیر سے گفتگو کر رہی تھی تو تمہیں

بیچ میں بولنے کا کیا حق تھا مایوسی، جہالت اور غصہ نے مجھے پاگل سا کر دیا۔

"قلوپطرہ! میں بھی تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہیں کیا کہنا ہے؟" میں نے دلیری سے پوچھا۔ "تمہاری قسم کیا ہوئی جو تم نے منقورا کی لاش کے سامنے کھائی تھی؟ وہ اعلان جنگ کیا ہوا جو تم رومیوں کے خلاف کرنے والی تھیں؟ بھرے دربار میں مجھے اپنا شوہر تسلیم کر لینے کا تمہارا وعدہ کیا ہوا؟ جواب دو قلوپطرہ۔"

"یہ تم پوچھ رہے ہو ہرماسیس! دیوی ایزیس کے چہیتے کاہن' تم نے بھی تو کوئی قسم کھائی تھی؟ تم نے بھی تو مصریوں سے کچھ وعدے کئے تھے؟ پہلے تم ہی اپنا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کیا ہوئے تمہارے وہ وعدے؟ کہاں گئیں وہ تمہاری قسمیں؟ کیا تم نے مصریوں کو آزادی دلادی؟ کیا تم ایک عورت کی محبت میں پھنس کر اپنے فرائض نہیں بھول گئے۔ نہیں ہرماسیس! یہ سوال تمہیں مجھ سے نہ پوچھنا چاہیئے۔ اور یہ تم نے کس طرح سمجھ لیا کہ میرے وعدے جھوٹے ہیں؟ کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟"

"میں تمہارے ان طنزیہ جملوں کا جواب دینا نہیں چاہتا۔" میں نے غصہ پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اور تمہیں یہ پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا یا نہیں۔ البتہ میں تمہارے آخری سوال کا جواب دوں گا۔ تم انطونی سے ملنے جا رہی ہو۔ تمہاری بے وفائی کا یہی ایک ثبوت کافی ہے۔ تم انطونی سے ملنے جا رہی ہو۔ اور جیسا کہ اس رومی سفیر نے کہا ہے۔"

فوق البھڑک لباس میں جا رہی ہو...... اور کس کے بلاوے پر جا رہی ہو؟ اس انطونی کے جس کا مقابلہ کرنے کی تم نے قسم کھائی تھی۔ تم اس آدمی کے ساتھ دعوتیں اڑاؤ گی جس کی لاش پر چیلیں اور کوے دعوت اڑاتے۔ اور یہ سب کون سی دولت سے ہو گا؟

ذرا سوچو تو قلوپطرہ کے تم نے جو دولت منقورا کے مقبرے سے حاصل کی ہے۔" مصر کی فلاح و بہبود کے لئے محفوظ تھی۔ لیکن اب اس دولت سے رنگ رلیوں کے سامان ہوں گے۔ تم نے اسی دولت کے سہارے رومیوں کا مقابلہ کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور میں تمہاری محبت میں ایسا اندھا ہو گیا تھا کہ تمہاری مکاری کو سمجھ نہ سکا۔ صرف یہی نہیں

تم نے گزشتہ رات ہی مجھ سے شادی کر لینے کی قسم کھائی تھی اور آج تم اتنی بدل گئیں تم نے اسی رومی سفیر کے سامنے اور بھرے دربار میں مجھے ڈانٹ دیا۔ اور اب مجھ پر طنز کے تیر چلا رہی ہو۔ میں نہ جانتا تھا کہ اس گورے سینے میں ایسا سیاہ دل ہے۔"

"میں نے تم سے شادی کرنے کی قسم کھائی تھی؟ بہت اچھا یوں ہی سہی۔ لیکن شادی کیا؟ غلامی کی زنجیر جو عورت اپنے پیروں میں ڈال لیتی ہے اور تم سمجھتے ہو کہ میں شادی کروں گی؟ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو سراسر غلط ہے۔ میں نے کبھی کسی کی غلامی نہیں کی اور کروں گی بھی نہیں۔ میں شادی کروں ہی کیوں؟ شادی کے بغیر بھی تو میں وہ سب کچھ حاصل کر سکتی ہوں جو چاہتی ہوں۔ نہیں میں اپنی آزادی کو بھینٹ نہیں چڑھا سکتی۔ اور یہ بھی یاد رکھو ہرماسیس! کہ شادی کے بعد محبت میں وہ جوش و خروش نہیں رہتا۔ نوجوان عورت کو زندگی میں دو (۲) خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ ایک شادی اور دوسری موت۔ موت کو تو کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن شادی روکی جا سکتی ہے۔ اور ان دو خطرات میں سے شادی سب سے بڑا خطرہ ہے۔ موت تو پھر بھی ابدی سکون اور آرام کا پیغام لے آتی ہے۔ لیکن خصوصاً ناکام شادی۔ دنیا میں جہنم مہیا کر دیتی ہے اور پھر شادی عام عورتوں کا کام ہے میں عام عورت نہیں ہوں۔ چنانچہ میں محبت تو کر سکتی ہوں لیکن شادی .... کبھی نہیں۔"

"لیکن کل ہی تم نے قسم کھائی تھی کہ بھرے دربار میں مجھ سے شادی کر لو گی۔"

"کل رات کی بات جانے دو ہرماسیس! کل آسمان پر طوفانی بادل منڈلا رہے تھے لیکن آج دن شفاف طلوع ہوا ہے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ طوفان آئندہ کل بھی نہ آئے بہت ممکن ہے کہ میں نے مصر کو رومیوں سے نجات دلانے کی آسان راہ تلاش کر لی ہو اور کون کہہ سکتا ہے کہ میں تم سے شادی نہ کروں گی؟ نہیں بھئی ابھی یقین سے کوئی بات نہیں کہا جا سکتا۔ جو ناممکن ہے وہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہو جائے۔"

اب میں زیادہ دیر تک اس کا جھوٹ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ قلوپطرہ اپنے اصلی روپ میں میرے سامنے تھی وہ مجھے بے وقوف بنا رہی تھی' کھیل رہی تھی میرے ساتھ۔ اور میں

غصہ سے دیوانہ ہوگیا اور وہ باتیں کہہ گیا جو ایک مدت سے کہنا چاہتا تھا۔

"قلوپطرہ۔" میں چلایا۔ "تم ایک طرف تو مصر کو بچانے کی قسم کھاتی ہو۔ اور د... طرف اسے رومیوں کی غلامی میں دینے کے سامان کرتی ہو۔ تم نے منقورا کے خزانے... مصر کو آزادی دلانے کی قسم کھائی لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسی دولت سے مصر کو جک... کے لئے سنہری زنجیر تیار کر رہی ہو۔ تم نے مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ ۔ لیکن تم مذاق اڑانے اور مجھے ڈانٹنے لگ جاتی ہو۔ حالانکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہار... لئے میں نے اپنا سب کچھ قربان کردیا اور تم مجھ سے کھیلتی رہیں۔ نہیں قلوپطرہ آج... کھیل ختم ہوتا ہے اور میں فراعنہ کی روحوں کی قسم کھاکر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ حقو... غضب تم پر اور صرف تم پر نازک ہوگا۔ کیونکہ تم نے دھوکے اور فریب سے د... حاصل کی ہے۔ مجھے جانے دو.... ہاں مجھے جانے دو تاکہ میں کسی دور افتادہ اور سنسان... میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کروں۔ بہت ممکن ہے کہ دیوتا مجھے بخش دیں۔" او... میں اپنے آپے میں نہ رہا۔ "مکار! جھوٹی! فاحشہ! جانے دے مجھے۔ میں تیری صورت... دیکھنا نہیں چاہتا۔"

قلوپطرہ پیر پٹخ کر اٹھی۔ وہ غصے سے کانپ رہی تھی۔

"جانے دوں؟ تمہیں جانے دوں۔ تاکہ تم میرے خلاف کوئی نئی سازش کرو؟ تمہ... جانے دوں۔ جس نے ایک دفعہ مجھے قتل کرنا چاہا تھا؟ نہیں۔ تم نہیں جاسکتے۔ تم میر... ساتھ طرسوس آؤ گے۔ شاید وہاں میں تمہیں جانے کی اجازت دے دوں۔"

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا اس نے کوچ کے سرہانے لٹکتا ہوا چاندی کا گھ... بجادیا۔ فوراً ہی ایک دروازے سے شارمن اور دوسری کنیزیں اور دوسرے دروازے... محافظ سپاہی داخل ہوئے۔ یہ سپاہی سب کے سب قوی الجثہ اور وحشی تھے۔

"گرفتار کرلو اس نمک حرام کو۔" قلوپطرہ نے میری طرف اشارہ کیا۔

محافظوں کا افسر برونوس تلوار کھینچ کر میری طرف لپکا۔ لیکن اس وقت میں دیوانہ ہو... تھا اور زندگی سے عاجز تھا۔ چنانچہ ادھر سے میں بھی برونوس کی طرف دوڑا۔ اور اس...

...وہ مجھ پر وار کرتا میں نے پوری قوت سے اس کے جبڑے پر ایک گھونسہ رسید کیا۔ ...چکرا کر دھم سے فرش پر گرا۔ ایک دوسرا دیو قامت سپاہی اپنے افسر کو گرتے دیکھ ...ن پیتا اور تلوار ہلاتا میرے سر پر آ پہنچا۔ میں نے جلدی سے بے ہوش برونوس ...ے تلوار چھڑائی اور اس سپاہی پر وار کردیا۔ تلوار اس جگہ پڑی جہاں گردن دھڑ ...ڑی ہوتی ہے اور ایسی شدید ضرب تھی وہ کہ تلوار زرہ کاٹتی ہوئی سپاہی کی گردن اڑا ...اس کا بے سر دھڑ ایک لمحہ تک کھڑا کانپتا رہا اور پھر تناور درخت کی طرح گر پڑا۔ اس ...میں تیسرا سپاہی میری طرف دوڑا۔ میری سمجھ میں اور کچھ نہ آیا تو تلوار کی نوک اس ...ب کی طرف کردی۔ وہ ایسی تیزی سے بھاگا چلا آرہا تھا کہ فوراً ہی اپنے آپ کو روک ...اور میری تلوار میں چھد کر رہ گیا۔ وہ بھی مردہ ہوگیا۔ اب صرف ایک سپاہی بچ رہا ...اس نے پوری قوت سے اس پر وار کیا۔ اس نے ڈھال سامنے کردی۔ اور ایسی شدید ...تھی وہ کہ میری تلوار نہ صرف اس کی ڈھال چیر گئی بلکہ خود تلوار بھی بیچ میں سے ...ٹ اور اب میں نہتا تھا۔ عورتیں بے اختیار چیخ اٹھیں۔ لیکن قلوپطرہ خاموش کھڑی ...دیکھ رہی تھی۔ خوشی کے ایک نعرے کے ساتھ سپاہی نے مجھ پر وار کیا' میں نے ...سامنے کردی۔ اس کی تلوار ڈھال پر پڑ کے اچٹ گئی۔ اس نے دوسرا وار کیا' میں یہ ...ا بچا گیا۔ اس نے تیسری دفعہ تلوار بلند کی اور میں نے دیکھا کہ یہ تیسری ضرب یقیناً ...اتمہ کردے گی۔ چنانچہ میں نے اپنی وزنی ڈھال سپاہی کے منہ پر کھینچ ماری۔ اس ...ضرب کی تاب نہ لاکر وہ لڑکھڑا گیا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا میں دوڑ کر اس سے ...یا۔

...ایک منٹ تک ہم زور آزمائی کرتے رہے اور ان دنوں میں ایسا طاقتور تھا کہ میں نے ...اٹھالیا اور چرخ دے کر اس طرح سنگین فرش پر پھینکا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ...خود میں بھی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور تڑپتے ہوئے سپاہی پر اوندھے منہ گرا۔ ...اس اثنا میں برونوس کو جسے میں نے ایک ہی گھونسے میں بے ہوش کردیا تھا' ہوش آگیا ...اس نے لپک کر ایک مردہ سپاہی کی تلوار اٹھائی اور جیسے ہی میں اس تڑپتے ہوئے

سپاہی پر گرا کہ برونوس نے تابڑ توڑ مجھ پر وار کر دیئے۔ اس کی تلوار میرے سر اور کندھوں پر پڑی۔ لیکن چونکہ میں زمین پر پڑا ہوا تھا اور میرے بال بھی گھنے تھے۔ اور میرے سر جو ٹوپی تھی وہ بھی تہہ در تہہ موٹے کپڑے کی تھی۔ اس لئے برونوس کی تلوار مجھے قتل تو نہ کر سکی۔ البتہ زخمی کر گئی۔ میں جہاں پڑا تھا وہیں پڑا رہ گیا۔ ہر چند کہ ہوش میں تھا لیکن اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔

اور اب وہ بزدل خواجہ سرا' جو وہاں جمع ہو گئے تھے اور اب تک سہمے سہمے رہے تھے' مجھے یوں بے بس دیکھ کر اپنے اپنے خنجر نکال کر دوڑ پڑے۔ برونوس یہ دیکھ کر کہ اب مجھ میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی ایک طرف ملکہ کے حکم کا منتظر کھڑا رہا جبکہ خواجہ سرا مجھ پر سوار ہو گئے۔ دو نے میرا سر پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اور ایک خواجہ سرا نے حلق پر خنجر رکھ دیا کہ مجھے ذبح کر دے۔ اور اس نے یقیناً مجھے ذبح کر دیا ہوتا اگر شارمن نہ دوڑ پڑتی۔

"ذلیل کتو!" وہ چلائی اور میرے سینے پر سے خواجہ سرا کو ڈھکیل کر اپنے آپ کو مجھ پر اس طرح ڈال دیا کہ اگر کوئی مجھ پر وار کرتا تو اس کی تلوار پہلے شارمن کے ٹکڑے اڑاتی۔ اب برونوس کو بھی جیسے ہوش آ گیا اور اس نے ان دو خواجہ سراؤں کو جو میرا سر پکڑے تھے' غصہ میں آ کر یوں ڈھکیلا کہ وہ دونوں دور تک لڑھکتے چلے گئے۔

"ملکہ اس کی جان بخشی کر دی جائے۔" برونوس نے کہا۔ "دیوتاؤں کی قسم ایسا بہادر آدمی میں نے تو کبھی دیکھا نہیں۔ اس کے ایک گھونسے نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ اور میرے تین آدمی قتل کر دیئے۔ حالانکہ یہ نہتا تھا۔ مجھے اپنے تین سپاہیوں کی موت کا افسوس نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ بہادر مارا گیا تو مجھے واقعی افسوس ہو گا۔ ملکہ مصر! غلام کی یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ اس کی جان بخشی کر دی جائے۔ اور اسے میرے حوالے کر دیا جائے' میں بہادروں کا قدر دان ہوں۔"

"ہاں اس کی جان بخشی کی جائے .... ملکہ اس کی جان بخشی کی جائے۔" شارمن چلائی۔ وہ رو رہی تھی' کانپ رہی تھی اور اس کا رنگ سفید ہو رہا تھا۔

قلوپطرہ میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔ پہلے اس نے ان سپاہیوں کی طرف دیکھا جنہیں

نے قتل کیا تھا۔ وہ سپاہی جسے میں نے اٹھا کر پھینکا تھا اب تڑپ رہا تھا۔ پھر اس نے طرف دیکھا۔ ہاں میری طرف جو دو دن پہلے اس کے ساتھ سوتا تھا۔ لیکن آج اس کا سے خون بہہ رہا تھا شارمن کے گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔

میری نظر قلوپطرہ کی نظر سے ملی۔

"مجھے قتل کر دو۔" میں نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ "قلوپطرہ! کس بات کا انتظار کر رہی ہو۔ میرے قتل کا حکم دو۔ اور اپنا یہ ارمان بھی پورا کر لو۔"

اور میں نے دیکھا کہ قلوپطرہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ خجالت اور ت کی سرخی تھی۔

"تو تم اس آدمی کو اتنا چاہتی ہو کہ تم اس کے لئے سپر بن گئیں' اور اپنی جان کی بھی نہ کی۔" قلوپطرہ نے ہنس کر کہا۔ "اگر یہ ناجنس تمہیں قتل کر ڈالتے تو ....!"

"یہ بات نہیں ہے ملکہ۔" شارمن نے سرخ ہو کر کہا۔ "لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکتی ایسا بہادر آدمی ناجنسوں کے ہاتھوں قتل ہو۔"

"واقعی یہ بہادر ہے۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "اور واقعی اس نے بڑی جوانمردی کا ثبوت ہے تو یہ ہے کہ ایسا تماشہ میں نے روم کے ایمفی تھیٹر میں بھی نہ دیکھا تھا۔ بہرحال میں کی جان بخشی کرتی ہوں۔ حالانکہ یہ میری کمزوری ہے جو ایک ملکہ کی شان کے خلاف اس نجومی کو اس کے کمرے میں پہنچا دو۔ اور اس وقت تک اس کی نگہبانی کرتے رہو تک کہ یہ اچھا نہیں ہو جاتا یا .... مر نہیں جاتا۔"

میرا سر گھومنے لگا۔ میری آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے دھبے ناچنے لگے قلوپطرہ' شارمن اور کمرے کی ہر چیز دھندلی ہوتی چلی گئی اور میں بے ہوش ہو گیا۔

خواب! بے ترتیب اور مسلسل خواب' خواب ہی خواب۔ جیسے میں سالہا سال سے غم کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں۔ خواب اور خوابوں میں' میں سیاہ آنکھوں والی عورت کا اداس چہرہ دیکھتا جس پر رحم کے جذبات ہوتے۔ یہ عورت مجھے تسلی دیتی اور تھپک کر مجھے سلانے کی کوشش کرتی۔ پھر کسی کا رعب دار چہرہ نظر آتا جو مجھ پر جھکا

ہوتا اور میرے بستر پر جیسے زلزلہ آجاتا۔ ایک ایسا چہرہ جسے میں پہچان نہ سکتا۔ لیکن جسے دیکھتے ہی میری رگوں میں خون کی گردش تیز ہوجاتی' میں اسے پہچاننے کی کوشش کرتا اور پہچان نہ سکتا۔ تاہم اتنا ضرور محسوس ہوتا کہ وہ جس کا یہ چہرہ ہے میری زندگی کا ایک جزو بن چکی ہے۔

خواب! خواب ہی خواب! بے ترتیب اور مسلسل .... زمانہ قدیم کے خواب ایزیس اور اس کے ہیکل کے خواب .... اپنے بوڑھے والد آمن مت اور ماموں سیپا کے خواب۔ آنتی اور اس کے عذاب کے خواب۔ اور اس قربان گاہ کے خواب جس پر دیوی ایزیس کی روح اتر کر مجھ سے ہمکلام ہوئی تھی۔ اور میں اپنے آپ کو آنتی میں بھٹکتے اور دیوی ایزیس کو پکارتے دیکھتا۔ کوئی جواب نہ ملتا۔ قربان گاہ پر بادل نہ اترتا اور وہ مسلسل بدلتی ہوئی شبیہیں ہی نظر آئیں۔ البتہ ایک بھیانک آواز بار بار یہ کہتی سنائی دیتی .... ہرماسیس کا نام دیوی ایزیس کی کتاب جاوداں میں سے نکال دو .... "اور پھر دوسری آواز جواب دیتی ...." نہیں ہرماسیس کا نام رد نہ کرو۔ نہیں .... ابھی نہیں .... اب بھی وقت ہے ... روحانی اور جسمانی اذیت اس کے گناہ کا کفارہ ہوسکتی ہے .... ہاں۔ وہ بچ سکتا ہے۔ ابھی نہیں ... ابھی نہیں .... ابھی نہیں۔"

اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اپنے اس کمرے میں پڑا پایا جو رصد گاہ کے متصل قلوپطرہ کے محل میں تھا۔ میں ایسی نقاہت محسوس کر رہا تھا کہ ہاتھ بھی نہ ہلا سکتا تھا اور زندگی میرے بدن میں سے سرکتی معلوم ہوئی تھی۔ میں نہ گردن گھما سکتا تھا اور نہ جنبش ہی کرسکتا تھا۔ لیکن میری بے چینی دور ہوچکی تھی۔ اور میں ایک طرح کا الوہی سکون محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں جلتے ہوئے چراغ کی اندھی روشنی بھی میری آنکھوں میں چبھ رہی تھی' میں نے آنکھیں بند کرلیں اور ابھی آنکھیں بند کئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ زینے پر سے ریشمی کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ اور نازک پیروں کی چاپ بھی۔ میں اس چاپ اور سرسراہٹ سے بخوبی واقف تھا یہ قلوپطرہ تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی' وہ میرے قریب آرہی تھی اور میرے ناتواں دل کی ہر کمزور

اس کی آواز پا کا جواب دے رہی تھی۔ اور دفعتاً" میرے دل کی گہرائیوں میں سے ن دو طوفان اٹھے۔ ایک محبت کا طوفان اور دوسرا نفرت کا۔ اور یہ دونوں طوفان ٹکرا گئے۔ میں نہیں جانتا کہ کون سا طوفان غالب تھا۔ قلوپطرہ مجھ پر جھک گئی اور مہکتی ہوئی سانسیں میرے رخساروں پر بکھر گئیں۔ اور میں اس کے دل کی دھڑکن طور سے سن سکتا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ لیکن میں قلوپطرہ کی ایک ایک حرکت کر رہا تھا۔ وہ مجھ پر جھکی' اور اس کے گرم گرم ہونٹ میری پیشانی پر جم گئے اور دیر ئے رہے۔

بدنصیب فرعون۔" وہ بڑبڑائی۔ "بدنصیب مرتے ہوئے فرعون قسمت نے تیرا ساتھ تو ایسا بھولا اور صاف دل ہے کہ مجھے تجھ سے نہ کھیلنا چاہئے تھا۔ آہ! ہرماسیس! تم بت لیتے۔ تمہاری تعلیم ادھوری تھی۔ کاہنوں نے تمہیں دنیا کے علم سکھا دیئے لیکن ب سے آگاہ نہ کرسکے۔ اور نہ وہ گر ہی بتا سکے جس سے تم قانون قدرت کا مقابلہ ۔"

ہرماسیس! میں جانتی ہوں کہ تم مجھے چاہتے ہو۔ ہاں تم اسے چاہتے ہو جس نے دھوکا دیا اور بھرے دربار میں تمہیں غلام کہا۔ آہ ہرماسیس! تم نے اندھیرے میں دیکھ کر اسے راہبر ستارہ سمجھا حالانکہ وہ چڑیل کے سر پر جلتا ہوا دیا تھا۔ بہرحال سازش زبردست تھی اور یقیناً تم مجھے قتل کردیتے۔ ہرماسیس تمہاری حالت پر دل ہے۔ غالباً اب ہم اس دنیا میں نہ مل سکیں گے۔ اور ہم دونوں کے لئے بہتر بھی یہی گر تم زندہ رہے اور میری ہمدردی اور دلی جوش کا یہ زمانہ گزر گیا تو کون جانے میں ے ساتھ کیا سلوک کروں؟ تمہارا مرجانا ہی بہتر ہے ہرماسیس۔ وہ لمبوترے چہروں بے وقوف کہتے ہیں کہ تم نہ بچ سکو گے۔ اور اگر ان بے وقوفوں نے تمہیں مرجانے خود بھی نہ بچ سکیں گے۔ تمہارا مرجانا بہتر ہے تاہم میں تمہاری زندگی کی خواہاں اور ہرماسیس جب موت مجھ پر بھی غالب آجائے گی تو ہم کہاں ملیں گے؟ ناہ اس دنیا میں جہاں دیوتا ازیرس کی حکومت ہے اور نہ وہاں میں ملکہ ہوں گی۔ اور

نہ تم میرے خادم۔ تھوڑا سا زمانہ .... چند سال .... یا شاید صرف ایک ہی دن۔ اور ہم اُس دنیا میں مل جائیں گے۔ اور وہاں ہرماسیس تم کس طرح میرا استقبال کرو گے؟ میرے سارے گناہ تمہیں یاد نہ آجائیں گے؟ کیا وہاں بھی تم مجھ سے ایسی ہی محبت کرو گے؟ ہاں مجھے یقین ہے کہ وہاں بھی تم مجھ سے محبت کرو۔ ... کاری سے کاری زخم لافانی چیز کو فنا نہیں کرسکتا۔ اور محبت لافانی چیز ہے تنہا نفرت ہی اس لافانی چیز کو یوں گلا دیتی ہے جیسے شوربا گوشت کو۔ نہیں ہرماسیس تمہیں اب بھی مجھ سے وابستہ رہنا چاہئے۔ میرا گناہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو میں آخر کو ایک عظیم عورت ہوں اور تمہاری نفرت سے بالا تر۔ کاش کہ میں بھی تم سے اتنی محبت کرسکتی ہاں جب تم نے تن تنہا محافظوں کا مقابلہ کیا تو اس وقت میرے دل میں تمہاری محبت نے جوش مارا تھا۔ لیکن یہ جوش عارضی تھا۔"

"میرا دل ناقابل تسخیر قلعہ ہے ہرماسیس۔ اسے آج تک کوئی فتح نہ کرسکا۔ اگر میں دل کے سب دروازے چوپٹ کھول دوں تب بھی کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ کاش کہ میں کسی کی ہوسکتی۔ کاش کہ میں اپنی سیاست اور شاہی طمطراق کو ایک سال' ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ کے لئے بھلا سکتی۔ اور سچی محبت کرنے والی عورت بن سکتی۔ ہرماسیس! الوداع! جاؤ اس جولیس سیزر کو میرا سلام کہنا۔ جسے تم نے ایک دن میری خواب گاہ میں اپنے جادو کے زور سے طلب کیا تھا۔ آہ ہرماسیس! میں نے تمہیں بے وقوف بنایا اور سیزر کو بھی۔ بہت ممکن ہے کہ قدرت مجھ سے بدلہ لے اور میں جلد ہی بے قوف بنائی جاؤں .... ہرماسیس الوداع۔"

وہ اٹھی اور اسی وقت میں نے دوسری عورت کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنی۔

"تم ہو شارمن؟" قلوپطرہ نے کہا۔ "تمہاری تیمارداری کے باوجود ہرماسیس مر رہا ہے۔"

"ہاں ملکہ۔" شارمن نے غمناک آواز میں جواب دیا۔ "طبیب ایسا ہی کہتے ہیں۔ پورے چالیس گھنٹوں تک یہ بے ہوش پڑا رہا۔ اور اس کی سانسیں ایسی چل رہی تھیں کہ اگر اس کی ناک پر باریک کپڑا رکھ دیا جاتا تو اس کی سانس اس میں بھی جنبش پیدا نہ

نی۔ میں نے بار بار اپنے کان اس کے سینے پر رکھے اور بمشکل اس کے دل کی دھڑکن نی۔ ملکہ' میں دس دن اور دس راتوں تک اس کے قریب بیٹھی رہی۔ قسم لو جو اس یں میں نے پلک تک جھپکائی ہو۔ خود میری طبیعت خراب ہوگئی اور نیند کی چاہ میں آنکھیں جلنے لگیں۔ اور ملکہ میری اس شب و روز کی تیمارداری کا صلہ مجھے یہ مل رہا رونوس کی تلوار کام کرگئی اور ہرماسیس مر رہا ہے۔"

"شارمن! محبت کسی تکلیف کو خاطر میں نہیں لاتی اور نہ ہی وہ کسی صلے کے خواہشمند ہے۔ اگر تم نے کسی صلے کی خاطر یہ تیمارداری کی ہے تو تمہاری محبت کی محدودیت ختم اور وہ مقدس نہیں رہی۔ شارمن! مبارک ہیں وہ راتیں جو تم نے اپنے پیارے کی اری میں گزاریں۔ شارمن! واقعی تم اس آدمی سے محبت کرتی ہو۔ اور اب جبکہ یہ مر ہے تم اسے چھپا نہیں سکتیں۔"

"نہیں۔ مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔ میں کس طرح اس آدمی سے محبت کرسکتی جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ یہ محض انسانی ہمدردی سے میں اس کی تیمارداری کر رہی "

قلوپطرہ ہنسی۔

"شارمن! ہمدردی محبت کی بہن ہی تو ہے۔ عورت کی محبت کی راہیں عجیب ہوتی ہیں بت کے اظہار کا طریقہ بھی عجیب ہوتا ہے۔ اور واقعی تم نے ایک عجیب ڈھنگ سے بت کا اظہار کیا ہے۔ شارمن! محبت جتنی بلند ہوگی بعد میں اتنی ہی گہرائیوں میں ے گی اور وہاں سے' ایک بار پھر گرنے کے لئے بلند ہوگئی۔ شارمن! صرف تم ہی ہر عورت جذبات کی غلام ہے اور عجیب تغیرپذیر ہوتے ہیں یہ جذبات۔ کبھی تو صبح اسمان کی طرح حسین اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور کبھی جب حسد کی آگ اٹھتی ہے تو طوفانی سمندر کی طرح تباہ کن' چٹان کی طرح بے حس اور بگولوں کی تیز و تند اور بے درد۔ خیر شارمن! ہرماسیس کی تکلیفوں کا خاتمہ بہت جلد ہوجائے گا ہر تمہارے پاس یادوں' آنسوؤں اور آہوں کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے گا۔ اور یہ چیزیں ری اس کائنات سب سی زیادہ عزیز ہوگی۔"

اور قلوپطرہ چلی گئی۔

ملکہ مصر کا بحری سفر

قلوپطرہ چلی گئی۔ میں بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ اب شارمن میرے قریب آکھڑی ہوئی اور اس کے گرم آنسو کا ایک قطرہ میرے گال پر گرا۔

"ہائے! تم جارہے ہو۔" ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "ہرماسیس! تم اس جگہ جارہے ہو جہاں میں تمہارے ساتھ نہیں آسکتی۔ آہ! کاش دیوتا تمہارے بدلے مجھے اٹھالیں۔ کاش تمہارے عوض میں مرسکتی۔"

"شارمن غم نہ کرو۔" میں نے نیچی آواز میں کہا۔ "میں زندہ ہوں اور یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے جسم میں ایک نئی زندگی سرایت کرگئی ہو۔"

شارمن کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ اور اس کے چہرے کے جذبات میں فوری تغیر ہوا۔ پہلے وہ اندھیری رات کی طرح اداس تھا اور اب وہ کھیل اٹھا جیسے رات ختم ہونے کے بعد پو پھٹ رہی ہو۔

"تم زندہ ہو! تم زندہ ہو۔ وہ میرے کوچ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر کر چلائی۔ "آہ! اور میں سمجھ رہی تھی کہ تم ..... تم ..... مرگئے۔ شکر ہے۔ تم مجھے واپس مل گئے۔ ہائے! دیوتا میں کیا کہوں؟ عورتوں کے دل میں بھی کیسے کیسے مایوسانہ خیالات جم جاتے ہیں! میری دعائیں اور شب بیداریاں رائیگاں نہ گئیں۔ نہیں۔ خاموش لیٹے رہو ہرماسیس۔ سو جاؤ۔ ہاں سو جاؤ۔ نہیں۔ کچھ بولو نہیں۔ اور وہ دوا کہاں ہے جو وہ لمبی ڈاڑھی والا احمق رکھ گیا ہے؟ نہیں دوا بھی نہ پیو۔ بس سو جاؤ۔ چپ چاپ" اور اس نے اپنا ٹھنڈا ہاتھ میری پیشانی پر رکھ دیا۔

میں سوگیا اور جب بیدار ہوا تو شارمن وہیں تھی' صبح صادق کی روشنی روشندان میں سے کمرے میں رینگ آئی تھی' شارمن کا ہاتھ اب تک میرے ماتھے پر تھا اور وہ خود اپنے بازو پر سر ٹیکے سو رہی تھی۔

"شارمن۔" میں نے اسے آہستہ سے پکارا۔ "کیا میں سوگیا تھا۔"

وہ فوراً بیدار ہوگئی۔

"ہاں ہرماسیس! تم سوگئے تھے۔" اس نے کہا۔

"کتنی دیر تک سوتا رہا۔"

"تقریباً نو گھنٹے۔"

"اور پورے نو گھنٹے تک تم یہیں بیٹھی رہیں۔"

"ہاں۔ لیکن میں بھی تو سوگئی تھی۔ اور اگر میں یہاں سے اٹھتی یا ذرا سی جنبش بھی کرتی تو تمہاری نیند ٹوٹ جاتی۔"

"شارمن! جاؤ آرام کرو ..... اف! کتنی شرم کی بات ہے کہ ..... بس تم جاؤ آرام کرو۔"

"غصہ نہ کرو ہرماسیس! لو میں جاتی ہوں۔ ایک غلام کو تمہارے پاس چھوڑ جاتی ہوں۔ تمہیں جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہو اس سے کہہ دینا وہ مجھے جگادے گا۔ لو اب خوش ہو جاؤ۔"

اور وہ جانے کے لئے اٹھی۔ لیکن ساری رات بیٹھ رہنے کی وجہ سے اس کے پیر ایسے اکڑ گئے تھے کہ وہ کھڑی نہ رہ سکی اور دھم سے گری۔ افسوس! مجھ میں اتنی بھی سکت نہ تھی کہ اٹھ کر شارمن کو سہارا دیتا۔

"لیٹے رہو۔ کوئی خاص بات نہیں۔ پیر کپڑوں میں الجھ گیا تھا۔" وہ اٹھی مگر پھر گرنے لگی۔ "لعنت ہے میرے بے ڈھنگے پن پر۔ غالباً یہ نیند کا نشہ ہے۔ بس اب ٹھیک ہے۔ میں اس غلام کو تمہارے پاس بھیجے دیتی ہوں۔" اور وہ شرابیوں کی طرح لڑکھڑاتی چلی گئی۔

میں پھر سوگیا اور جب بیدار ہوا تو دوپہر ڈھل رہی تھی۔ میں ناتوانی اور بھوک محسوس کر رہا تھا۔ شارمن کھانا لے آئی اور میں نے بڑی رغبت سے کھایا۔

"تو اب میں نہ مروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں شارمن نے سرہلا کر جواب دیا۔" "تم زندہ رہو گے۔ خوامخواہ ہی میں تمہارے لئے روتی رہی۔ "بہرحال میری شب و روز کی دعائیں رائیگاں نہ گئیں۔"

"تمہارے ان آنسوؤں نے ہی مجھے بچالیا شارمن۔"

"یہ کوئی نرالی یا غیر معمولی بات نہ تھی۔ یعنی یہی میرا رونا۔ تم میرے بچرے بھا ہو۔ اس کے علاوہ تیمارداری کرنا تو عورتیں ہی جانتی ہیں۔ اگر تمہاری جگہ کوئی حبشی غلا بھی ہوتا تو میں اس کی بھی اسی طرح تیمارداری کرتی۔ اب جبکہ تمہاری جان کو کوئی خط نہیں رہا۔ میں یہاں نہ آؤں گی۔"

"شارمن! تم نے مجھے مرجانے دیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔" میں نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میرے لئے اب زندگی میں رہ ہی کیا گیا ہے۔ میری زندگی ایک لعنت اور ایک عذاب ہو کر رہ گئی ہے۔ زندہ رہ کر بھی میں شرم' خجالت اور ندامت کے علاوہ کچھ او حاصل نہ کرسکوں گا..... کاش میں مرگیا ہوتا..... ہاں یہ تو بتاؤ..... شارمن! قلوپطرہ طرسو کے لئے کب روانہ ہورہی ہے۔"

"آج کے بیسویں دن۔ اور ایسی شان و شوکت سے جائے گی کہ مصر نے بھی کی بادشاہ کا ایسا جلوس نہ دیکھا ہوگا۔ میں حیران ہوں کہ اسے اتنی بہت سی دولت کہاں سے گئی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کا خزانہ خالی تھا۔ اب دیکھ رہی ہوں کہ یکایک محل میں جیسے سونے چاندی کے سوتے پھوٹ نکلے ہوں۔"

لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ دولت کہاں سے آئی تھی۔ اور اس رات کا خیال کرکے مد کررہ اٹھا۔

"تم بھی جارہی ہو شارمن۔"

"ہاں میں اور سب کنیزیں اور تم بھی۔"

"میں! میں کیوں..... نہیں میں نہیں جاؤں گا۔"

"تم اس لئے جارہے ہو کہ اب تم قلوپطرہ کے غلام ہو' اور تمہیں قلوپطرہ کے رتھ کے پیچھے پیچھے چلنا ہوگا اور جانتے ہو کس طرح؟ تم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوگے۔ اور یہ زنجیریں چاندی کی ہوں گی۔ اس کے علاوہ وہ تمہیں مصر میں چھوڑتے ڈرتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہے۔ بس قصہ ختم ہوا۔"

ہیں کسی طرح فرار نہیں ہوسکتا۔"

"فرار! اس حالت میں! تم میں ہاتھ ہلانے کی تو سکت نہیں اور تم فرار ہونا چاہتے ہو۔ کے علاوہ تمہاری سخت نگرانی کی جاتی ہے اور تمہارے کمرے کے چاروں طرف مسلح پہرہ دے رہے ہیں۔ اور بفرض محال اگر تم فرار بھی ہوگئے تو جاؤ گے کہاں؟ مصر میں تمہیں پناہ نہ دے گا۔ لوگ تمہارے منہ پر تھوکیں گے اور بچے تمہیں ڈھیلے ماریں

"ارے! روتی کیوں ہو۔" شارمن نے منہ پھیر لیا اس کی آنکھیں بھی پر نم ہوگئی "بہادروں کی طرح ان مصائب کا مقابلہ کرو۔ تم نے جیسا بویا ہے ویسا ہی کاٹو گے۔ کٹائی کے بعد دریاؤں میں طغیانی آجاتی ہے اور پانی گلی سڑی جڑوں کو بہالے جاتا ہے بیج ڈالنے کا وقت دوبارہ آجاتا ہے! یونہی ہوتا ہے ہرماسیس..... ممکن ہے کہ طرسوس تم کوئی راہ تلاش کرلیں۔ اس وقت تک تم تندرست بھی ہوجاؤ گے۔ ممکن ہے تم ے فرار ہوسکو۔ بشرطیکہ تم قلوپطرہ کی جدائی برداشت کرسکے۔ فرار ہوکر تم کسی دور خطے میں اس وقت تک چھپے رہنا جب تک کہ زمانہ حال کے واقعات داستان پارینہ بن جاتے اور لوگ انہیں بھلا نہیں دیتے۔ اور اب چونکہ تم روبہ صحت ہو اور میرا تم ہوچکا ہے اس لئے میں تم سے رخصت ہوتی ہوں۔ ویسے کبھی کبھی آجایا کروں

اس کے بعد شاہی طبیب اور دو خادمائیں میری دیکھ بھال کرتی رہیں۔ آہستہ آہستہ ے زخم بھرنے لگے اور ناتوانی دور ہونے لگی۔ چار دن بعد ہی میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل اور اس کے تین دن بعد میری کمزوری اس حد تک دور ہوگئی کہ میں محلات کے باغ تھوڑی دیر کے لئے ٹہل لیتا تھا۔

ایک ہفتہ گزر گیا اور اب میں کتابیں پڑھ سکتا تھا اور بغیر کسی الجھاوے کے سوچ بھی تا لیکن میں دربار میں نہ جاتا تھا۔ پھر ایک دن' جب دوپہر ڈھل رہی تھی' شارمن پاس آئی۔

"سفر کی تیاری کرلو ہرماسیس۔" اس نے کہا۔ "کل قلوپطرہ یہاں سے روانہ ہوجائے گی۔ پہلے وہ شام جائے گی اور وہاں سے قلی قیہ۔"

شارمن کے جانے کے بعد میں نے قلوپطرہ کو ایک عاجزانہ درخواست لکھ بھیجی کہ مجھے یہیں اسکندریہ میں چھوڑ جائے کیونکہ میں' میں نے لکھا' ابھی سفر کرنے کے قابل ہوا تھا۔ اور میری اس درخواست کا جواب قلوپطرہ نے یہ دیا۔

"کچھ بھی ہو تمہیں ہمارے ساتھ آنا پڑے گا۔"

چنانچہ دوسرے دن چار سپاہی آئے اور مجھے ڈولی میں ڈال کر بندرگاہ تک لے گئے وہاں برونوس اور اس کے ماتحت سپاہی' جو یقیناً میری نگہبانی پر مامور کئے گئے تھے۔ میر منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کشتی میں بٹھا دیا اور وہ کشتی اس بجرے کی طرف چلی بندرگاہ سے ذرا دور لنگر انداز تھا۔ اس بجرے کے پیچھے جہازوں کی ایک لمبی قطار تھی کیونکہ قلوپطرہ بڑی شان اور طمطراق سے انطونی سے ملنے جارہی تھی۔ اور خود قلوپطرہ بجرہ اتنا خوبصورت اور قیمتی تھا کہ دنیا کے کسی بادشاہ کا نہ ہوگا اس بجرے کے بادبان ریشم تھے جن میں سنہری دھاریاں تھیں اور بجرے کی شکل ایک محل جیسی تھی گویا سطح آب تیر رہا ہو۔ لیکن مجھے چونکہ ایک دوسرے بجرے میں رکھا گیا تھا اس لئے میں قلوپطرہ شارمن سے اس وقت نہ مل سکا جب تک کہ ہم دریائے قدموس کے دہانے میں داخل ہوگئے۔

جہازوں کے بادبان کھول دیئے گئے اور پورا بیڑا موافق ہوا کے سہارے اسکندریہ سے روانہ ہوکر دوسرے دن شام کو "جاپا" پہنچ گیا۔ وہاں سے ساحل شام کی طرف اور وہاں سے گزر کر دریائے قدموس کے دہانے کی طرف ہولیا۔ سمندر کی فرحت بخش ہواؤں نے میرے لئے ایک ماہر طبیب کا کام کیا اور میں بڑی سرعت سے تندرست ہونے لگا۔ اور چند دنوں بعد ہی میرے سر پر تلوار کے زخم کا سفید نشان رہ گیا تھا اور بس۔ اور ایک رات' جب دنیا کا یہ عجیب ترین بیڑا دریائے قدموس کے دہانے سے کچھ زیادہ دور نہ تھا میں اور برونوس عرشہ پر بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ اس کی نظر زخم کے نشان پر پڑی۔

"نوجوان!" اس نے کہا۔ "اگر تم مرگئے ہوتے تو میں اپنے آپ کو بھی معاف نہ کرتا۔ بزدلانہ ضرب تھی وہ۔ اور یہ سوچ کر میں شرم سے پانی پانی ہوجاتا ہوں کہ وہ ضرب نے لگائی تھی اور تمہارے ماتھے کا یہ سفید نشان جس زخم کا ہے وہ زخم میری تلوار کا اف! میں نے پیچھے سے وار کیا تھا اور اس وقت تم زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ غالباً تم جانتے نوجوان کہ جب تم موت و زیست کے درمیان جھول رہے تھے تو میں روزانہ حال پوچھنے آتا تھا۔ یقین کرو یا نہ کرو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں قسم کھاچکا تھا اگر ئے تو اس ملازمت سے مستعفی ہوجاؤں گا۔"

"شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں برونوس۔" میں نے کہا۔ "یہ تو تمہارا فرض"

"فرض تو تھا! لیکن میرے نوجوان دوست' دنیا میں ایسے بہت سے فرائض ہیں جنہیں بھی بہادر آدمی انجام دینے کو تیار نہ ہوگا۔ اور یہ انہی فرائض میں سے ایک ہے۔ جناب! ملکہ مصر کے حکم کے باوجود مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ں برطرف کردیا جاتا۔ لیکن تمہاری گھونسے نے مجھے ایسا چکرا دیا تھا کہ میں کچھ سوچنے کے قابل رہا ہی نہ تھا۔ لیکن بات کیا تھی نوجوان؟ ہماری ملکہ کے ساتھ تمہاری کچھ ن ہوگئی ہے؟ اس بے حد دلچسپ سفر میں تمہیں ایک قیدی بناکر کیوں لے جایا جارہا؟ غالباً تم نہیں جانتے کہ ملکہ نے ہمیں خبردار کردیا ہے کہ اگر تم فرار ہوگئے تو ہم سب کردیئے جائیں گے۔"

"ہاں ان بن ہوگئی ہے۔ کیوں؟ بس یہ نہ پوچھو۔" میں نے ایک آہ بھر کر کہا۔

"تو پھر یوں کہو کہ اس گڑبڑ کا اصلی سبب عورت ہی ہے۔ تمہاری عمر کے پیش نظر میں ے کہتا ہوں کہ تم پر مصائب کے یہ پہاڑ کسی عورت کی وجہ سے ہی ٹوٹے ہیں۔"

"اچھا سنو۔ میں قلوپطرہ کی ملازمت اور اس ریگستانی ملک سے عاجز آگیا ہوں میرے ے ماتحت سپاہی بھی یہی محسوس کررہے ہیں۔ چنانچہ ہم یوں کیوں نہ کریں کہ یہی جس میں ہم سوار ہیں لے کر شمال کی طرف بھاگ جائیں؟ کہو کیا خیال ہے؟ میں

تمہیں ایک خوبصورت اور سرسبز ملک میں لے جاؤں گا۔ مصر میں ریگستانوں اور اہرام کے علاوہ اور رہے ہی کیا؟ لیکن وہ سرزمین جہاں میں تمہیں لے جاؤں گا ہرے بھرے جنگلوں میں، جھیلوں، شاداب وادی اور سبز پہاڑوں کی سرزمین ہے۔ میں تمہیں اپنا بیٹا بنالوں گا اور تمہاری شادی اپنی بھتیجی سے کروں گا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں ہیں اس کی، قد بھی طویل ہے اور خود بھی خوبصورت ہے بولو چلتے ہو؟"

چند ثانیوں تک میں سوچتا رہا اور پھر میں نے نفی میں سر ہلایا۔ میں فرار ہونا چاہتا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ میری قسمت مصر سے وابستہ ہے اور میں مصر سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا۔

"نہیں برونوس۔" میں نے کہا۔ "میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ چلا چلوں لیکن دوست میں مقدر سے نہیں بھاگ سکتا۔ مجھے مصر میں رہنا اور یہیں مرنا ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ بہرحال اتنا یاد رکھو کہ برونوس تمہارا حقیقی دوست ہے اور تمہاری مدد کو ہروقت تیار۔ نوجوان! اپنی اس خوبصورت ملکہ سے ہوشیار رہنا۔ بہت ممکن ہے کہ کبھی بیٹھے بیٹھے اس کے دماغ میں کیڑا رینگنے لگے اور اسے خیال آئے کہ تم اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہو۔" چنانچہ، اس نے اپنے ہاتھ کا چھرا کراپنے حلق پر پھیرا۔

"اچھا تو شب بخیر، ایک جام شراب کا پی کر سو جاؤں گا۔ کیونکہ کل صبح سے ہی احمقانہ..."

(اور یہاں سے بردی کاغذ کے پلندے کی تحریر، کئی سطروں تک اتنی دھندلی اور شکستہ ہے کہ پڑھی نہیں جاسکتی۔ غالباً اس سطور میں دریائے قدموس کے دہانے سے طرسوس تک کے قلوپطرہ کے سفر کی تفصیل ہے۔)

اور تحریر جاری رہتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ایسی باتوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور نظارہ بڑا ہی عجیب اور حیران کن ہوگا۔ ہمارے بجرے کے باہر حصہ پر سونے کے پتر چاندی کی کیلوں سے جڑے ہوئے تھے۔ بادبان سرخ ریشمی کپڑے بنے تھے اور ان میں سونے کے تاروں کی دھاریاں تھیں، اور خالص چاندی کے پتوار موسیقی کی دھن کے ساتھ اٹھتے اور پانی کو چھوتے اور بجرے کے عین بیچ میں سنہری کام کا ریشمی شامیانہ تنا ہوا تھا۔ شامیانے

کے نیچے سونے کی کوچ تھی اور اس کوچ پر یونانیوں کی دیوی وینس کا لباس پہنے قلوپطرہ بیٹھی تھی۔ اس کا سینہ حسب معمول عریاں تھا اور کمر کے گرد منقش پٹکا بندھا ہوا تھا اور پٹکے پر دی دیوی دیوتاؤں کی تصویریں تھیں اور یہ دیوی دیوتا آپس میں عشق کر رہے تھے۔ قلوپطرہ کی کوچ کے دائیں بائیں اور پیچھے بے حد خوبصورت نو عمر لڑکے کھڑے تھے جن کے جسم پر کپڑے کا ایک تار تک نہ تھا۔ البتہ ان کی پیٹھ پر چھوٹے چھوٹے دو بازو لگادیئے گئے تھے۔ ان نو عمر لڑکوں کے ہاتھوں میں عشق کے دیوتا کیوپڈ کی کمانیں تھیں۔ اور کندھوں سے ترکش لٹک رہے تھے۔ ان میں سے کوئی قلوپطرہ پر پنکھا جھل رہا تھا اور کوئی دوڑ دوڑ کر اس کا حکم بجالاتا تھا۔ اور بجرے کے عرشہ پر، اور پتوار چلانے والے اور مستول کے پاس اور بادبان پر، اکھڑ اور وحشی ملاح نہ تھے بلکہ حسین اور کنواری لڑکیاں تھیں۔ اور یہ لڑکیاں بھی نوعمر لڑکوں کیوپڈ کی طرح ننگی تھیں اور اپنے نازک سر پر پھولوں کے تاج رکھے تھیں۔ یہ لڑکیاں طاؤس کے تاروں کی جھنجناہٹ اور چاندی کے پتواروں کی "شب شب" کی آواز پر عشقیہ گیت گارہی تھیں اور صدہا لڑکیاں جل پریوں کے بھیس میں دریا میں اتری ہوئی تھیں جو قلوپطرہ کے بجرے کو اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے تھیں۔ بعض بجرے کو کھینچ کھینچ کر آگے بڑھاتی جاتی تھیں اور بعض پانی سے کھیلتی اور چہلیں کرتی جاتی تھیں۔ اور کوچ کے پیچھے ننگی تلوار لئے سنہری زرہ پہنے اور خود سر پر رکھے، برونوس کھڑا تھا۔ اس کے دائیں بائیں دوسرے سپاہی اور غلام تھے اور ان غلاموں میں میں بھی تھا۔ مجھے میری مرضی کے خلاف، نہایت قیمتی لباس پہنا دیا گیا تھا اور آج مجھے معلوم ہوا کہ میں ملکہ قلوپطرہ کے غلام کی حیثیت سے اس کے ساتھ جارہا تھا۔ جہاز کے پچھلے حصہ پر چاندی کے بڑے بڑے عودان رکھے ہوئے تھے جن میں خوشبویات جل رہی تھیں۔ اور ان کا مہکتا ہوا دھواں قلوپطرہ کے بجرے پر بادل کی طرح سایہ کئے تھا۔ خوشبو کی لپٹیں بجرے میں سے نکل نکل کر دریا کے دونوں جانب میدانوں میں مہکتی اور جس کے دماغ میں پہنچتی وہ مست اور از خود رفتہ ہوجاتا۔

ابھی قلوپطرہ کا بجرہ طرسوس سے تھوڑے فاصلہ پر ہی تھا کہ بہت سے لوگ دریا کے

دونوں کناروں پر جمع ہو گئے۔ پہلے تو وہ دم بخود کھڑے اس نظارے کو دیکھتے رہے اور پھر دفعتاً" چلا اٹھے۔

"وینس ..... دیوی وینس دریا کی سیر کو آئی ہیں۔"

اور پھر آس پاس کی بستیوں میں غل مچ گیا۔

"آسمانی دیویاں دریا کی سیر کو آئی ہیں۔"

اور بچے' عورتیں اور مرد اپنے اپنے کام چھوڑ کر اور جو جس حال میں بیٹھے تھے اس حال میں دریائے قدموس کی طرف بھاگے بعد میں معلوم ہوا کہ جب ہمارا بیڑہ طرسوس کے قریب پہنچا تو اس وقت انطونی دربار سجائے تھا۔ تاکہ وہ کیا دیکھتا ہے کہ سارے شہر والیا اور وہ بھی جو دربار میں تھے دریا کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ انطونی اکیلا دربار میں حیران کھڑا رہ گیا۔ قلوپطرہ کا بجرہ اور اس کے ساتھ جتنے جہاز تھے سب کے سب طرسوس کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہو گئے اور کنارے پر پورا شہر انگشت بدنداں کھڑا تھا اور پھر ویلوس' انطونی کا خوشامدی سفیر' قلوپطرہ کے حضور حاضر ہوا اور بجرے کا سازوسامان دیکھ کر دنگ رہ گیا اور ایسا حیران اور از خود رفتہ ہوا کہ کئی ثانیوں تک زبان ہلانے کی بھی جرائت نہ کر سکا۔ اور جب اس کے حواس بجا ہوئے تو اس نے انطونی کا پیغام قلوپطرہ کو پہنچاتے ہوئے کہا۔

"معزز انطونی حسن کی دیوی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ملکہ' ان کی دعوت قبول فرمائیں جس کا اہتمام میرے آقا انطونی نے کر لیا ہے۔"

"اپنے آقا سے کہو پہلے وہ ہماری دعوت قبول فرمائیں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "ہم ایک مجرم کی طرح نہیں آئے ہیں بلکہ ایک دوست کی طرح آئے ہیں۔ ان سے کہو کہ وہ آج رات ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔"

ویلوس رخصت ہوا' دعوت کا سامان ہونے لگا اور پھر میں نے پہلی دفعہ انطونی کو دیکھا۔ قلوپطرہ کی دعوت قبول کر کے وہ رومی فاتح آیا۔ وہ سرخ چغہ پہنے دہرے بدن کا قبول صورت اور طویل القامت آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور سر پر بے ترتیب گھنگھریالے بال' بلند پیشانی اور ناک تیکھی۔ چہرے سے حد درجہ رعب و جلال عیاں تھا تو

یا تھا وہ انطونی۔ وہ عجیب مغرورانہ قدم اٹھاتا اپنے افسروں کے ساتھ بجرے پر آیا۔ اس نے ایک نظر غلط انداز بجرے کے سازوسامان پر ڈالی۔ لیکن جب قلوپطرہ کے سامنے پہنچا تو حیران و ششندر رہ گیا۔ قلوپطرہ بھی اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے انطونی کو دیکھ رہی تھی اور پھر میں نے دیکھا کہ ملکہ کا چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا اور میرے دل میں حسد و رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انطونی میرا رقیب تھا۔ قلوپطرہ پہلی ہی نظر میں اسے اپنا دل دے چکی تھی۔ اور شارمن' جو سب کچھ سمجھ گئی تھی مسکرانے لگی۔ قلوپطرہ نے اپنا ہاتھ انطونی کی طرف بڑھا دیا اور اس نے کچھ کہے بغیر ملکہ کا ہاتھ چوم لیا۔

"دیکھو معزز انطونی۔" آخر کار قلوپطرہ نے مترنم آواز میں کہا۔ "تم نے مجھے بلایا اور میں آ گئی۔"

"ہاں۔ اور اس کا استقبال بھی تو ایک دیوانے نے ہی کیا۔" قلوپطرہ ہنسی' بہرحال اس عزت افزائی کا شکریہ۔ اب چونکہ دیوی دنیا میں آ گئی ہے اس لئے دنیوی ضروریات سے بھی مفر نہیں رہا۔ یعنی تمہاری وینس کو بھوک معلوم ہو رہی ہے۔ معزز انطونی! اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔"

بگل بج اٹھے۔ اور قلوپطرہ انطونی کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اپنی خاص کنیزوں اور غلاموں کے ساتھ کمرہ طعام کی طرف چلی۔

(اور یہاں سے چند سطور پھر پڑھی نہیں جا سکیں۔)

انطونی اور قلوپطرہ

تیسری رات پھر دعوت کا انتظام ہوا۔ اور اس محل کو جو انطونی نے قلوپطرہ کی نذر کردیا تھا اس طرح سجایا گیا کہ پہلے کبھی نہ سجایا گیا ہوگا۔ بارہ کرسیاں' جو کھانے کی میز کے گرد رکھی ہوئی تھیں سونے کی تھیں۔ قلوپطرہ اور انطونی کی کرسیوں میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ دروازے اور کھڑکیوں پر سرخ پردے لٹک رہے تھے۔ جن میں سونے کے تاروں کی دھاریاں تھیں۔ کھانے کے ظروف اور رکابیاں اور شراب کے جام بھی سونے کے تھے اور ان میں بھی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ فرش پر گلاب اور موگرے اور چمبیلی کے پھول بچھے ہوئے تھے اور ان پر سونے کے تاروں کی باریک جالی ڈال دی گئی تھی کہ پھول پیروں سے نہ لگے چلے آئیں' اور جب غلام اور کنیزیں کھانے کی رکابیاں لے کر آتیں تو پھول ان کے پیروں کے نیچے دب دب کر کمرے کی فضا میں خوشبو بکھیر دیتے۔ ایک بار پھر مجھے شارمن' ایراس اور دوسری خادمائیں کے ساتھ قلوپطرہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا کردیا گیا تاکہ میں زرخرید غلام کی طرح وقت پکارتا رہوں۔" ایک گھنٹہ پورا ہوا۔ دوسرا گھنٹہ شروع ہوا۔ پچھلی دو راتوں سے یہی کام میرے سپرد کیا گیا تھا۔ میں غصہ اور غم سے جلتا ہوا دل لئے یہ کام انجام دیتا تھا اور کوئی بس نہ چلتا تھا۔ لیکن آج رات جب میں قلوپطرہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے دل ہی دل میں قسم کھائی کہ آج کے بعد میں یہ ذلیل کام انجام نہ دوں گا۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے.....

شارمن نے مجھے بتایا تھا کہ قلوپطرہ اب انطونی کی معشوقہ تھی۔ ہرچند کہ مجھے یہ بات معلوم نہ ہوئی تھی۔ لیکن میں یہ برداشت نہ کرسکتا تھا کہ قلوپطرہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہوکر میں ایک غلام کی طرح وقت پکارتا رہوں۔ اس کے علاوہ وہ میرا دل بھی اداس اور مرجھایا ہوا تھا۔ کیونکہ قلوپطرہ اب مجھ سے سیدھے منہ بات نہ کرتی تھی۔ بلکہ مجھ سے ایسا سلوک کرتی تھی جیسے کہ میں اس کا غلام ہوں اور مجھے یوں ذلیل کرکے اور میرا دل جلا کر وہ غالباً روحانی مسرت حاصل کرتی تھی۔

چنانچہ اے لوگو! یوں ہوا کہ میں ہرماسیس مصر کے تاج و تخت کا صحیح وارث اور قلوپطرہ کی کرسی کے پیچھے کھڑا وقت پکار رہا تھا اور دعوت زور و شور سے جاری میز پر سونے کی رکابیوں میں بہت لذیز کھانے سجے تھے' شراب کا دور چل رہا تھا اور ہرماسیس جو صحیح النسب فرعون تھا اپنی مرضی کے خلاف ایک ذلیل خدمت انجام دے رہا اور دیکھ رہا تھا کہ انطونی بار بار قلوپطرہ کو دیکھ لیتا ہے اور قلوپطرہ بھی اس سے ملاتی اور پھر شرما کر نظریں جھکالیتی ہے' میں سب کچھ دیکھ رہا تھا اور کچھ نہ کرسکتا تھا۔ پھر انطونی اپنے کارنامے بیان کرنے لگا۔ اور عشق و محبت کی فحش و شہوت انگیز کہانیاں سنانے لگا۔ ایسی داستانیں جسے ایک رنڈی بھی سرخ ہوئے بغیر نہ سن سکتی۔

لیکن قلوپطرہ پر ان فحش داستانوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ وہ ان میں ضرورت سے زیادہ لینے اور بے حیائی سے ہنسنے لگی۔ اور یہ قلوپطرہ کا دوسرا روپ تھا بے حیا اور حسن رنڈی کا روپ' جس سے میں آج واقف ہوا۔ آخر کار وہ پر تکلف دعوت ختم ہوئی انطونی کے کمرے کے سازوسامان کو حیرت سے دیکھا۔

"حسین ملکہ" اس نے کہا۔ "یہ تو بتاؤ کہ مصر کے ریگستانوں میں جو ریت ہے اس کے سونے کے ہیں؟ آخر تمہارے پاس اتنی دولت آئی کہاں سے۔ جسے تم یوں بے خرچ کررہی ہو! کیا دریائے نیل میں سیال سونا بہتا ہے؟ یا مصر کی ریت کا ایک ایک سونے چاندی یا موتی؟ کبھی کسی بادشاہ نے صرف ایک دعوت پر اتنی دولت خرچ نہ کی یہ آئی کہاں سے؟"

اور مجھے فرعون منقورا کے خزانے کا خیال آگیا جو مصر کی فلاح و بہبود کے لئے محفوظ گیا تھا۔ لیکن جسے یوں عیش و عشرت میں اڑایا جارہا تھا۔ میں نے گھور کر قلوپطرہ کی دیکھا۔ اتفاقاً اسی وقت قلوپطرہ کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں اور وہ میری دلی کا اندازہ لگا کر سرخ ہوگئی۔ یہ سرخی غالباً غصہ کی تھی۔

"معزز انطونی! یہ دولت اور یہ سازوسامان تو کچھ نہیں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "بات یہ کہ مصر کے کچھ اسرار ہیں۔ جنہیں وہاں کے حکمراں ہی جان سکتے ہیں اور انہیں معلوم

ہے کہ بہ وقت ضرورت دولت کہاں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ ان سونے کی رکابیوں، جاموں، قیمتی شراب اور کھانے پر کتنا خرچ آیا ہوگا۔"

"تقریباً ایک ہزار سترا۔"

"نہیں معزز انطونی! یہ تو تم نے نصف قیمت کا ہی اندازہ لگایا ہے۔ بہرحال یہ سب چیزیں ملکہ مصر کی طرف سے تمہارے افسروں کی نذر ہیں۔ اور یہ ہماری دوستی کا پہلا ثبوت ہے۔ اور یہ تو کچھ نہیں معزز انطونی! دیکھو میں ایک ہی گھونٹ میں دس ہزار سترا پی جاتی ہوں۔"

"ناممکن۔"

قلوپطرہ ہنسی اور اس نے ایک جام میں سرکہ لانے کا حکم دیا۔ سرکہ کا جام لاکر قلوپطرہ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ انطونی اپنی جگہ سے اٹھ کر قلوپطرہ کے قریب آ بیٹھا۔ اور جتنے لوگ وہاں تھے وہ گردنیں لمبی کر کر کے دیکھنے لگے کہ قلوپطرہ کا کیا کرتی ہے قلوپطرہ پھر ہنسی اس نے اپنے کانوں میں پہنے ہوئے آویزوں میں سے ایک کا موتی نکالا اور یہ وہی موتی تھا جو فرعون منقورا کے سینے میں سے زمردوں کے بعد نکالا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ اندازہ لگاتا، قلوپطرہ کا وہ موتی سرکے کے جام میں ڈال دیا گیا۔ وہ قدیم المثال موتی تیز سرکے میں گھل گیا۔ اب قلوپطرہ نے سرکے کا جام اٹھایا اور ایک ہی گھونٹ میں خالی کر گئی۔

"دوسرے جام میں سرکہ لاؤ۔" اس نے حکم دیا۔ "ابھی میرا جی نہیں بھرا۔"

اور اس نے دوسرے آویزے میں سے بھی موتی نکال لیا۔

"دیوتاؤں کی قسم اب بہت ہوگیا۔" انطونی نے قلوپطرہ کا ہاتھ پکڑلیا۔ اور عین اس وقت دیوتا جانیں مجھ پر کیسا جنون سوار ہوا کہ میں اونچی آواز میں پکار اٹھا۔

"ملکہ ایک گھنٹہ پورا ہوا۔ دوسرا گھنٹہ شروع ہورہا ہے اور منقورا کا غضب نازل ہونے کا وقت قریب ہے۔"

دفعتاً" قلوپطرہ کا رنگ سفید ہوگیا اور انتہائی غصہ اور خوف کے عالم میں میری طرف

ئی۔ لیکن دوسرے لوگ حیرانی سے میری صورت تکنے لگے۔ وہ حیران تھے کہ لفظوں مطلب ہوا۔

"منحوس غلام!" قلوپطرہ چلائی۔ "اگر پھر تم نے ایسے منحوس کلمات کہے تو گرم ں سے پیٹے جاؤ گے۔ سن لو ہرماسیس! کہ اب مجھ سے رحم کی توقع نہ رکھنا۔"

"کیا مطلب ہے اس شریر نجومی کا؟" انطونی نے پوچھا۔ "بولو نجومی صاحب یہ کون سے ب کی پیشن گوئی کر رہے ہو؟ یوں پہلیاں نہ بجھواؤ اور صاف صاف کہو۔"

"معزز انطونی! میں دیوتاؤں کا خادم ہوں۔ چنانچہ دیوتا جو میرے دل میں ڈال دیتے ہ میرے لب پر آجاتی ہے تاہم یہ ضروری نہیں کہ میں اس کے مطلب سے بھی ہوں۔ بہت سی پیشن گوئیوں کا مطلب مجھ پر واضح نہیں کیا جاتا۔"

"تو تم دیوتاؤں کے خادم ہو۔ اور میں دیویوں کا خادم ہوں۔" انطونی نے کہا۔ "اور تم ہوی دیویوں کی پرستش دیوتاؤں کی پرستش سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ اور یہ بات تو ہم دونوں میں مشترک ہے کہ دیویاں جو بات میری دل میں ڈال دیتی ہیں۔ میں بھی مطلب نہیں سمجھ سکتا۔" اور یہ کہہ کر انطونی نے معنی خیز نظروں سے قلوپطرہ کو ب

"اس منحوس غلام کی باتیں بہت ہو چکیں۔" قلوپطرہ نے بھویں سکیڑ کر کہا۔ "کل ہم ے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔ غلام! تم جاؤ۔"

ں سلام کر کے رخصت ہوا۔ اور جب کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو میں نے انطونی کو سنا۔

"تمہارا یہ نجومی ہر چند کہ غلام ہے لیکن ملکہ اس کے بشرے سے شاہی جلال عیاں صرف یہی نہیں بلکہ وہ تاجداروں کی طرح ہوشیار اور زیرک بھی معلوم ہوتا ہے۔"

قلوپطرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کمرۂ طعام سے باہر آکر میں دروازے کے قریب ہی رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ دل میں ایک تلاطم بپا طبیعت پریشان تھی۔ دیوتا جانیں میں کب تک یوں "چہ کسم" کی حالت میں کھڑا رہا

کہ دفعتاً" کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے گھوم کر دیکھا یہ شارمن تھی۔ کھانا ختم ہونے کے بعد وہ موقع غنیمت جان کر کمرے سے نکل آئی تھی' اور یہ حقیقت ہے کہ میں جب بھی کسی مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہوتا' شارمن' کہیں نہ کہیں سے تائید غیبی کی طرح آجاتی تھی۔

"میرے ساتھ آؤ۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔ "تمہاری جان خطرے میں ہے۔"

میں اس کے ساتھ ہولیا۔

"کہاں لے جارہی ہو مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں۔" اس نے جواب دیا۔ "گھبراؤ نہیں قلوپطرہ کی خادماؤں کو اپنی عزت کا خوف نہیں ہوتا۔ ان کے کرتوتوں سے ہر آدمی واقف ہے۔ اگر کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو یہی خیال کرے گا کہ ملکہ کی خادمہ اپنے عاشق کے ساتھ گلچھڑے اڑانے جارہی ہے۔"

اور ہم لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے جہاں سے ایک زینہ شروع ہوتا تھا۔ زینہ طے کرنے کے بعد ہم ایک تنگ گزر گاہ میں کھڑے تھے۔ چند قدم چلنے کے بعد ہم دوسرے دروازے کے سامنے پہنچے جو دائیں طرف کی دیوار میں تھا۔ شارمن اس دروازے میں داخل ہوگئی۔ میں اس کے پیچھے تھا۔ اور اب ہم ایک تاریک کمرے میں کھڑے تھے۔ شارمن نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر چھت سے ٹنگی ہوئی شمع جلادی۔ اور اب میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ چھوٹا اور نیچی چھت والا کمرہ تھا۔ سامنے کی دیوار میں ایک روشندان تھا جو مضبوطی سے بند کردیا گیا تھا۔ کمرے کی دیواریں سفید تھیں اور ان سے لگی چار کرسیاں اور ایک کوچ رکھی ہوئی تھی۔ ایک طرف وزنی صندوق تھے جن میں غالباً کپڑے رکھے جاتے تھے۔ ایک طرف سنگھار میز تھی جس پر کنگھی' عطر اور زیب و زینت کی دوسری چیزیں بے ترتیب پڑی تھیں۔ بند روشن دان کے عین نیچے مسہری تھی جس پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔

"بیٹھ جاؤ ہراسیس۔" شارمن نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

ں بیٹھ گیا۔ شارمن میرے سامنے پلنگ پر بیٹھ گئی۔

جانتے ہو جب تم کمرہ طعام سے چلے گئے تو قلوپطرہ نے کیا کہا تھا۔" شارمن نے

نہیں۔"

ت اچھا' مجھ سے سنو۔ وہ تمہیں جاتے دیکھتی رہی اور جب تم کمرے سے نکل گئے ہائی ..... دیوس کی قسم اب میں زیادہ برداشت نہیں کرسکتی۔ ہراسیس آج تمہاری رات ہے۔ چند گھنٹے اور جی لو۔ کل تم قتل کردیئے جاؤ گے .... اس وقت میں ے جام میں شراب انڈیل رہی تھی اور اس کے یہ الفاظ سن کر کانپ اٹھی تھی۔"

م کیا کہہ رہی ہو! جو کچھ ہوچکا ہے اس کے بعد یقین نہیں آتا کہ وہ مجھے قتل ی۔"

یقین نہیں آتا بے وقوف آدمی؟ وہ وقت بھول گئے جب بزدل خواجہ سرا تمہیں نے والے تھے اور اس وقت تمہیں کس نے بچایا تھا؟ قلوپطرہ نے یا میں نے اور ے؟ سنو ہراسیس! میں جانتی ہوں کہ تم میں اور قلوپطرہ میں کیسے تعلقات قائم ران تعلقات کے بعد تمہیں واقعی یقین نہ آنا چاہئے کہ وہ عورت جو تمہارے بستر رہی ہو تمہاری جان کے درپے ہوجائے۔ بات یہ ہے کہ تم ایسے اندھے ہوگئے دیکھ ہی نہیں سکتے .... ٹھہرو۔ پہلے میری بات سن لو اور بیچ میں بولنے کی کوشش نہ قلوپطرہ کو نہیں جانتے۔ اس جیسی مکار اور بے وفا عورت اب زمانہ پیدا نہ کرسکے ں اس کی بے وفائی کا تجربہ نہیں۔ اور تم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس کے سینے میں دل ہے۔ اگر تم ایسے دیوانے نہ ہوگئے ہوتے تو بہت پہلے قلوپطرہ سے واقف ۔ لیکن افسوس! اس کے حسن نے تمہاری آنکھیں ایسی چوندھیا دیں کہ تم کچھ سکے۔ اگر اسے بغاوت ہوجانے کا خوف نہ ہوتا تمہیں وہیں اسکندریہ میں قتل ۔ لیکن چونکہ وہ تمہیں مصر میں قتل کرتے ڈرتی تھی اس لئے وہ تمہیں یہاں لے ر خاموشی سے تمہاری گردن ماردے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ اب تم

اسے دے بھی کیا سکتے ہو ہرماسیس؟ وہ تم سے جو چاہتی تھی وہ اسے مل گیا۔ اب وہ تم سے تھک گئی ہے۔ کسی ایک مرد کی رہنا قلوپطرہ کی فطرت کے خلاف ہے۔ وہ مردوں کو آ طرح چوس کر پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ وہ تمہیں چوس چکی ہے ... وہ جو چاہتی تھی اسے گیا۔ تمہاری محبت اور طاقت۔ اس نے تمہیں بادشاہ سے غلام بنادیا اور تم سے مقد خزانے کا راز اگلوا لیا۔ اسی کی جنسی خواہش بھی تم سے پوری ہو چکی۔ اب تم قلوپطرہ لئے محض بے کار ہو اور وہ تم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"مقدس خزانہ! یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

مجھے سب معلوم ہے۔ کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں۔ بہرحال تم نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ مقدونی ملکہ اس خزانے کو' جو مصر کی فلاح و بہبود کے لئے تھا' کس طرح خر رہی ہے۔ تم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اس نے تم سے شادی کرنے کا وعدہ بھی وفا نہ کیا۔ بھی اگر تمہاری آنکھیں نہ کھلیں تو افسوس ہے تم پر۔"

"ہاں میں نے یہ سب کچھ دیکھا شارمن۔ بعد میں بھی اس نے قسم کھا کر مجھے ی دلایا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔" "یہ ٹھیک ہے۔

"اس نے قسم کھائی تھی!" شارمن نے کہا۔ "بہت اچھا! میں یہ بھی تمہیں دکھا گی کہ وہ تم سے کیسی محبت کرتی ہے۔ جانتے ہو یہ گھر پہلے کیا تھا؟ کاہن کی درس گاہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کاہنوں کے گھروں اور درسگاہوں میں خفیہ راستے اور درواز ہوتے ہیں۔ یہ کمرہ جس میں ہم بیٹھے خاص کاہن اعظم کا کمرہ تھا۔ اور دوسرا کمرہ جو کمرے سے ملا ہوا ہے۔ نو آموز کاہنوں کے جمع ہونے کا کمرہ تھا۔

"یہاں کی ایک بوڑھی خادمہ نے مجھے یہ سب باتیں اور یہاں کے خفیہ راستے بتائے ہیں۔ اور اب میں تمہیں وہ منظر دکھا سکتی ہوں جسے دیکھ کر یقیناً تمہاری عقل پر پڑ ہوئے پردے اٹھ جائیں گے ہرماسیس! اب بے حد خاموشی سے میرے ساتھ آؤ۔ تمہا ذرا سی لغزش ہم دونوں کی جان لے سکتی ہے۔"

اس نے شمع بجھادی اور میرا ہاتھ پکڑ کے کمرے کے ایک کونے میں لے گئی۔ وہاں

نے کوئی کل دبائی۔ بغیر کسی آواز کے دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھل گیا۔ ہم میں داخل ہوگئے۔ شارمن نے پھر کوئی کل دبائی اور دروازہ بند ہوگیا۔ اب ہم ے میں کھڑے تھے جس کی لمبائی پانچ کیوفٹ اور چوڑائی چار کیوفٹ ہوگی۔ کہیں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں اور ہلکا سا اجالا بھی' میں نہیں جانتا تھا کہ ں اور اجالا کہاں سے آرہا تھا۔ ہم جس کمرے میں تھے اس میں نہ تو شمع جل رہی وہاں نہ کوئی آدمی ہی تھا۔ شارمن نے مجھے وہیں کھڑے رہنے کا اشارہ کرکے دیوار کے قریب گئی۔ کچھ دیر تک وہیں کھڑی دیوار کو دیکھتی رہی۔ پھر وہ پنجوں چل کر میرے قریب آئی۔ ناک پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مجھے ر کے قریب لے گئی۔ اس دیوار میں دو سوراخ بنے ہوئے تھے جن کے ذریعہ آدمی طرف دیکھ سکتا تھا۔ لیکن یہ سوراخ اس ڈھنگ سے بنائے گئے تھے کہ دوسرے میں سے نظر بھی نہ آتے تھے۔ یعنی اس کمرے میں بیٹھنے والے کے وہم و گمان میں ہوتا کہ انہیں دیکھا جارہا ہے اور وہ کچھ جو کہہ رہے ہیں اس کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔ کیونکہ اس طرف کی دیوار میں مورتیاں تراشی ہوئی تھیں اور یہ سوراخ ان کی آنکھیں تھیں ....

نے ایک سوراخ سے آنکھ چپکادی اور دیکھا کہ چھ کیوفٹ نیچے ایک بے حد سجا تھا جس میں بہت سے شمعیں روشن تھیں۔ یہ قلوپطرہ کی خواب گاہ تھی اور ہم دس کیوفٹ دور ایک کوچ پر قلوپطرہ نیم دراز تھی اور اسی کوچ پر انطونی بیٹھا ہوا

چھا یہ تو بتاؤ۔" قلوپطرہ نے نیچی آواز میں کہا۔ ہم اس کے منہ سے نکلا ہوا ایک صاف طور سے سن سکتے تھے۔ کیونکہ کمرہ کچھ اس ڈھنگ سے بنایا گیا تھا کہ نیچے ں جو بھی کہا جاتا اوپر کے کمرے میں' جہاں میں اور شارمن تھے' صاف سنائی

تو بتاؤ معزز انطونی ہماری دعوت کیسی رہی۔"

ت شاندار۔" انطونی نے اپنی **گونجدار** آواز میں جواب دیا۔ "میں بہت سی

دعوتوں میں شریک ہوا ہوں۔ لیکن دیوتاؤں کی قسم ایسی دعوت کسی بادشاہ کے یہاں ا
کسی ملک میں نہ دیکھی۔ میں ایک اکھڑ سپاہی ہوں اور شاعروں کی طرح حسن کی تعریف
نہیں کرسکتا۔ تاہم اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بہت سی عورتیں دیکھیں لیکن دیوتا گواہ
تم جیسی حسین عورت آج تک نظر سے نہیں گزری۔ تمہارے ہونٹ جزیرۂ قبرص
شراب سے زیادہ سرخ، تمہارے رخسار پھولوں سے زیادہ شاداب تمہارے بال کاجل
زیادہ کالے ہیں۔ اور تمہارے بدن کی خوشبو کے آگے دنیا کے بہترین عطر ہیچ ہیں ا
تمہاری آنکھوں کے سامنے نیلم کی کوئی حقیقت نہیں۔"

"ہیں!" یہ میں کیا سن رہی ہوں! معزز انطونی میری تعریف کر رہے ہیں۔ "وہی انط
جن کے خط کے الفاظ ایسے کرخت اور توہین آمیز تھے۔"

"آہ! قلوپطرہ تمہاری دعوت مجھے عمر بھر یاد رہے گی۔ اور اس موتی کو بھی نہ بھولوں
جسے تم سرکے میں گھول کر پی گئی تھیں .... اور تمہارے اس منحوس نجومی نے منقورا
غضب کا کیوں ذکر کیا تھا؟ کیا مطلب تھا اس کا۔"

قلوپطرہ کے چہرے سے لمحہ بھر کے لئے خوف کے آثار ظاہر ہوئے۔

"میں نہیں جانتی کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ بات یہ ہے کہ چند دنوں پہلے میرا یہ نج
سپاہی سے جھگڑ پڑا تھا۔ سپاہی نے غصہ میں آکر اس کے سر پر تلوار کا دستہ دے مارا۔
سے اس بے چارے کے دماغ میں فتور آگیا ہے۔"

"نہیں قلوپطرہ! وہ پاگل تو معلوم نہیں ہوتا۔ اب تک اس کی آواز میرے کانوں
گونج رہی ہے۔ اس کی آواز میں کوئی خاص بات تھی .... جیسے وہ دیوتاؤں کی آواز ہو
اور۔ وہ تمہیں عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت بھی تھی اور شد
نفرت بھی۔"

"وہ بے حد عجیب آدمی ہے اور بے حد عالم۔ پورے مصر میں اس کا سا عالم کوئی اور
ہوگا۔ بعض دفعہ میں اس سے ڈرنے لگتی ہوں۔ یہ آدمی مصر کے قدیم اور پراسرار علو
سے واقف ہے۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ یہ میرا نجومی فراعنہ مصر کی اولاد ہے اس نے مج

کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن دیوتاؤں کی مہربانی سے میں اس پر غالب آگئی لیکن
نے اسے قتل نہ کیا۔ کیونکہ وہ مصر کے بہت سے اسرار جانتا ہے اور میں خود یہ اسرار
لوم کرنا چاہتی تھی۔ اور سچ ہے انطونی کہ مجھے اس کی عقلمندانہ باتوں سے عشق تھا۔ افوہ!
ری دنیا کا علم جانتا ہے وہ۔"

"دیوتاؤں کی قسم میں اس نجومی سے حسد کرنے لگا ہوں۔ ہاں تو تمہیں اس کی باتوں
، عشق تھا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ خود اس سے بھی رہا ہوگا .... لیکن کیا اب نہیں رہا۔"

"نہیں۔ میں اس سے جو کچھ حاصل کرنا چاہتی تھی کرچکی اور اب اس سے ڈرنے کی
ئی وجہ نہیں۔ اس کا ادنیٰ سا ثبوت تو یہ ہے کہ پہلے اس کی جگہ میرے تخت کے پہلو میں
ھ۔ لیکن اب وہ تخت کے پیچھے غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے کسی مفتوح
اہ نے، جو تمہاری فتح کے جلوس میں زنجیروں سے جکڑا تمہاری رتھ کے پیچھے چل رہا ہو۔
ئی ذلت محسوس نہ کی ہوگی جتنی کہ یہ مصری شہزادہ میرے تخت کے پیچھے کھڑے رہ کر
وس کرتا ہے۔"

اور شارمن نے اپنا ہاتھ میری پشت پر رکھ دیا۔ جیسے کہ وہ مجھے تسلی دے رہی ہو۔

"بہرحال اب وہ اپنی بدشگونی سے ہمیں پریشان نہ کرسکے گا۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "کل
اوہ قتل کردیا جائے گا اور کوئی جانے گا بھی نہیں کہ ہرماسیس نام کا آدمی کون تھا اور کہاں
؟ میں اس کے قتل کا پختہ ارادہ کرچکی ہوں .... سچ تو یہ ہے کہ میں اس وقت بھی ڈر
ی ہوں اور یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے کہ وہ اسی کمرے میں ہے اور ہماری باتیں سن
ا ہے۔ اف عجیب پراسرار آدمی ہے۔ اور وہ جب تک زندہ ہے مجھے چین نصیب نہ ہوگا
نہیں۔ بہتر ہے کہ اسے اسی وقت قتل کروا دیا جائے۔"

اور وہ اٹھنے لگی۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ صبح قتل کروا دینا۔" انطونی نے قلوپطرہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اس
ت سپاہی اور جلاد شراب پیے ہوئے ہیں۔ اور اسے قتل نہ کرسکیں گے۔ اس کے علاوہ
تے میں کسی کو قتل کردینا میرے نزدیک بڑی ذلیل حرکت ہے۔"

"صبح! انطونی کیا پتہ صبح تک کیا ہوجائے۔ بہت ممکن ہے وہ فرار ہی ہوجائے تم اس نجومی کو نہیں جانتے' بڑے لمبے کان ہیں اس کے۔ اور پھر اس نے روحوں کو قبضے میں کر رکھا ہے اور جب چاہے انہیں بلا سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس نجومی کی روح اس کے بدن سے الگ ہوکر یہاں آگئی ہو۔ اور اسی کوچ پر بیٹھی باتیں سن رہی ہو۔ دیوتاؤں کی قسم میں اسے اپنے قریب ہی محسوس کر رہی ہوں۔ بے حد پراسرا آدمی ہے' وہ اور عجیب قوتوں کا مالک۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ صبح ہی سہی ....

"انطونی! زحمت تو ہوگی لیکن میرے سر پر سے تاج اتار لو' چبھ رہا ہے۔ آہستہ سے اتارنا کہیں تم میرے ماتھے کو زخمی نہ کردو .... معاف کرنا انطونی تم سے ایک مشاطہ کی خدمت لے رہی ہوں۔"

اور وہ ہنسی۔

انطونی نے قلوپطرہ کے سر سے تاج اتار لیا اور پھر کہا۔

"قلوپطرہ! لو اپنا تاج واپس لو۔ میں تمہیں تمہارا تاج واپس دیتا ہوں' میں تم سے تمہارا تاج کبھی نہ چھینوں گا بلکہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی حفاظت کروں گا۔"

"معزز انطونی کا مطلب سمجھی نہیں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ملکوتی تبسم ناچ رہا تھا۔

"قلوپطرہ! تم یہاں ان الزامات کی جوابدہی کے لئے طلب کی گئی تھیں جو تم پر لگائے گئے ہیں۔ اور یقین کرو اگر تمہاری جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو وہ ایک خود مختار ملکہ کی طرح اسکندریہ واپس نہ جاتی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ غلط نہیں ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ تم حسین ہو میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ دیکھو قلوپطرہ! عورت کا حسن کتنی بڑی چیز ہے۔ یہی حسن ہے جو باشاہوں کو ان کے فرائض بھلا دیتا ہے۔ اور اندھے قانون کا دل موم کردیتا ہے۔ حسن کے جادو کے سامنے آدمی بھول جاتا ہے کہ اس حسین ساحرہ نے اس کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ حسن کے علاوہ کوئی دوسری چیز تمہیں ان الزامات سے بری نہ کرواسکتی۔ لیکن قلوپطرہ تم بہت حسین ہو اور اس حسن کے

...ل میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ اپنا تاج واپس لو قلوپطرہ! اور انطونی کے وعدہ کا اعتبار ...ہ کہ وہ آخری دم تک اس تاج کی حفاظت کرتا رہے گا۔ ہرچند کہ یہ بخشا ہوا تاج ...یں وزنی معلوم ہوگا لیکن یقین کرو وہ تمہارے ماتھے کو زخمی نہ کرے گا۔"

"بے حد شاندار الفاظ میں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "اور تم جیسا فاتح ہی یہ الفاظ کہہ سکتا ...۔ اپنی پچھلی لغزشوں کے متعلق .... اگر مجھ سے کچھ لغزشیں ہوئی ہوں۔ میں صرف یہ ...سکتی ہوں کہ اس وقت میں رحم دل انطونی سے واقف نہ تھی۔ انطونی سے واقف ...نے کے بعد کون ہوگا جو اس کی لفت کرے! کم سے کم کوئی عورت تو نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ...ونی عورتوں کے نزدیک ایک دیوتا ہے جو ان کے دل پر قبضہ کرلیتا ہے۔ حیران ہوں کہ ...کیا کہوں اور کن الفاظ میں تمہاری تعریف کروں؟"

"انطونی! لاؤ تاج میرے سر پر رکھ دو۔ میں اسے تمہارا تحفہ سمجھوں گی اور اسے اپنی ...سے زیادہ عزیز رکھوں گی۔"

"اور اب میں انطونی کی تابع فرمان اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور میرے ذریعہ پورا مصر ...نی کے سامنے سر جھکائے گا۔ آج سے انطونی روم کا ہی نہیں مصر کا بھی فرمانروا ہے۔"

قلوپطرہ کے سر پر تاج رکھنے کے بعد انطونی سامنے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے ...ں کے کونے کانپنے لگے۔ رخسار پھڑکنے لگے۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوگئے ...پھر وہ بے چین ہوکر بے اختیار آگے بڑھا اور قلوپطرہ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اس ...ہونٹ چوم لئے۔ اور اب وہ دیوانوں کی طرح قلوپطرہ کے رخسار' گردن' آنکھیں اور ...ٹ چوم رہا تھا۔

"قلوپطرہ! قلوپطرہ!" اس نے ملکہ کے ہونٹ تین دفعہ چوم کر گہری گہری سانسوں کے ...یان کہا۔ "میں تمہیں چاہتا ہوں۔ اتنی شدت سے میں نے پہلے کبھی کسی کو نہیں چاہا ..."

قلوپطرہ نے مسکرا کر اپنے آپ کو انطونی کے بازوؤں سے چھڑایا اور عین اسی وقت ...کے سر پر سے تاج گر کر لڑھکتا ہوا کمرے کے اندھیرے کونے میں جا پڑا۔ اور یہ تاج کا

گرنا انطونی اور قلوپطرہ کی تباہی کا شگون تھا۔ دیوتاؤں کی اس نشانی کو میں نے سمجھ لیا۔ لیکن وہ دونوں اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اگر ہوتے بھی تو وہ دونوں اس اشارے کو نہ سمجھ سکتے۔

"تم مجھے چاہتے ہو۔" قلوپطرہ نے مسکرا کر کہا۔ "کیسے یقین کرلوں انطونی؟ تم شادی شدہ ہو اور اپنی بیوی فلویا کو سب سے زیادہ چاہتے ہو۔"

"نہیں قلوپطرہ! مجھے فلویا سے محبت نہیں۔ میں تمہیں' صرف تمہیں چاہتا ہوں۔ جب سے میں بالغ ہوا ہوں عورتوں کا شیدائی رہا ہوں اور عورتیں بھی میری شیدائی رہی ہیں۔ لیکن اے دنیا کی حسین ترین ملکہ! جتنا تو نے مجھے بے چین کیا ہے پہلے کوئی عورت نہ کرسکی تھی!"

"آہ قلوپطرہ۔ میں تجھے چاہتا ہوں۔ میرے جسم میں آگ بھڑک رہی ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ کیا تم بھی مجھ سے محبت کرسکو گی قلوپطرہ؟ میری شہرت' قوت اور دولت سے نہیں بلکہ خود مجھ سے۔ انطونی سے؟ اس انطونی سے جو عیش پسند ہے' جس میں بہت سی اخلاقی کمزوریاں ہیں اور جو شراب کا عادی ہے لیکن جو کمینہ اور بزدل نہیں ہے۔ جو کبھی دوست سے بے وفائی نہیں کرتا۔ ایک دفعہ جس کا ہاتھ پکڑتا ہے مرتے دم تک پکڑے رہتا ہے۔ آہ! قلوپطرہ۔ کہو تم مجھ سے محبت کرسکو گی؟ بولو قلوپطرہ! تمہارا ایک لفظ مجھے اتنی مسرت بخش سکتا ہے جو میں پورے روم کا خودمختار بادشاہ بن کر بھی حاصل نہیں کرسکتا۔"

اور جب وہ ایک عالم بے خودی میں بول رہا تھا تو قلوپطرہ کی نگاہیں اس پر گڑی تھیں اور آج پہلی دفعہ مجھے ملکہ کی آنکھوں میں سچی اور بے لوث محبت کی چمک نظر آئی۔ یہ واقعی ناقابل یقین سی بات تھی۔

"انطونی! تمہاری صاف گوئی سے میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "کتنی شیرنی اور کیسا خلوص ہے تمہارے لفظوں میں' انطونی! کون عورت نہ چاہے گی کہ دنیا کا فاتح اس کی محبت کا دم بھرتا ہو؟ .... اور حالات کے پیش نظر تمہاری یہ محبت اور تمہارے یہ پرخلوص الفاظ میرے لئے تو آب حیات سے کسی طرح کم نہیں۔ تم نہیں جانتے انطونی

ہ میری زندگی کتنی بے لطف اور بے رنگ رہی ہے۔ آج تک کسی نے مجھ سے محبت یں کی۔ اور نہ میں نے کسی سے محبت کی ہے۔ لیکن آج رات میری روح تمہاری روح ے ہم آغوش ہوگی۔ آج رات میرے دل کی دھڑکنیں تمہارے دل کی دھڑکنوں سے ہم ہنگ ہوئی ہیں۔ آج پہلی دفعہ کسی نے مجھے خلوص سے چاہا ہے۔ اور انطونی! میں بھی ے اپنا دل دے چکی ہوں۔ میں تمہاری ہوں انطونی اور ہمیشہ تمہاری ہی رہوں گی۔ نطونی مجھے اپنی بانہوں میں لے لو اور میرے ہونٹوں پر اپنی محبت کی مہر لگادو۔ آؤ ہم قسم ھائیں کہ جب تک زندہ ہیں ایک دوسرے کے رہیں گے۔ آجاؤ انطونی جس طرح آج اری روح مل گئی ہے ہمارے جسم بھی مل جائیں۔ انطونی آج سے میں تمہاری ہوں۔ یشہ کے لئے تمہاری۔ آجاؤ میرے پاس آجاؤ اور آج ہم ــــ"

اور اس وقت شارمن نے مجھے وہاں سے ہٹالیا۔

"کہو ہرماسیس اب کیا کہتے ہو؟" جب ہم دوسرے کمرے میں آگئے تو شارمن نے ئے جلا کر پوچھا۔

"سوائے اس کے میں اور کیا کہہ سکتا ہوں شارمن کہ اب تک حقیقت میں میں ندھا تھا۔ لیکن آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

فرار

کچھ دیر تک میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔ ندامت، مایوسیاں اور اداسی میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ تو یہ تھا انجام، ناقابل یقین اور خلاف توقع انجام۔ اس کے لئے میں نے اپنی قسم توڑی تھی۔ اس کے لئے میں نے منقورا کے ہرم کا راز ظاہر کیا تھا، اسی کے لئے میں نے اپنا تاج و تخت کھویا تھا اور اسی لئے میں نے اپنی عزت اور شاید آنتی کی خوشیاں گنوائی تھیں۔ آہ! دنیا میں مجھ سا بدنصیب بھی کوئی نہ ہوگا۔ کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟

اس وقت میرے دل میں ایک طوفان بپا تھا اور اس طوفان میں بھی رشک و رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ کیونکہ میں اس عورت کو چاہتا تھا جو اس وقت انطونی کے ساتھ...... ہائے! یہ خیال ہی میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ میرے دل میں طوفان اٹھا، گلے میں پھندے سے پڑ گئے اور پھر...... پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

شارمن دوڑ کر میرے پاس آکھڑی ہوئی اور میں نے دیکھا کہ وہ بھی رو رہی تھی۔

"رو نہیں ہرماسیس" اس نے کہا، "تمہیں روتے دیکھ کر میرا کلیجہ پھٹتا ہے۔ دیوتاؤں کے لئے نہ روؤ...... ہائے! تم پہلے ہی کیوں نہ سنبھل گئے۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج تم فرعون ہوتے...... ہاں مصر کے فرعون ہوتے نہ کہ قلوپطرہ کے غلام بہرحال جو ہونا تھا وہ ہو چکا تم سن ہی چکے کہ وہ حسن فروش مکار عورت کل صبح تمہیں جلادوں کے حوالے کردے گی۔

"اور یہ اچھا ہی ہوگا شارمن۔"

"نہیں یہ اچھا نہ ہوگا۔ اگر تم قتل کر دیئے گئے تو یہ قلوپطرہ کی تم پر آخری اور سب سے بڑی فتح ہوگی۔ نہیں ہرماسیس تم سب کچھ گنوا چکے ہو۔ اب صرف زندگی تمہارے پاس رہ گئی ہے اور جبتک زندگی ہے تب تک امید بھی قائم ہے اور اسی کے ساتھ انتقام کی تڑپ اور آرزو۔

"انتقام" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ہاں۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔ انتقام۔ انتقام،

رمن میں قلوپطرہ سے انتقام لوں گا...... ضرور لوں گا۔

"لیکن یہ یاد رکھو ہرماسیس کہ انتقام ایک ایسا تیر ہے جو غلط چلانے والے کو ہی زخمی رجاتا ہے، اور مجھے اس کا تجربہ ہے۔" شارمن نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا"۔ لیکن یہ وں کرنے کا وقت نہیں ہے اور نہ ہی اسے بے کار باتوں میں گنوانا چاہیئے۔ افسوس نے اور رونے کے لئے پوری عمر پڑی ہے یہ کام کا وقت ہے۔ ہرماسیس صبح ہونے سے لے ہی تمہیں یہاں سے فرار ہو جانا چاہئے۔

سنو! ایک جہاز کل اسکندریہ سے خشک میوہ اور دوسری چیزیں لے کر یہاں آیا ہے جو پھٹنے سے کچھ پہلے پھر اسکندریہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ میں تمہیں شاہی تاجروں کا س لائے دیتی ہوں تم اسے پہن لو۔ پھر میں جہاز کے کپتان کے نام جو مجھے جانتا ہے ایک ہ لکھ دوں گی اور وہ تمہیں اپنے جہاز میں سوار کراکے اسکندریہ لے جائے گا۔ وہ چونکہ یں نہیں جانتا اس لئے تمہیں شاہی تاجر سمجھے گا اور تم بخیر خوبی اسکندریہ پہنچ جاؤ گے۔ و کیا خیال ہے؟

"ٹھیک ہے شارمن" میں نے اداسی سے کہا۔ میرا انجام کیسا بھی ہو اب مجھے اس کی انہیں۔

اچھی بات تم یہاں ذرا دیر آرام کرو تب تک میں سارے انتظامات مکمل کرلوں۔ اور وبہت رنج نہ کرو۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ ایک دوسری ہستی بھی ایسی ہے جو تم سے کئی نا زیادہ رنجیدہ ہے۔

اور وہ مجھے اسی کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ اگر میرے دل میں انتقام لینے کا خیال جڑ پکڑ گیا ہوتا تو شاید میں پاگل ہو جاتا۔ میرا دل مایوسیوں اور غموں کی بھیانک تاریکیوں میں اتھا اور اس اندھیرے میں صرف ایک چیز راہبر تارے کی طرح چمک رہی تھی۔ انتقام کا ل میں انتقام لوں گا...... ضرور لوں گا۔

کچھ دیر بعد شارمن آگئی وہ کپڑے کا چھوٹا سا گٹھڑ بغل میں دبائے مطمئن نظر آتی تھی۔

لو انتظام ہو گیا۔ اس نے کہا۔ اس گٹھڑ میں شاہی تاجر کا لباس، لکھنے کی تختی اور

دوسری ضروری چیزیں باندھ دی ہیں۔ میں بروٹوس کو اطلاع دے آئی ہوں کہ پوپھٹنے سے کوئی ایک گھنٹہ پہلے ایک شاہی تاجر یہاں سے نکل کر بندرگاہ کی طرف جائے گا۔ چنانچہ وہ اسے نہ روکے' میں سمجھتی ہوں کہ بروٹوس سمجھ چکا ہے کہ یہ شاہی تاجر کون ہو گا۔ کیونکہ اس نے جماہی لے کر کہا کہ اگر تاجر نے لفظ شناخت "انطونی" کہا تو ایک چھوڑ سو تاجر بلا روک ٹوک جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ اور یہ رہا کپتان کے نام رقعہ لیکن کہیں غلطی سے کسی دوسرے جہاز میں سوار نہ ہو جانا۔ خوب یاد کر لو کہ یہ جہاز بندرگاہ سے ذرا بائیں طرف ہٹ کر لنگر انداز ہے اور اس پر سیاہ چمکدار روغن کیا گیا ہے اس کے علاوہ جس وقت تم بندرگاہ پر پہنچو گے تو اس وقت اسی جہاز کے ملاح لنگر اٹھانے کی تیاریاں کر رہے ہوں گے۔ اچھا اب تم کپڑے بدل لو۔ میں باہر ٹھہرتی ہوں۔

شارمن کے جانے کے بعد میں نے اپنے فوق البھڑک لباس کے چیتھڑے اڑا کر اسے پیروں تلے مسل ڈالا۔ پھر شاہی تاجر کا لباس پہنا' لکھنے کی تختیاں کمر کے گرد لٹکائیں' پیروں میں بغیر ایڑی کے پیر تلے پہنے اور سر پر تاجروں کی اونچی ٹوپی رکھی اور پٹکے میں ایک چاقو اڑس لیا۔ جب میں کپڑے پہن چکا تو شارمن کمرے میں داخل ہوئی اور مجھے غور سے دیکھنے لگی۔

"نہیں۔ تم اب بھی وہی ہرماسیس ہو جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔" اس نے کہا۔ "لباس آدمی کا چہرہ نہیں بدل سکتا۔ ٹھہرو۔"

اس نے سنگھار میز سے قینچی اٹھائی اور مجھے بیٹھ جانے کو کہا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر شارمن نے میرے لانبے بال جو کندھے تک آتے تھے کاٹ دیئے۔ اب میرے سر پر چھوٹے چھوٹے بال رہ گئے تھے۔ پھر اس نے وہ چیز اٹھائی جسے عورتیں اپنی آنکھیں کالی کرنے کے لئے لگاتی ہیں۔ اس نے اس چیز کا ہلکا لیپ میرے چہرے اور ہاتھوں پر کر دیا۔ تاکہ میری جلد کا سفید رنگ دب جائے۔ پھر اس نے یہی چیز میری پیشانی کے زخم کے نشان پر مل دی۔

"اب تمہیں کوئی پہچان نہ سکے گا۔" وہ ہنسی۔ "کیا صورت نکل آئی ہے! دیوتاؤں کی

ایک دفعہ تو میں بھی دھوکا کھا جاؤں۔ اوہو۔ ایک خاص چیز تو میں بھول ہی گئی۔"

اور اس نے ایک صندوق کھول کر سونے کے سکوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی "یہ اس نے تھیلی میرے ہاتھ میں رکھ دی۔ "راستے میں تمہیں روپے کی ضرورت پڑے گی"

"نہیں شارمن! میں یہ روپے نہ لوں گا آخر تمہیں بھی تو......"

"باتیں نہ بناؤ اور لے لو یہ تھیلی مجھے سیپانے دی تھی تاکہ میں اسے اپنے مقصد کے لئے صرف کروں۔ چنانچہ تم سے بڑھ کر اس کا اور کون حق دار ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اگر کبھی مجھے روپے کی ضرورت ہوئی تو میں جتنا چاہوں گی انطونی سے لے سکوں گی۔ چنانچہ انکار کی زحمت نہ کرو اور...... ابھی تم پوری طرح تاجر نہیں بنے۔ کچھ کسر رہ گئی ہے۔"

پھر اس نے ایک کمبل میرے کندھے پر ڈال دی اور ایک چرمی تھیلے میں ایک چادر اور زائد کپڑوں کے کیساتھ سیاہ رنگ کی ڈبیہ بھی رکھدی کہ میں اپنے چہرے پر رنگ ملتا رہوں اور میرا راز فاش نہ ہو۔ پھر اس نے میرے اتارے ہوئے لباس کے چیتھڑے اٹھا کر خفیہ دروازے کے پیچھے ڈال دیئے اور اب سارے انتظامات مکمل تھے۔

"تو اب میرے رخصت ہونے کا وقت آ گیا کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کچھ دیر اور صبر کرو صرف ایک گھنٹہ کا ہی ہمارا تمہارا ساتھ ہے۔ اس کے بعد شاید جیتے جی تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں گی۔"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"میری تلخ کلامی کو معاف کر دینا ہرماسیس۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں' نمک کے پہاڑ سے جو چشمہ پھوٹے گا اس کا پانی تلخ ہی ہو گا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ ایک راز...... ایک راز افشا کرنا چاہتی ہوں جو...... جو تمہیں رنجیدہ کر دے گا۔"

وہ میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی کانپ رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ مردے کی طرح ہو گیا تھا اور آنکھیں پھیل گئیں تھیں۔ دو دفعہ اس نے بولنے کی کوشش

کی، اس کے ہونٹ ہلے مگر کوئی آواز نہ نکلی۔ آخر کار بڑی کوششوں کے بعد اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمہیں حقیقت سے بے خبر نہیں رکھ سکتی۔ سنو ہرماسیس.....وہ.....وہ پولوس نہ تھا۔ میں..... میں نے غداری کی تھی۔"

میں شدید غصہ کے عالم میں پیر پٹخ کر اٹھ کھڑا ہوا اور شارمن نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھ جاؤ ہرماسیس۔" اس نے کہا۔ پہلے میری پوری بات سن لو اس کے بعد جو جی چاہے کرنا۔ اور مجھے جو سزا چاہے دے لینا۔ سنو ہرماسیس عجیب پہلی دفعہ میں نے تمہیں سیپا کے گھر میں دیکھا تو اسی وقت سے میں تمہیں چاہنے لگی۔ اور میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں اس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے تمہیں قلوپطرہ سے جتنی محبت ہے اس سے دگنی۔ تگنی بلکہ کئی گنا زیادہ میری محبت ہے۔ دن بدن میری یہ محبت شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک میں تمہارے لئے صرف تمہارے لئے جینے لگی۔ لیکن تم پتھر دل نکلے۔ تم مجھے عورت کے بجائے آخر تک ایک بے جان اور بے حس چھینی سمجھتے رہے۔ جس سے تم اپنی قسمت تراش رہے تھے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ تمہارے دل کی موج اس تباہ کن دیوار کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جس سے ٹکرا کر تمہاری زندگی آج پاش پاش ہو گئی۔ اور پھر وہ منحوس رات آئی جب تم نے میرا رومال تو پھینک دیا اور قلوپطرہ کا دیا ہوا پھولوں کا مکٹ اپنے سر پر رکھ لیا۔ میں پردے کے پیچھے چھپی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اور اس وقت میرے دل کی جو حالت تھی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا..... تم قلوپطرہ کے سامنے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگے اور میرے دل میں رشک و رقابت کی ایسی تند و تیز آگ بھڑکی کہ اس میں میری سمجھ بوجھ سب کچھ جھلس گئی اور تم نے مجھے سخت سست کہا بلکہ میرا اور میری محبت کا مذاق بھی اڑایا..... اور یوں تم نے اس آگ کو ہوا دی جو میرے دل میں بھڑک رہی تھی۔

ہرماسیس! یہ تمہاری حماقت تھی کہ تم نے میرا اور میری محبت کا مذاق اڑایا جب میں تمہارے کمرے سے نکلی تو میرا دماغ سن تھا مایوسی اور شدید غم نے مجھے شکنجے میں کس رکھا

مجھے یقین ہو چکا تھا کہ تم قلوپطرہ کو چاہتے ہو رشک و رقابت نے مجھے ایسا دیوانہ کیا ں چاہا کہ اسی وقت تمہارا راز قلوپطرہ سے جا کہوں...... لیکن میرے دل نے نہیں شارمن، آج نہیں..... صبر سے کام لو۔ ممکن ہے کہ کل یہ پتھر دل تمہاری طرف مائل ہو جائے۔ اور ہرماسیس! پھر "کل" آئی اور اس دن وہ سازش ہونے والی تھی اور تم فرعون بننے والے تھے۔ سب انتظامات مکمل ہو چکے تھے اور تمہیں یاد ہوگا کہ میں تمہارے پاس آئی۔ میں نے اشاروں کنایوں میں اپنی محبت کیا، اور تم نے مجھے پھر ٹھکرا دیا...... اور میں جانتی تھی کہ میری محبت کیوں ٹھکرائی تھی۔ اس لئے کہ تم قلوپطرہ کو چاہتے تھے۔ جسے تمہیں قتل کرنا تھا اور جسے تم قتل کر ہے..... کیونکہ تم خود بھی اپنی اس محبت سے واقف نہ تھے۔ وہ اس وقت رشک و ت سے پاگل ہو گئی اور پھر میں نے وہ شرمناک کام کیا جو شاید کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ ی وقت قلوپطرہ کی خوابگاہ میں گئی اور یہ کہہ کر کہ تمہارے کمرے سے ایک خفیہ تحریر ہے، میں نے تمہاری سازش سے قلوپطرہ کو آگاہ کر دیا...... اسی پر بس نہ کرتے یں نے اسے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے جو اس سازش میں شریک تھے۔

ں خاموش بیٹھا غصہ اور حیرت سے شارمن کی باتیں سنتا رہا تھا اور وہ میری طرف نظروں سے دیکھتی ہوئی کانپتی آواز میں کہے جا رہی تھی۔

جب قلوپطرہ کو معلوم ہوا کہ سازش گہری ہے تو وہ گھبرا گئی اور اس نے شام یا قبرص نے کا ارادہ کیا۔ لیکن جب میں نے اسے بتایا کہ وہ محل سے باہر بھی نہیں نکل سکتی۔ سازشیوں نے سب راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اب تو وہ بہت پریشان ہوئی ی پریشانی کے عالم میں اس نے فیصلہ کیا کہ جب تم اس کی خوابگاہ آؤ گے تو وہ تمہیں رے گی۔ اور میں خوش خوش اس کی خوابگاہ سے نکل آئی کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ اگر تم میرے نہیں ہو سکے تو قلوپطرہ کے بھی نہ ہو سکو جتنا کہ تمہاری موت کے خیال سے ہی میرا دل لرزتا تھا۔ لیکن میں مطمئن تھی کہ وپطرہ کی آغوش میں نہ دیکھوں گی۔"

لیکن میں ابھی کہہ چکی ہوں کہ انتقام ایک ایسا تیر ہے جو بعض دفعہ چلانے والے کو ہی زخمی کر دیتا ہے۔ اور یہی میرے ساتھ ہوا۔ میرے رخصت ہونے کے بعد اور تمہارے آنے سے پہلے قلوپطرہ نے ایک دوسری ہی ترکیب سوچی۔ اس نے سوچا کہ تمہارے قتل سے مصر میں بغاوت ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس ۔ ، تمہیں اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا اور مصریوں کے سامنے تمہیں غدار ثابت کر دیا تو یہ سازش خود بخود ختم ہو جائے گی۔

"مصریوں کی سازش بہت گہری اور زبردست تھی اور ذرا سی لغزش قلوپطرہ کو تاج و تخت سے محروم کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے تمہارے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور ایک دوسری ہی ترکیب آزمائی۔ اور یہ تو تم جانتے ہی ہو ہرماسیس کہ اس نے کس طرح اس سازش کی جڑیں کمزور کر دیں۔ اور وہ تناور درخت جو کئی سال سے کھڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے گر پڑا۔ فتح قلوپطرہ کی ہوئی اور دوسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ میری یہ غداری بیکار گئی۔ مجھے شرم، ندامت اور ضمیر کی ملامت کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ اور اس غداری کا خمیازہ بے گناہ پولوس کو بھگتنا پڑا۔ اور جس آدمی کی محبت میں اندھی ہو کر میں نے اپنی قوم تو (ڑی) مصر کو ابدی غلامی کی زنجیر میں جکڑ دیا۔ وہی آدمی پکے ہوئے پھل کی طرح مصری فاحشہ ملکہ کی گود میں جا پڑا میں نے چاہا تھا کہ جو انصاف آخر وہی ہو کر رہا۔"

شارمن نے سر جھکا لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ منتظر تھی کہ میں کچھ کہوں گا۔ لیکن جب میں خاموش رہا تو اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ہرماسیس تم جو چاہو مجھے سزا دے لو میں سخت سے سخت سزا کی مستحق ہوں کیونکہ میرے گناہ یہ ایسے ہیں۔ لیکن کوئی سزا دینے سے پہلے میرے گناہوں کی داستان سن لو۔ تو یوں ہوا ہرماسیس کہ قلوپطرہ کو بھی تم سے انسیت ہو گئی اور اس نے تم سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور اس لئے اس نے ان سازشیوں کی بخش دیا جنہیں اس شادی کرنے کے بعد وہ مصر پر چین اور بے خوفی سے حکومت کر سکے گی۔ کیونکہ مصری یونانیوں سے نفرت کرتے ہیں، لیکن وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی مدد سے مصریوں میں ہر دلعزیز ہو سکتی تھی۔

ہیں تو اس نے پھر تم پر جادو چلایا اور تم نے حتھور کے حرم کا راز ظاہر کر دیا صرف بلکہ تم خود اسے لے کر حرم میں گئے اور مقدس خزانے لے آئے۔ اور دیکھو اسی ے رنگ رلیاں منائی جارہی تھیں۔ اور انطونی تمہاری قلوپطرہ کے حسن کے چرچے اہے خیر تو وہ تم سے شادی کرنے کے لئے بالکل تیار تھی۔ وہ اپنا وعدہ وفا کرنا چاہتی یونکہ خود تم وفادار رہے تھے۔ اس دن جب ولیوس انطونی کے خط کا جواب لینے و تھا قلوپطرہ نے دربار میں جانے سے پہلے مجھے طلب کیا۔ اور چونکہ وہ میری ہو ی قائل تھی اور مجھ پر اعتماد کرتی تھی اس لئے اس نے مجھ سے میری رائے پوچھی ، کیا کرنا چاہیے۔"

تم سے شادی کر کے انطونی کے خلاف اعلان جنگ کر دے یا انطونی کے بلاوے پر ، جائے۔

لیکن میرے دل میں رشک و رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ میں یہ برداشت نہ تھی کہ جو آدمی میرا نہ ہو سکا وہ یا قلوپطرہ کا شوہر بن جائے۔ چنانچہ میں نے شورہ دیا کہ وہ تم سے شادی کرنے کا خیال ترک کر دے اور انطونی سے ملنے چلی ۔

ولیوس سے مل چکی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ اگر قلوپطرہ طرسوس آئی تو پرست انطونی ملکہ کے قدموں میں آپڑے گا۔ اور ہرماسیس تم دیکھ ہی چکے ہو کہ ایسا ۔

میرا خیال تھا کہ اب تم قلوپطرہ کا خیال چھوڑ کر میری طرف مائل ہو جاؤ گے اور ے میں نے تمہیں وہ نظارہ دکھایا کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اب انطونی قلوپطرہ کا اور نی کی ہو چکی ہے لیکن خلاف توقع اس منظر نے تمہارا دل توڑ دیا۔ اور تمہارے تو میرا دل بھی ٹوٹ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے ہرماسیس کہ تم میرے نہیں ہو سکتے ے یہ بھی احساس ہوا کہ میں اپنے گناہوں کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں گی۔ اور اس سامنے تمہارے سامنے سب کچھ بیان کر دیا۔ ہرماسیس میرے ان گناہوں کی تم جو بھی

سزا دو گے میں بھگت لوں گی۔ بہت ممکن ہے اس طرح میں آنتی کے عذاب سے بچ جاؤں گی۔"

" ہرماسیس! مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی اور مشکور ہوں کہ تم نے میری باتیں صبر و سکون سے سنیں۔ آخر میں یہ ضرور کہوں گی کہ یہ سب کچھ میں نے تمہاری محبت سے مجبور ہو کر کیا۔ میں نے تمہیں برباد کیا۔ مصر کو تباہ کیا اور خود میں بھی کہیں کی نہ رہی۔ میری سزا موت ہی ہو سکتی ہے ہرماسیس! اپنا خنجر میرے سینے میں اتار دو۔ یہ میری آخری آرزو ہے تمہارے ہاتھوں مرنا میری سب سے بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ ہرماسیس نکالو خنجر۔۔۔ اگر تم نے مجھے قتل نہ کیا تو میں خود اپنے سینے میں خنجر گھونپ دوں گی۔"

اور اس نے میرے سامنے گھٹنوں پر گر کر اپنا سینہ کھول دیا۔ میں غصہ میں ایسا دیوانہ ہو رہا تھا کہ میں نے خنجر نکال کر بلند کیا۔ لیکن کسی حسین عورت کو قتل کرنا آسان کام نہیں اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اس لڑکی نے غداری کی تو کیا ہوا۔ اسی نے د دفعہ میری جان بھی تو بچائی۔ اور میرا خنجر والا ہاتھ بلند ہی رہ گیا۔ میں شارمن کی جان نہ لے سکا۔

" بے حیاء بے شرم لڑکی۔" میں نے کہا۔ اٹھ میں تیری جان نہ لوں گا۔ گناہوں کی سزا دینے والا میں کون ہوتا ہوں۔ خصوصاً اس لئے کہ خود میں بھی گنہگار ہوں۔"

" ہرماسیس۔ دیوتاؤں کے لئے مجھے اس زندگی سے نجات دلا دو۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔ ورنہ میں خود ہی اپنا خاتمہ کر لوں گی۔ آہ ہرماسیس مجھ پر رحم کرو۔ میں اپنے گناہوں کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں گی۔"

"شارمن! تم ہی نے تو کہا تھا جو جیسا بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ چنانچہ تمہیں خودکشی نہ کرنی چاہئے۔ اور نہ میں ہی تمہیں قتل کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں بھی اتنا ہی گنہگار ہوں جتنی کہ شاید تم۔ یہ اور بات ہے کہ خود تم نے مجھے اس راہ پر ڈالا۔

شارمن! تمہارے حسد نے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ پورے مصر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ نہیں۔ تم نہ مرو گی۔ اٹھو زندہ رہو۔ اور سال بہ سال اپنے گناہوں کا تلخ ثمر پاتی

اٹھو شارمن تمہیں ابھی نہیں مرنا ہے۔ تم زندہ رہو گی اور راتوں کو آنتی کے عذاب ... شکلیں اختیار کر کے تمہارے خواب میں آتے اور تمہیں ڈراتے رہیں گے وہاں ... اب جو آنتی میں تمہارے اور میرے منتظر ہیں۔

شارمن! جب تک تم زندہ رہو گی اس آدمی کی یاد تمہیں بے چین رکھے گی۔ جسے ... چاہا لیکن جسے تم ہی نے برباد کیا۔ شارمن! نہ تو تمہیں دن کو چین ملے گا اور نہ ... سکون۔ تمہارا ضمیر تمہیں ملامت کرتا رہے گا اور حسن فروش قلوپطرہ کی صورت اپنے گناہ یاد دلاتی رہے گی اور مرتے دم تک تم اس عیاش ملکہ اور اس کے رومی ... کی کنیز رہو گی۔ اور آنتی کا عذاب تو کہیں گیا ہی نہیں۔"

" آہ ایسا نہ کہو۔ تمہارے یہ الفاظ خنجر سے زیادہ تیز ہیں۔ سنو ہرماسیس! سنو۔ اور ... نے میرے چنے کا دامن پکڑ لیا۔ اگر تم فرعون بن جاتے تو بیشک مجھے ٹھکرا سکتے تھے۔ ... ب تم بے بس اور غریب ہو، قلوپطرہ تمہیں چھوڑ چکی ہے۔ تمہارے پاس ایک تکیہ ... لا کہ تم سوتے وقت اسے اپنے سر کے نیچے رکھ سکو ہرماسیس! کیا اس حال میں بھی ... قبول نہ کرو گے میں اب بھی تمہاری ہوں۔ دیکھو میری طرف دیکھو میں بھی حسین اور تمہیں چاہتی بھی ہوں۔ آؤ ہرماسیس! ہم دونوں بھاگ جائیں۔ ہرماسیس! مجھے ... ساتھ لے چلو۔ اور میں اپنی محبت سے تمہاری زندگی کو جنت بنا دوں گی۔ اگر تم مجھے ... کی نہیں بنا سکتے تو بہن بنا لو۔ مجھے اپنی معشوقہ نہیں خادمہ اور لونڈی سمجھنا۔ لیکن ... اپنے ساتھ لے چلو۔ میں تمہارے غموں اور خوشیوں میں برابر کی شریک رہوں گی۔ ... اس وقت تک تمہاری خدمت کرتی رہوں گی جب تک کہ موت ہمیں جدا نہیں کر ... مجھے یقین ہے کہ جس محبت نے مجھے اتنا گرا دیا ہے وہی محبت ایک دن ہم دونوں کو بلندیوں پر پہنچا دے گی۔"

" تو اب تم مجھے ایک نئے گناہ کی ترغیب دے رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "اور تم سمجھتی ہو کہ ہر وقت تمہیں قریب دیکھ کر میں اس خیال سے پیچھا چھڑا سکوں کا اسی لڑکی ... سے غداری کی تھی!

"تمہیں شارمن تمہیں اپنے گناہوں کا سخت کفارہ ادا کرنا ہوگا میں جانتا ہوں ک
کے بعد تمہارے دن سخت گزریں گے۔ لیکن ممکن ہے کہ انتقام کا وقت جلد آجا
اسوقت مجھے تمہاری ضرورت ہو۔ تمہیں شارمن' تمہیں تمہیں قلوپطرہ کے پاس ر
تاکہ میں تمہارے ذریعہ قلوپطرہ اور اس کے محل کے حالات معلوم کر سکوں بشرطیکہ
رہا۔ شاید ایک دن ایسا بھی آئے جب مجھے تمہاری خدمات کی ضرورت ہو۔ اور اس
تمہارا قلوپطرہ کے محل میں ہونا ضروری ہے لیکن قسم کھاؤ کہ تم دوسری دفعہ مجھے د
دوگی۔"

"میں قسم کھاتی ہوں ہرماسیس" اب اگر میں تمہیں دھوکا دوں تو اس کا بدلہ دیو
دنیا میں بھی دیں اور آخرت میں بھی۔ اور یوم آخرت تک نہ بخشی جاؤں۔ ہرماسیس
جب تک زندہ ہوں تمہارے کسی حکم کی منتظر رہوں گی۔"

"بہت اچھا اپنی قسم یاد رکھنا اور دوسری دفعہ غداری نہ کرنا۔ میں اپنی قسمت آز
جا رہا ہوں اور یہاں رہ کر تم بھی اپنی قسمت کا لکھا پورا کرو' ہو سکتا ہے کہ ہم ایک با
مل جائیں۔ شارمن! تم نے مجھے دھوکا دیا تھا اور مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ لیکن میں
الوداع کہتا ہوں۔ میں پھر آؤں گا۔ دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔"

اس نے وحشت ناک نظروں سے میری طرف دیکھا اپنے ہاتھ میری طرف بڑھا
جیسے وہ مجھے آغوش میں لینا چاہتی ہو اور پھر اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

میں نے کپڑوں وغیرہ کا تھیلا اٹھا کر کندھے پر رکھا۔ ہاتھ میں عصا لیا اور کمر
دروازے پر سے پلٹ کر آخری دفعہ شارمن کی طرف دیکھا وہ فرش پر بے ہوش پڑی
اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور پلکوں میں آنسوؤں کے قطر
ہوئے تھے۔

اور میں شارمن کو اس حال میں چھوڑ کر وہاں سے رخصت ہوا اور پورے تو
تک اسے دوبارہ نہ دیکھ سکا۔

"اور یہاں دوسرا اور سب سے بڑا بردی کاغذ کا پلندہ ختم ہوتا ہے۔"

آمن مہت کی موت

میں کمرے سے نکل کر زینے پر پہنچا۔ پنجوں کے بل زینہ طے کیا اور کچھ ہی دیر بعد
میں کھڑا تھا۔ پو پھٹنے میں ایک گھنٹہ باقی تھا اور پورا شہر گہری نیند سو رہا تھا۔ آخری
آخری جام پی کر کسی گندی نالی میں بے ہوش پڑا تھا۔ ناچنے والیاں بھی تھک کر سو
تھیں اور پورے شہر پر گہری خاموشی مسلط تھی۔ حتیٰ کہ کتے بھی نہیں بھونک رہے
میں دبے پاؤں دروازے پر پہنچا اور فوراً محافظوں کے افسر نے مجھے ٹوکا۔

کون جا رہا ہے۔ اس نے کڑک کر پوچھا۔ اور میں نے برونوس کی آواز پہچان لی۔ ایک
رہے جناب! جو ملکہ کی ایک خادمہ کے لئے اسکندریہ سے تحفہ لایا تھا اور اب اس
عورت خادمہ کی مہمان نوازی اور غریب پروری کا نقش دل پر لئے اپنے جہاز کی طرف
جا رہا ہے۔ میں نے آواز بدل کر کہا۔

ہوں برونوس نے کہا ملکہ کی خادمائیں اپنے مہمانوں کو اب ساری ساری رات روکنے
ہیں۔ خیر صاحب ہمیں اس سے کیا۔ ہاں تو صاحب! جناب شناخت؟ معاف کیجئے جناب
شناخت کہے بغیر آپ باہر نہیں جا سکتے۔

انطونی میں نے کہا کیا مرعوب کن نام ہے! اور مناسب صرف نام ہی نہیں وہ آدمی بھی
ہی رعب دار ہے۔ میں دنیا گھوم چکا ہوں جناب۔ لیکن قسمیہ کہتا ہوں کہ ایسا بہادر
ل میری نظر سے تو گزرا نہیں۔ ہاں۔ انطونی ہی لفظ شناخت ہے اور واقعی وہ بڑا
ربھی ہے لیکن اسی وقت تک جب کہ وہ نشے میں یا عورت کی آغوش میں نہیں ہوتا۔
ب! کبھی میں اسی انطونی کے خلاف لڑا تھا۔

اس عرصہ میں جب کہ برونوس یوں انجان بنا مجھ سے گفتگو کر رہا تھا' پہریدار دروازے
سامنے ننگی تلوار لئے بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہا تھا۔ اب وہ تلوار جھکا کر ایک
کھڑا ہو گیا کہ میں گزر جاؤں۔

جاؤ ہرماسیس! دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔ برونوس نے میرے کان کے قریب منہ لا کر

کہا۔

دیر نہ کرو جاؤ اور کبھی کبھی اپنے اس بوڑھے دوست کو یاد کرلینا۔ جو اپنی جان کی پر
نہ کرتے ہوئے تمہیں جانے دے رہا ہے۔ الوداع میرے بچے کاش تم میرے ساتھ شم
ملکوں کی طرف چلے چلتے۔

اور وہ مجھ سے دور ہٹ کر کوئی گیت گنگنانے لگا۔

الوداع برونوس۔ میرے وفادار دوست الوداع میں تمہیں کبھی نہ بھولوں گا۔

دیوتا تمہاری بھی حفاظت کریں۔ میں نے سرگوشی میں کہا اور دروازے سے باہر آگیا۔

اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ دوسرے دن جب قلوپطرہ کے حکم سے سپاہی مجھے قتل کرنے آئے تو مجھے نہ پا کر بہت حیران ہوئے۔ پورے محل اور شہر میں ڈھونڈ پڑ گئی۔ اور اس وقت بھی میرے وفادار دوست برونوس نے میری ایک عجیب و غریب خدمت انجام دی جب اس سے میرے متعلق پوچھا گیا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ ساری رات بڑی مستعدی سے پہرہ دیتا رہا تھا۔ اور اس نے کسی کو محل سے باہر جانے نہ دیا تھا۔ البتہ ٹھیک آدھی رات کو برونوس نے کہا اس نے ایک عجیب تماشہ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی، جو یقیناً ہرماسیس ہی تھا محل کی چھت پر آیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاوئے اور دفعتاً" اس کے ہاتھ دو بازو بن گئے اور ہرماسیس آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور برونوس حیرت سے بت بنا کھڑا رہ گیا۔ چونکہ ہر آدمی میرے زبردست جادو قائل تھا اس لئے برونوس کی اس من گھڑت کہانی کو سچ تسلیم کرلیا گیا اور لوگ ڈرنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ کہانی مصر میں بھی پہنچی اور مصریوں نے بھی اسے صحیح تسلیم کرلیا اور وہ کہنے لگے کہ ہرماسیس واقعی دیوتاؤں کا فرستادہ اور پیارا تھا اور چونکہ اب تک مصر کی آزادی کا وقت نہیں آیا تھا اس لئے دیوتاؤں نے ہرماسیس کو کسی خاص مقصد کے لئے آسمان پر زندہ ہی اٹھالیا تھا۔ چنانچہ اسی دن سے مصر میں یہ مثل مشہور ہو گئی کہ۔ جب ہرماسیس آئے گا تو مصر آزاد ہوگا لیکن افسوس اب ہرماسیس آئے گا اور نہ مصر آزاد ہوگا۔ البتہ قلوپطرہ کو حالانکہ وہ بہت ڈری ہوئی تھی، برونوس کی کہانی پر یقین نہ تھا۔

بچہ اس نے ایک جہاز میرے تعاقب میں روانہ کیا تھا لیکن اس کا تذکرہ اپنے وقت پر
ے گا۔

میں بخیروخوبی بندرگاہ پر پہنچ گیا اور جیسا کہ شارمن نے کہا تھا ایک جہاز لنگر اٹھانے کی یاں کر رہا تھا۔ میں بے جھجک اس جہاز پر چڑھ گیا اور شارمن کا خط کپتان کو دے دیا نے خط پڑھنے کے بعد مجھے عجیب نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں۔

اور یوں مجھے اس جہاز میں جگہ مل گئی جس نے فوراً ہی لنگر اٹھا دیا ہم بخیروخوبی دریائے ںس کے دہانے تک پہنچ گئے۔ لیکن ابھی جہاز سمندر میں داخل ہوا ہی تھا کہ تیز ہوا لگی اور رات ہونے سے پہلے ہی طوفان نے ہمارے جہاز کو آلیا ملاح اس غیر متوقع ان سے گھبرا اٹھے۔ اور انہوں نے چاہا کہ جہاز کو سمندر سے نکال کر واپس دریائے ںس میں لے آئیں۔ لیکن تیز و تند باد مخالف نے ان کی ساری کوششیں بے کار کر ے۔ رات بھر ہوا تیزی سے چلتی رہی اور صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے وہ اور بھی شدت یار کر گئی اور ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ ہوا ہمارے جہاز کے بادبان اڑا لے گئی اب ہمارا جہاز تباہ کن اور کوہ پیکر موجوں کے رحم و کرم پر تھا۔ میں اپنے آپ کو کمبل لپیٹے بے پروائی سے ایک طرف بیٹھا تھا اور چونکہ میں کسی طرح کے خوف و ہراس کا ہار نہیں کر رہا تھا اس لئے ملاح چلا اٹھے۔

یہ آدمی منحوس اور جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر انہوں نے انتہائی خوف اور ائی کے عالم میں مجھے سمندر میں پھینک دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کپتان نے انہیں ایسا نے سے نہ صرف منع کیا بلکہ انہیں سختی سے ڈانٹ دیا۔ سورج طلوع ہونے کے ساتھ کا زور کم ہوا اور دوپہر ہوتے ہوتے ہوا پھر دگنی تیزی سے چلنے لگی۔ دوپہر ہونے کے چار ٹوں بعد دور جزیرہ قبرص کا وہ سنگستانی کنارہ نظر آیا جسے "راس دینار تیم" کہتے ہیں اور ساوہ مشہور پہاڑ ہے جسے "الم پس" کہتے ہیں۔ ہمارا جہاز اسی سنگستانی کنارے کی طرف بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ تیز ہوا جہاز کو اسی کنارے کی طرف لے چلی۔ اور جب ملاحوں کنارے کی زبردست چٹانوں اور ان پر سمندر کی کوہ پیکر موجوں کی پر شور آواز سے

ٹکراتے دیکھا تو ان کے اوسان بالکل ہی خطا ہو گئے اور یہ دیکھ کر میں اب تک ویسا ہی بے تعلق بیٹھا ہوا ہوں اور ذرا بھی خائف نہیں ہوں وہ پھر چلا اٹھے کہ

"دیوتاؤں کی قسم یہ آدمی منحوس جادوگر ہے اور یہ بلا اسی کی لائی ہوئی ہے۔" اور وہ میری طرف دوڑے کہ مجھے سمندر کے دیوتا پر بھینٹ چڑھا دیں۔ کپتان نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن کسی نے اس کی نہ سنی۔ بلکہ اسے ایک طرف دھکیل کر پاگلوں کی طرح میری طرف دوڑے میں اپنی جگہ سے اٹھا۔

"سن لو۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اگر تم نے مجھے سمندر میں پھینک دیا تو تمہارا جہاز اور ساتھی" ہی تم سب غرق ہو جاؤ گے۔"

میں موت سے نہ ڈرتا تھا۔ زندگی اب مجھے عزیز نہ تھی کیونکہ اس میں میرے لئے رہ ہی کیا گیا تھا۔ لیکن دیوی ایزس اور دیوتا اور ازیرس کے حضور جاتے ڈرتا تھا۔ تاہم اس وقت میری اداسی اس انتہا کو پہنچی ہوئی تھا کہ وہ آتی کے عذاب کے خیال پر بھی غالب آ گئی اور میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میری اس دھمکی کا کہ اگر انہوں نے مجھے سمندر میں پھینک دیا تو وہ بھی غرق ہو جائیں گے۔ ملاحوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ خوف و ہراس نے ان کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب کر لی تھیں۔ ان سب نے مجھے اٹھایا اور جھلا کر طلاطم سمندر میں پھینک دیا۔ اور اس وقت میں نے دیوی ایزس سے یہی دعا کی کہ وہ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ لیکن میری قسمت میں ابھی مرنا نہ لکھا تھا۔

چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ جب میں غوطہ کھا کر ابھرا تو مجھے قریب ہی لکڑی کا ایک تختہ تیرتا ہوا نظر آیا جو غالباً اسی جہاز میں سے جس سے مجھے پھینکا گیا تھا اکھڑ گیا تھا۔ میں نے تیر کر اس تختے کو پکڑ لیا۔ بچپن میں میں اسی طرح کے تختوں پر بیٹھ کر یا انہیں پکڑ کر دریائے نیل میں بہا کرتا تھا اور مجھے اس کام کی مشق تھی۔ چنانچہ میں اس تختے کے سہارے تیرنے لگا۔ دفعتاً" ایک بڑی موج نے مجھے تختے سمیت اٹھا لیا اور جہاز کی طرف لے چلی۔ ملاح مجھے سمندر میں پھینکنے کے بعد میرے غرق ہونے کا تماشہ دیکھنے کے لئے آگے کی طرف جھکے ہوئے تھے۔

چنانچہ مجھے یوں صحیح سلامت گویا ایک موج پر بیٹھا دیکھ کر اور میرے چہرے کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر (کیونکہ پانی نے میرے چہرے سے روغن دھو دیا تھا اور اب جگہ جگہ سے میری سفید جلد نظر آ رہی تھی) وہ لوگ خوف سے چلا اٹھے اور جہاں کھڑے وہیں کھڑے سجدے میں گر گئے۔ موج مجھے جہاز سے آگے لے آئی۔ میں نے گھوم کر دیکھا ایک دوسری موج اٹھی جس نے جہاز کو الٹ دیا اور وہ چکر کھا کر سمندر کی نامعلوم گہرائیوں میں اپنے مسافروں سمیت غرق ہو گیا۔

اور اسی طوفان میں وہ جہاز بھی غرق ہو گیا قلوپطرہ نے بھیجا تھا اور یوں قلوپطرہ کو خبر مل گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کے دربار کا نجومی' ہرماسیس اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اور یہ کہ وہ آبی جانوروں کی خوراک بن گیا۔ اور اس طرح ملکہ مصر میری طرف سے مطمئن ہو گئی میں تختے کو مضبوطی سے پکڑے کنارے کی طرف بہتا رہا۔ ہر چند کہ میں موجوں کے رحم و کرم پر تھا۔ لیکن کسی طرح کا خوف محسوس نہ کر رہا تھا البتہ میرے دل میں زندہ رہنے کی خواہش بڑی شدت سے بیدار ہو گئی تھی۔ اور یہ واقعی عجیب بات تھی اور یوں میں کنارے کے قریب ہوتا گیا..... کبھی موجیں مجھے اوپر اٹھا لیتیں اور کبھی نیچے پٹخ دیتیں جب موجیں مجھے اوپر اٹھاتیں تو دور پر مجھے کنارہ نظر آتا۔ آبی پرندے میرے سر پر منڈلا رہے ہوتے اور میں موجوں کے چٹانوں سے ٹکرانے کی آواز سنتا۔ اور موجیں چٹانوں سے ٹکرا کر گرج اٹھتیں اور بڑے بڑے پتھروں کو چٹانوں سے الگ کر کے اور اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس لوٹتیں۔ یکایک ایک موج نے مجھے کوئی پچاس کیوفٹ اوپر اٹھا لیا۔ چند ثانیوں بعد ہی میں گرا اور ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک دوسری موج نے مجھے اچھال دیا اور تختہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اب میں بے سہارا تھا۔ موج نے مجھے پٹخا اور اب میں ڈوبنے لگا۔ سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھیلی جو مجھے شارمن نے دی تھی۔ اور جو میری کمر سے بندھی ہوئی تھی اتنی وزنی تھی کہ وہ مجھے ابھرنے ہی نہ دیتی تھی۔ میں ڈوب رہا تھا۔ میرا دم گھٹ رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا اور اس اندھیرے میں گزرے ہوئے واقعات کی تصویریں نظر آ رہی تھیں۔ میں بلبل کا نغمہ اور قلوپطرہ کی فتح

مندانہ ہنسی کی آواز سن رہا تھا۔ اور پھر میرا دماغ سن ہونے لگا‘ میں نے ابھرنے کے لئے آخری دفعہ ہاتھ پاؤں چلائے اور یہی کوشش کرتا ہوا بے ہوش ہوگیا۔

اور جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے ناقابل برداشت تکلیف کا احساس ہوا میں نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ مجھ پر چند آدمی جھکے ہوئے تھے۔ جن کے چہروں سے حیرت‘ رحم اور ہمدردی ہویدا تھی۔ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں کسی گھر کے ایک کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔

”میں یہاں کس طرح آگیا؟“ میں نے کمزور آواز میں پوچھا۔

”سچ تو یہ ہے کہ دیوتا نپ چیون تمہیں یہاں لے آیا۔“ کسی نے پھٹی ہوئی آواز اور غیر فصیح یونانی زبان میں جواب دیا۔ ”ہم ماہی گیر ہیں اور ہم نے تم کو ساحل کی چٹانوں پر مردہ مچھلی کی طرح پڑے پایا تھا۔ چنانچہ ہم تمہیں یہاں اٹھا کر لے آئے اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں ایک غیر معینہ مدت تک یہیں رہنا پڑے گا کیونکہ چٹان سے ٹکرانے کی وجہ سے تمہاری بائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

میں نے بائیں ٹانگ ہلانے کی کوشش کی تو ہلا نہ سکا۔ وہ آدمی سچ کہتا تھا میری ٹانگ کی ہڈی گھٹنے سے ٹوٹ گئی تھی۔

”تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔“ اس داڑھی والے ماہی گیر نے پوچھا۔ میں ایک مسافر ہوں۔ میرا جہاز تمہاری بستی کے قریب ہی غرق ہوگیا زندگی تھی کہ موجوں نے مجھے اٹھا کر ساحل پر پھینک دیا۔ لیکن میرے سب ساتھی ڈوب گئے۔ میرا نام الم پس ہے۔

اس جزیرے پر جو پہاڑ تھا اور جسے میں نے جہاز پر سے دیکھا تھا اسے یونانی ”الم پس“ ہی کہتے تھے اور چونکہ اس وقت مجھے کوئی دوسرا نام یاد نہ آیا۔ اس لئے میں نے اپنا یہی نام بتادیا۔ اور اسی دن سے میں ”الم پس“ کے نام سے مشہور ہوا۔

چنانچہ یوں ہوا کہ مجھے ماہی گیروں کی اس بستی میں پورے چھ مہینے تک رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں وہ لوگ میرے لئے کھانا کپڑا مہیا کرتے رہے اور میں اس روپے میں سے جو مجھے شارمن نے دیا تھا۔ انہیں تھوڑی تھوڑی رقم دیتا رہا۔ طویل اکتا دینے والی مدت کے بعد

میرے پیر کی ہڈی جڑگئی اور میں چلنے پھرنے کے قابل ہوسکا۔ لیکن اب میں لنگڑا کر چلتا تھا۔ ہڈی ٹوٹ کر پھر جڑگئی تھی اس طرح میری ایک ٹانگ دوسری ٹانگ سے ذرا چھوٹی ہوگئی۔ اچھا ہو جانے کے بعد بھی مین اس بستی میں رہا کیونکہ میں نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاؤں؟ میں ماہی گیروں کے ساتھ اور ان کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے جاتا۔ اور یوں دن گذرتے رہے۔ وہ لوگ مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مجھے جادوگر سمجھ کر جسے سمندر نے اگل دیا تھا۔ مجھ سے ڈرتے تھے۔ دراصل غموں اور مایوسیوں نے میرا چہرا ایسا بگاڑ دیا تھا اور اس پر کچھ ایسے کرخت جذبات منجمد ہوگئے تھے کہ جو بھی مجھے دیکھتا سہم کر رہ جاتا۔

اور اس طرح چھ مہینے گزر گئے اور ایک رات جب میں سونے کے لئے پیال کے بستر پر لیٹا کہ یکا یک شدید بے چینی نے مجھے آلیا اور میں مصر اور مادر نیل کی آرزو میں تڑپنے لگا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بے چینی شدت اختیار کرتی گئی اور باوجود کوشش کے میں نہ سو سکا۔ صبح ہونے سے پہلے وہ ناقابل برداشت ہوگئی۔ میں اٹھا اور میں نے ماہی گیروں کا لباس پہنا۔ میں اپنے مہمان نواز دوست کے سوالات کا جواب دینا نہ چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ اپنی تھیلی سے مٹھی بھر سونے کے سکے نکال کر میز پر رکھ دئے اور اس پر رکھے ہوئے گملے میں سے پھول کو توڑ کر انہیں میز پر اس طرح جمادیا کہ ایک جملہ بن گیا۔

”الم پس مصری کی طرف سے جو واپس سمندر ہی میں جارہا ہے۔
اپنے مہمان نواز دوست کی خدمت میں ایک حقیر تحفہ۔“

اور یوں خاموشی سے ماہی گیروں کی اس بستی سے رخصت ہوا۔ اور تیسرے دن ایک ساحلی شہر ”سلامس“ میں پہنچا۔ وہاں بھی میں ایک ماہی گیر کا مہمان رہا۔ یہاں تک کہ اسکندریہ جانے والا ایک جہاز وہاں چند گھنٹوں کے لنگر انداز ہوا میں فوراً کپتان کے پاس پہنچا اور اس جہاز میں ملازم ہوگیا۔ موافق ہوا دیکھ کر کپتان نے بادبان کھول دئے اور ہم پانچویں دن روشنیوں کے شہر اسکندریہ پہنچ گئے۔ جس سے اب مجھے قلبی نفرت تھی۔

میرا اسکندریہ میں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر میں نے کپتان سے معاملہ طے کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے لے چلے اور چونکہ میں غریب ہوں۔ اور کرایہ نہیں دے سکتا اس لئے جب تک اپنی منزل تک نہ پہنچ جاؤں گا کرائے کے عوض اس کے جہاز میں نوکری کرتا رہوں گا۔ کپتان راضی ہو گیا اور اس طرح کئی سال کے بعد میں نے مادر نیل کے دیدار کئے۔ لوگوں سے بات چیت کر کے مجھے معلوم ہوا کہ قلوپطرہ اپنے عاشق انطونی کو ساتھ لے کر اسکندریہ واپس آگئی ہے اور یہ کہ ان دونوں کی عیش پرستیاں انتہا کو پہنچ گئی ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ قلوپطرہ نے ایک جہاز کسی شامی تاجر کی تلاش میں روانہ کیا تھا جو طوفان میں پھنس کر غرق ہو گیا۔ اس کے علاوہ ہمارے جہاز کے ملاح حیرت کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کرتے تھے کہ ملکہ کا خاص نجومی کس طرح ایک رات آسمان کی طرف پرواز کر گیا تھا۔ ان ملاحوں نے ان سب واقعات اور خصوصاً ملکہ اور انطونی کے عشق کے گیت بنالئے گئے تھے جنہیں وہ کام کرتے وقت گایا کرتے تھے۔ لیکن جب میں ان کا ساتھ نہ دیتا تو وہ میرے اس گھنے پن پر حیران ہوتے۔ میری اس خاموشی اور بے تعلقی کا اثر یہ ہوا کہ اس جہاز کے ملاح بھی مجھ سے ڈرنے اور مجھے منحوس سمجھنے لگے۔ اور اب میں وہ بدنصیب آدمی تھا جس سے کوئی بات کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور یہ میرے خیال میں دیوتاؤں کے غضب کی پہلی علامت تھی۔

چھٹے دن جہاز ابیدس پہنچا۔ میں وہاں اتر پڑا اور ملاح خوش ہوئے کہ ایک بلا ٹلی میں پژمردہ دلی سے ابیدس کے مانوس کھیتوں میں سے گزرا۔ بہت سے ایسے لوگ نظر آئے جنہیں میں جانتا تھا لیکن کوئی مجھے پہچان نہ سکا۔ کیونکہ میری صورت شکل ہی نہیں چال بھی بدل گئی تھی۔ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے میں سیتی کے عظیم الشان ہیکل کے سامنے پہنچ گیا اور قریب کے ایک کھنڈر میں چھپ گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہاں کیوں آیا ہوں اور مجھے کیا کرنا ہے میں اپنے آبائی وطن میں آگیا۔ لیکن افسوس کہ میں اجنبی تھا۔ لیکن میں یہاں کیوں آیا تھا؟

"اگر ابا زندہ ہیں تو وہ یقیناً میرے منہ پر تھوک دیں گے۔"

نہیں میں اپنے والد کے پاس جانے کی جرائت نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں باب ہیکل کے اِہر ایک کھنڈر کے پیچھے چھپا منتظر رہا کہ شام کی عبادت کے بعد لوگ ہیکل سے باہر آئیں تو نَاید ان میں مجھے کچھ جانی پہچانی صورتیں نظر آجائیں۔ لیکن نہ کوئی ہیکل سے باہر آیا اور کوئی اندر گیا۔ حالانکہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ اور اب میں نے دیکھا کہ دروازے کی یوار کے پتھروں کے جوڑوں میں خود بخود جھاڑیاں اگ آئی تھیں۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہ وا تھا۔ آخر اس ویرانی کا مطلب کیا تھا؟ کیا ہیکل اجڑ گیا تھا؟ دیوتاؤں کی پوجا صدیوں سے وتی آئی تھی اب کیسے رک سکتی تھی۔ تو پھر کیا میرے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ ممکن ہے یا ہی ہو۔ لیکن اگر والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے تو دوسرے مہنت اور کاہن کہاں گئے۔ اور وہ لوگ کیا ہوئے جو ہر شام چڑھاوے چڑھانے اور عبادت کرنے ہیکل میں آتے جاتے تھے۔

میں زیادہ تک برداشت نہ کر سکا۔ اور جب لیبیا کی پہاڑیوں کے پیچھے سورج غروب ہو گیا تو میں اپنی کمین گاہ سے نکل کر آیا اور باب ہیکل میں سے گزر کر ستونوں والے بڑے کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے میں کوئی نہ تھا۔ اور نہ کوئی آواز ہی سنائی دے رہی تھی۔ خاموشی گہری خاموشی اور صحرا کے بیچ میں کھڑے ہوئے کسی کھنڈر کی سی وحشت ناک ویرانی۔ میں دوسرے کمرے میں پہنچا۔ اور یہ وہی کمرہ تھا جس میں کبھی میرے سر پر مصر زیریں اور مصر بالا کا دہرا تاج رکھا گیا تھا۔ یہ کمرہ بھی خالی تھا۔

اور اب میں گزرگاہ میں آگیا جس کی دیواروں پر قدیم فراعنہ کے نام کھدے ہوئے تھے۔ یہاں بھی وہی وحشت ناک خاموشی تھی۔ اور اس خاموشی میں اپنے دل کی دھڑکن بخوبی سن سکتا تھا۔ اور اب اپنے والد آمن مہت کے حجرے کے سامنے کھڑا تھا جس کے دروازے پر وہی پرانا پردہ لٹک رہا تھا لیکن اس پردے کے پیچھے کیا ہوگا؟ شاید خاموشی اور ویرانی۔

میں پردہ اٹھا کر دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور وہاں کمرے کے وسط میں میز کے سامنے میرے والد بیٹھے تھے۔ وہ یوں بے حس و حرکت بیٹھے تھے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ

دیوتاؤں کے حضور پہنچ گئے۔ لیکن نہیں کچھ دیر بعد انہوں نے گردن گھما کر میری طرف دیکھ اور میں بمشکل اپنی چیخ روک سکا۔ ان کی آنکھیں سفید ہو کر بینائی کھو چکی تھیں۔ ان کا جھریوں بھرا چہرا حنوط لاش کی طرح سکڑ گیا تھا۔

میرے والد اور سیتی کے ہیکل کے کاہن اعظم، آمن مہت اندھے ہو چکے تھے۔ میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا تھا اور میرے والد اپنی اندھی آنکھوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ میرے بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ میں بولنے کی جرائت نہ کر سکتا تھا۔

"نہیں" میں دل میں بولا۔ "میں چپکے سے کھسک جاؤں گا اور پھر مرتے دم تک کونے میں منہ چھپا کر بیٹھ رہوں گا۔"

میں جانے کے لئے پلٹا اور ابھی میں نے دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھایا بھی نہ تھا کہ میرے والد آمن مہت نے گمبھیر اور نیچی آواز میں کہا۔

"کہاں جا رہے ہو! یہاں آؤ غدار آخر کو میرا کشف بے کار نہ گیا۔ اور میں نے بہت دور سے تمہیں یہاں کھینچ بلایا۔ میں اندھا ہو چکا ہوں۔ زندگی میرے لئے زہر ہو چکی ہے لیکن میں تمہارے پیروں کی چاپ اور تمہاری آواز سننے کے لئے زندہ رہا۔ یہاں آؤ ہراسیس۔ بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔"

"ابا" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ اندھے ہو چکے ہیں تو آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔"

یہ تم پوچھ رہے ہو ہراسیس حالانکہ تم ہمارے قدیم علم سے واقف ہو! میں نے نہ صرف تمہیں پہچان لیا بلکہ تمہیں ایک دور دراز مقام سے یہاں بلا بھی لیا تا کہ مرنے سے پہلے تم پر لعنت بھیج سکوں۔ تھوک سکوں تمہارے منہ پر۔ میں نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں دیوتاؤں کے غضب میں مبتلا ہونے کی خبر سنا سکوں اور تمہیں بددعا دے سکوں۔

"آہ ایسا نہ کہئے۔ مجھ پر پہلے ہی کیا کم لعنت پڑ چکی ہے کہ آپ بھی مجھ پر لعنت بھیجنا چاہتے ہیں۔ آہ ابا۔ میرے دکھ پہلے ہی سے کون سے کم ہیں جو اب آپ بھی میرا دل دکھا رہے ہیں۔ آہ۔ رحم۔ رحم کیجئے مجھ پر۔"

"رحم! تم پر رحم کروں۔ جسے اپنے ماموں سیپا پر رحم نہ آیا۔ تم پر رحم کروں جس نے پ کو ناپاک سپاہیوں کے ذریعہ قتل کروا دیا۔"

"نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے۔" میں چلایا۔

"مجھے جھٹلاتا ہے مردود؟۔ جو سب کچھ جانتا ہے مجھے جھٹلاتا ہے جو تیرے سب کرتوتوں ے واقف ہے۔ سن لے نالائق اور غدار چھوکرے مرتے وقت تیرا ماموں سیپا تجھ پر ن بھیجتا گیا اور تجھے بددعا دیتا ہے دیتے مرا۔ تجھ پر رحم کروں۔ جس نے ایک فاحشہ رت کی خاطر مصر کی امیدوں کا خون کیا؟ تجھ پر رحم کروں۔ جس نے مصر کے بت سے پر ن امراء کو جلا وطن کر دیا؟ تو سمجھتا ہے ہراسیس کہ وہ بے وطن شریف لوگ تجھے دعائیں ے رہے ہوں گے؟ تجھ پر رحم کروں ہراسیس جس کی وجہ سے اس مقدس ہیکل میں الو لنے لگے ہیں اور جس کی وجہ سے اس ہیکل کے مہنت قتل کئے گئے؟ ہراسیس تو رحم کی خواست کرتا ہے۔"

"ہاں تو جس نے منقورا کا مقدس خزانہ ایک عیش پرست کے حوالے کر دیا؟ کس منہ ے تو رحم کی درخواست کرتا ہے؟ تو نے ایک رنڈی کی خاطر مصر اور اس کے ہیکلوں کو اڑ دیا۔ سن۔ سن۔ اے میری کمر کے ناپاک قطرے سے بنے ہوئے انسان سن۔ تو دنیا یں ذلیل خوار ہو گا۔ عمر بھر تکلیفیں برداشت کرے گا۔ اور جب مرے گا تو ایڑیاں رگڑ گڑ کر کتے کی موت مرے گا۔ اور آخر میں آگ میں ڈالا جائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے جلتا ہے گا۔ دیکھ میری طرف دیکھ تو نے میرا کیا حال کر دیا ہے۔ دیکھ جب مجھے حقیقت معلوم ئی تو میں روتے روتے اندھا ہو گیا ناپاک اور لعنتی چھوکرے دیکھ کہ آنسوؤں کے ساتھ ری بینائی بہہ گئی۔ ہاں لوگوں نے مجھ سے حقیقت چھپانا چاہی لیکن زیادہ دنوں تک نہ چھپا کے۔ کہاں ہے تو کہاں ہے تو آ۔ آئے میرے قریب آ۔ بد عہد، مرتد، غدار کہاں ہے تو ے قریب آ تا کہ میں تیرے منہ پر تھوک سکوں۔"

اور وہ انتہائی طیش کے عالم میں اٹھے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھے میں نی جگہ پر کھڑا پتے کی طرح کانپ رہا تھا اور میرے پاؤں زمین میں کیلوں کی طرح گڑ سے

گئے تھے۔ دفعتاً" میرے والد لڑکھڑائے' ان کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور اوندھے منہ گرے۔ ان کے منہ سے جیتا جیتا خون بہہ رہا تھا۔ میں نے دوڑ کر ان کا سر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔ میرے والد آمن مہت کا آخری وقت آگیا تھا۔ وہ مر رہے تھے اور وہ بڑبڑا رہے تھے۔

"آہ! ہرماسیس کاش تو پیدا ہوتے ہی مرگیا ہوتا۔"

ان کے گلے میں خرخراہٹ ہونے لگی۔

"ہرماسیس!" کچھ دیر بعد انہوں نے رک رک کر کہا۔ "تم میرے پاس ہی ہونا۔"

"ہاں ابا۔"

ہرماسیس.... کفارہ.... اب بھی... انتقام... لیا... جا... سکتا... ہے آہ... ہاں... ت ...ت... تم... بخشے جا... سکتے... ہو... تم... ہارا... گناہ... دھل سکتا ہے... میں... نے... تھوڑا ...سا... سونا... چھپا... رکھا ہے... آتوا... بتائے گی... اسے لو... اور... اور... انتقام... انتقام... آہ... دیوتاؤ..."

اور انہوں نے میری بانہوں میں تڑپ کر دم توڑ دیا۔

اور یوں میں اپنے والد آمن مہت سے آخری دفعہ اور ان کے آخری وقت میں ملا اور یوں انہوں نے مجھے ہمیشہ کے لئے الوداع کہی اور اس حال میں میں نے آخری دفعہ دیکھا۔

دیوی ایزلیس کا وعدہ

ہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ میرے والد کی لاش میرے سامنے پڑی تھی۔ وہ مجھے بددعا دینے لئے زندہ رہے تھے اور مجھ پر لعنت بھیج کر دیوتا ازیریس کے حضور پہنچ گئے تھے تاریکی لی تھی اور اب گھور اندھیرے میں' میں اپنے والد کی لاش کے ساتھ اکیلا تھا۔ اس میرے دل کی حالت جیسی ہورہی تھی اسے الفاظ بیان نہیں کرسکتے۔ ایک بار پھر مایوسی کے عالم میں مجھے خودکشی کرلینے کا خیال آیا۔ میری پیٹی میں خنجر موجود تھا جو ایک ہی وقت میں مایوسیوں اور غموں سے نجات دلا سکتا تھا۔ میری روح کو آزاد سکتا تھا.... آزاد؟ ہاں آزاد تاکہ وہ آنتی میں اپنے گناہوں کی جواب دہی کے لئے پہنچ افسوس میں مر بھی نہیں سکتا تھا۔ کیسی قابل رحم حالت تھی میری آنتی کے عذاب خیال مجھ پر لرزہ طاری کردیتا تھا۔ نہیں زندگی میرے لئے زہر سہی ایک عذاب سہی' آنتی کے عذاب سے تو بہتر ہی تھی۔ نہیں، خودکشی نہ کروں گا نہ کروں گا۔

میں فرش پر لیٹ کر رونے لگا۔ یہاں تک کہ میری ہچکی بندھ گئی اور میری آنکھوں آنسو نہ رہے۔ لیکن میرے اس رونے کا کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔ وہی خاموشی اور بھیانک گرجتا ہوا اندھیرا میرے دل میں بھٹکتی رہی۔ لیکن روشنی نہ پا سکی۔ دیوتا مجھے چکے تھے اور انسانوں نے مجھے بھلا دیا تھا۔ ایک انجانا خوف مجھ پر مسلط ہونے لگا۔ اور خوف تھا وہ جس نے میرے دل کو برف کی ڈلی کی طرح سرد کردیا۔ میں اٹھا کہ وہاں بھاگ جاؤں۔ لیکن اس اندھیرے میں میں کہاں جاسکتا تھا۔ ستونوں والے کمرے اور راہوں کی دیواروں سے ٹکراتا رہوں گا اور باب ہیکل تک نہ پہنچ سکوں گا۔ نہیں میں نہیں سکتا تھا۔ ایک بار پھر مایوسی کے عالم میں فرش پر بیٹھ گیا۔ پھر وہی خوف وہی خوف میرے بدن کی رگ و ریشہ میں سرایت کرگیا۔ یہاں تک کہ میں ٹھنڈے پسینے نہا گیا۔ اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میری روح زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگی۔ اور ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے دیوی ایزلیس کو پکارا۔ ہاں اس دیوی

ایزلیس کو جسے پچھلے کئی سالوں سے پکارنے کی جرائت نہ کر سکا تھا۔

"اے دیوی۔ اے مادر مقدس۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "اپنا غصہ دور کر اور مجھ پر اپنی رحمتیں برسا۔ اے رحیم دیوی اپنے اس گم کردہ راہ بیٹے کی پکار سن جو تجھ سے بہت دور جا پڑا۔ اے دیوی! جو ہر جگہ اور دلوں کے حال سے واقف ہے میرے گناہوں سے چشم پوشی کر اور مجھ پر رحم فرما۔ اے مقدس دیوی! میرے مصائب میری ندامت اور میرے ان غموں پر نظر کر جن کا سیلاب میری روح کو بہائے لئے جا رہا ہے۔"

"اے مادر مقدس! ایک دفعہ میں نے تجھ سی گفتگو کی تھی اور تیرا جلوہ دیکھا تھا اس گار رات کا واسطہ دے کر میں تجھے پکارتا ہوں کہ آج پھر جلوہ گر ہو دیکھ میں تجھے پکارتا ہوں۔ دیکھ میرا کوئی نہیں رہا۔ آ اور مجھ پر اپنی رحمتیں برسا۔ آ مجھے بچالے یا پھر اس زہر سے نجات دلا۔۔۔۔ سن اے دیوی سن اے ایزلیس سن اے مادر مقدس میں تجھے بلاتا ہوں میں تیرا اسم پڑھتا ہوں۔"

اور میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ اٹھا دئے اور جرات کر کے اونچی آواز میں "اسم خوف" کے الفاظ کہے اور یہ اسم دیوی کے بلانے کے لئے مخصوص تھا۔

اور پھر میری پکار کا جواب آیا۔ خاموشی کے پردے میں ہلکی ہلکی موسیقی کی آوازوں نے شگاف ڈال دیئے۔ اور پھر کمرے کے انتہائی سرے پر دو سینگوں کے بیچ میں رکھے ہوئے چاند کی دھندلی تصویر ابھری۔ پھر بادل اترا جس سے آتشی سانپ نکل کر زبان لپکانے لگا۔

میں ایک دم سجدے میں گر گیا اور پھر اس بادل میں مدھم اور شیریں آواز آئی جو کہہ رہی تھی۔

"ہرماسیس جو کبھی میرا بیٹا تھا' دیکھ میں نے تیری پکار سنی اور آنتی کی لافانی دنیا کو چھوڑ کر تیرے پاس آگئی۔ لیکن ہرماسیس! تیرے اور میرے تعلقات ختم ہو چکے ہیں اور اسی لئے اب تک میں تیرے پاس نہیں آئی تھی۔ لیکن آج تو نے اسم خوف کے الفاظ کہہ کر بلالیا۔ ہرماسیس میں تجھ سی بہت زیادہ خفا ہوں"

"آہ! تو اے دیوی! دیر کس بات کی ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے اٹھالو ہاں اٹھالو مجھے دیوتاؤں کے حوالے کردو جو مردوں پر عذاب کرتے ہیں۔ مجھے اٹھالو دیوی۔ اور اس مجھے نجات دلاؤ جسے میں برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ہم دنیائے فانی میں اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے ہرماسیس تو اس دنیا میں کیسے برداشت کرلوگے جو لافانی اور غیر تغیر پزیر ہے؟ نہیں ابھی تم نجس ہو اور آنتی میں داخل نہیں ہو سکتے۔ سنو ہرماسیس! میں تمہاری تعریف کرنے یا تمہیں لعنت ملامت کرنے نہیں آئی ہوں۔ میں تیز و تلخ لفظوں سے تمہارے غموں میں اضافہ کرنا نہیں چاہتی۔ میں جسے جو دیتی ہوں خاموشی سے دیتی ہوں۔ اور جس سے جو چاہتی ہوں خاموشی ہی سے لیتی ہوں۔ میں تمہیں کچھ نہ کہوں گی۔ حالانکہ تمہارا وہ گناہ ہے جو دیوی ایزلیس کو مصر میں محض ایک زہری کردار بنا دے گا۔ کوئی مجھے پوجنے والا نہ رہے گا۔"

"ہرماسیس۔ تم نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اور اس کی سزا ہوگی جیسا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا تھا۔ اور یہ سزا تمہیں اس فانی دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گی۔ اور آنتی میں بھی۔ لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ایک ایسی راہ بھی ہے جو تمہیں دوبارہ دیوتاؤں کی قربت کی منزل تک پہنچا دے گی۔ یعنی پشیمانی اور ندامت....اور ہرماسیس تم اسی راہ پر ہو تم اداس و غمگین دل لئے اسی راہ پر چلتے رہو گے۔ یہاں تک کہ تمہاری زندگی کی آخری منزل آجائے گی۔"

"تو اب کوئی امید نہیں دیوی؟"

"ہرماسیس! جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب تم اور کوئی بھی' اسے بدل نہیں سکتا مصر اب آزاد نہ ہوگا۔ اس کے معبد اجڑ جائیں گے اور اس کے دیوتا افسانہ بن کر رہ جائیں گے۔ اجنبی فاتح اس ملک کو نسلاً بعد نسلاً غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے رہیں گے۔ نئے مذاہب پیدا ہوں گے اور مصر کے اہرام کے سائے میں اور معبودوں کے کھنڈروں پر نئے مذاہب کے معبد بنیں گے۔ اس سرزمین پر دیوی ایزلیس' دیوتا جنم لیں گے اور ان کو پوجنے والے ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہمیں پوجنے والوں کو جاہل اور بے وقوف کہیں گے۔"

"آہ! میں تباہ ہوگیا۔۔۔ ہائے میں کہیں کا نہ رہا۔" میں رندھی ہوئی آواز میں چلا اٹھا۔

"ہاں تم تباہ ہوگئے۔ لیکن اب بھی تم کچھ کر سکتے ہو۔ تمہیں اسے تباہ کرنا ہے جس نے تمہیں تباہ کیا ہے کیونکہ یہی دیوتاؤں کی مرضی ہے۔ ہرماسیس! تمہیں تباہ کیا ہے کیونکہ یہی دیوتاؤں کی مرضی ہے۔ ہرماسیس! تمہیں ایک نشانی دی جائے گی اور جب وہ تمہیں نظر آئے تو فوراً قلوپطرہ کے پاس جانا اور اس ترکیب سے جو ہم تمہیں سمجھا دیں گے' اپنا بدلہ اس سے لے لینا۔"

"ہرماسیس! تمہیں انتقام لینا ہے۔ ہاں تمہیں اس ہستی سے انتقام لینا ہے جس نے تمہیں تباہ کیا ہے۔ شاید اس طرح تمہاری نجات ہوجائے۔ اور اب ہرماسیس سنو۔ تم نے وعدہ خلافی کی اور گناہ کیا۔ چنانچہ جب تک تمہارے گناہ کا داغ نہیں دھل جاتا میں تمہارے پاس نہ آؤں گی۔ تاہم اتنا یاد رکھو کہ دیوتاؤں کی محبت مقدس اور لافانی ہوتی ہے۔ دنیا کے رنج و غم اور زمانے کے نشیب و فراز اسے کم نہیں کر سکتے۔ ہرماسیس! اب بھی وقت ہے' اس سے پہلے کہ تم اس دنیا سے اٹھالئے جاؤ۔ اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرو...... ہاں ابھی وقت ہے۔ نیک کام کر کے اپنے گناہوں کے داغ دھولو تاکہ عالم ارواح میں ہم تم ایک بار پھر مل سکیں۔ تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔ تم نے غداری کی ہے تمہارے گناہ کا پھل یہ ہوگا کہ تمہارے بعد کوئی میرا نام لیوا نہ رہے گا...... تاہم میں لافانی ہوں اور ہرچند کہ تم گنہگار ہو' میں تمہارے ساتھ رہوں گی یہ اور بات ہے کہ تم مجھے د نہ سکو گے تم کہیں بھی جاؤ گے میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ چاہے تم آسمان پر پہنچ جا چاہے آنتی کی تاریک گہرائیوں میں' چاہے کسی صورت میں جنم لو تم مجھے اپنے قریب گے۔ اس فانی دنیا میں اور اس لافانی دنیا میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ بشرطیکہ تم اپنے کا کفارہ ادا کرسکے۔ کیونکہ دیوتاؤں کی محبت بہتر ہے یا ایک دنیادار عورت کی؟ اور اب تم سے رخصت ہوتی ہوں۔ خبردار اب مجھے بلانے کی جرائت نہ کرنا۔"

آواز رک گئی۔ آتشی سانپ سمٹ کر بادل کے قلب میں داخل ہوگیا۔ اور اب با

اٹھا اور ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ سینگوں میں پھنسا ہوا چاند مدھم ہونے لگا۔ اور رفتہ رفتہ غائب ہوگیا۔ اور جب کہ دیوی ایزیس عالم فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے جارہی تھیں' سم بجنے لگا۔ یہ آواز بھی دور ہوتی چلی گئی۔ اب حجرے میں بھیانک خاموشی طاری تھی۔

میں نے سر جھکا لیا' میرا ہاتھ والد کی سرد لاش کو چھو رہا تھا لیکن میرے دل میں امید کی نئی شعاع روشن ہوگئی تھی۔ میں نے دیوی ایزیس سے بے وفائی کی تھی۔ لیکن وہ اب بھی مجھے چاہتی تھی۔ اور مجھے بھی اس سے محبت تھی۔ ہاں میری نجات ممکن تھی۔ اب بھی وقت تھا۔ دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرسکتا تھا۔ ہاں میں آنتی کے عذاب سے بچ سکتا تھا۔ میرے دل پر سے ایک بوجھ ہٹ گیا تھا۔ میں سکون اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔

تھکن سے پپوٹے بوجھل ہونے لگے اور میں اس جگہ فرش پر سوگیا۔

بیدار ہوا تو صبح کی روشنی روشندان میں سے حجرے میں رینگ آئی تھی اور والد صاحب کی لاش پر پڑ کر منظر بے حد بھیانک بنا رہی تھی۔ میں اٹھ بیٹھا۔ رات کے واقعات یاد آگئے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ دفعتاً" دوسرے کمرے سے قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ سنائی دی۔ جیسے کوئی گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہو۔ اور پھر ایک مانوس آواز سنائی دی۔ یہ بوڑھی انا آتوا کی آواز تھی۔

"اوہو۔ یہاں تو قبر کی سی تاریکی ہے۔ ان مقدس اور عظیم لوگوں کو جنہوں نے یہ معبد بنایا ہے۔ غالباً اجالا پسند نہ تھا۔ آمن مہت کے حجرے کا دروازہ بھی تو نظر نہیں آتا۔ اس اندھیرے میں ہاں یہ رہا پردہ۔"

اور دروازہ پر پڑا ہوا پردہ اٹھا کر بوڑھی انا آتوا' ایک ہاتھ میں لکڑی اور دوسرے میں ٹوکری اٹھائے حجرے میں آگئی۔ اس کے چہرے کی جھریوں میں ان گنت جھریوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اور اس کے سر پر اب گنتی کے ہی بال رہ گئے تھے۔ وہ دروازے کے قریب کھڑی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھتی رہی

"کہاں آمن مہت؟" وہ بڑبڑائی۔ "دیوتا رحم کریں۔ لیکن وہ اندھیرے میں بھٹک تو نہیں گئے؟ اور پھر انہیں نظر بھی تو نہیں آتا۔ چچ چچ۔ ہاآ۔ کیا وقت آیا ہے بڑھاپا اور پھر

اوپر سے اندھاپن' اور اسی حالت میں سوائے میرے کوئی دوسرا ان کی خبر گیری کرنے والا بھی تو نہیں۔ اور میرے قویٰ بھی تو جواب دے رہے ہیں۔ برا ہو اس بڑھاپے کا او ہراسیس! تو نے ہمیں کس مصیبت میں ڈال دیا ہے۔

"ایں یہ کیا؟ فرش پر سو رہے ہیں؟ پہلے تو کبھی نہ سوئے تھے فرش پر! ہائے ہائے یوں ٹھنڈے پتھروں پر سونے کی وجہ سے اکڑ نہ جائیں گے۔"

"آمن مت! اٹھو .... سویرا ہو گیا .... اٹھو بھئی۔" اور وہ والد صاحب کی لاش کے قریب پہنچی .... "ارے .... یہ تو .... یہ تو .... مرگئے!.... اور کوئی ان کے پاس نہ تھا.... ہائے ہائے یہ کیا ہو گیا۔"

اور وہ یوں چیخ کر روئی کہ معبد کے در و دیوار لرز اٹھے۔

"ہش! خاموش۔" میں نے کہا اور آتوا کے سامنے آگیا۔

"ایں .... کون ... کون ہو تم؟" وہ چلائی اور ٹوکری اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"کمینے! خونی! تجھے اس بوڑھے اور مصر کے تنہا مقدس آدمی کو قتل کرتے شرم نہ آئی۔ ہائے! ہائے! تجھے دیوتاؤں کا خوف بھی نہیں۔ یاد رکھ تجھ پر غضب نازل ہوگا۔ حالانکہ دیوتاؤں نے ہمیں بھلا دیا ہے۔ لیکن وہ اپنے کاہن اعظم کا بدلہ لیں گے۔"

"آتوا! میری طرف دیکھو۔"

"ہاں! ہاں دیکھا تیری طرف .... کمینے' آوارہ گرد' خونی' ایک بوڑھے اور اندھے آدمی کو مارتے وقت تجھے ذرا بھی رحم نہ آیا۔"

"ہائے! وہ غدار ہراسیس دیوتا جانیں کہاں اپنا کالا منہ چھپائے بیٹھا ہے اور اب تو نے آمن مت کو مار ڈالا۔"

"اوہو۔ اس دنیا میں اب میرا کوئی نہ رہا۔ اس غدار ہراسیس پر میں نے اپنے نواسے کو بھی قربان کردیا۔ اور میں اس دنیا میں تنہا رہ گئی۔ لے مجھے بھی مار ڈال .... دیکھتا کیا ہے؟.... آگے بڑھ اور اس بڑھیا کا خاتمہ کردے۔"

میں اس کی طرف بڑھا اور آتوا یہ سمجھ کر کہ میں اسے قتل کرنے بڑھ رہا ہوں' انتہائی

خوف کے عالم میں چلائی۔

"آہ! نہیں' رحمدل آدمی مجھے نہ مارو۔ دیوتاؤں کی مہربانی سے میں مادر نیل کی ایسی اور چھ طغیانیاں دیکھ چکی ہوں۔ تاہم مجھے ابھی نہیں مرنا ہے۔ دیوتا ایسے بوڑھے انسانوں کو پسند کرتے ہیں جو ان کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور میں بھی ان کی عبادت کرتی ہوں .... خبردار..... میرے قریب نہ آنا... ہائے!.... مد' مدد۔"

"بے وقوف عورت خاموش رہ۔ پہچانا نہیں مجھے؟" میں نے کڑک کر کہا۔

"میں دنیا کے ہر آوارہ گرد کو کیسے پہچان سکتی ہوں؟ .... اور .... ار ... یہ تم ہو ہراسیس؟.... ہائے ہائے! یہ کیا ہو گیا ہے تمہارا؟ لیکن کیا یہ تم ہی ہو....؟ دیوتاؤں کی قسم .... واقعی تم آگئے۔ میں تو تمہیں مردہ تصور کر چکی تھی.... آؤ تمہاری پیشانی چوم لوں .... لیکن نہیں۔ میں بھولی' ہراسیس غدار اور خونی ہے.... یہ دیکھو کاہن اعظم آمن مت کی لاش۔ ہائے ہائے! بیٹے نے باپ کو قتل کردیا ... ایسے زبردست گناہ کو دیکھ کر آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا.... زمین کیوں نہ پھٹ گئی.... لوگو دنیا سے نیکی اور رحم اٹھ ہی گیا آخر.... چلے جاؤ یہاں سے .... میں تم جیسے غدار اور پدر کش آدمی کی صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی۔ جاؤ اپنی اسی رنڈی کی آغوش میں چھپ جاؤ جاکر۔"

"بس کرو آتوا .... میں نے اپنے والد کا خون نہیں کیا ہے۔ وہ طبعی موت مرے ہیں اور افسوس کہ میری بانہوں میں انکا دم نکلا۔"

"اگر یہ بات ہے تو وہ یقیناً تم پر لعنت بھیجتے مرے ہوں گے۔ ہائے ہراسیس! آمن مت نے تو تمہیں زندگی دی اور تم نے انہیں موت دی۔ واہ!.... کیا اچھا صلہ دیا ہے تم نے ....! ہائے! ہائے! میں بوڑھی ہو چکی ہوں۔ اور اس عمر میں غموں کے کئی پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ لیکن دیوتا جانتے ہیں کہ یہ غم پچھلے سب غموں پر بھاری ہیں۔ جاؤ ہراسیس .... جاؤ.... چلے جاؤ یہاں سے۔"

"آتوا! خود میرے پچھلے گناہ کیا کم ہیں کہ تم بھی ...."

"ہاں' میں بھولی .... اور کیا گناہ ہے تمہارا؟ ایک عورت ہی تو تمہاری تباہی کا باعث

رہی ہے۔ عورت ابتدائے آفرینش سے مردوں کو تباہ کرتی رہی ہے اور یوم آخر تک تباہ کرتی رہے گی۔ میں نے اس عورت کو پہلے دیکھا تھا۔ اور مجھے اعتراف ہے کہ اتنی حسین عورت نہ پہلے کبھی تھی اور نہ آئندہ ہوگی۔ عورت کیا ہے دیوتاؤں کی طرف سے چھوڑا ہوا ایک تیر ہے جو مردوں کے دل چھلنی کردیتا ہے۔ تم ہی پر کیا منحصر ہے ہرماسیس! اسے جو بھی دیکھتا ہے اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ واقعی تمہارا کوئی تصور نہیں .... آگے آؤ کہ میں تمہاری پیشانی پر بوسہ دوں۔ تمہاری یہ مقدونی ملکہ آفت کی پرکالہ ہے اور اس کی دام حسن میں کسی کا بھی گرفتار ہو جانا قدرتی امر ہے۔ اور قدرت پر کس کا زور چل سکا ہے۔ لیکن وہ حسین ہونے کے ساتھ بڑی مکار اور ظالم بھی ہے۔ غالباً تمہارے والد کو یہ سزا نہ دی گئی۔ دیوتا جانیں اس میں اس کی کیا مصلحت تھی؟.... اسی پر بس نہ کرتے ہوئے اس نے مصر کے دیوتاؤں کی پوجا ممنوع قرار دے دی۔ اور اب آمن مہت بھی اس دنیا میں نہ رہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ اچھا ہی ہوا۔ زندگی' تمہارے والد کے لئے' ایک ناقابل برداشت بوجھ ہو کر رہ گئی تھی .... اور یہ بھی سن لو ہرماسیس کہ آمن مہت تمہیں بالکل ہی مفلس قلاش نہیں چھوڑ گئے۔ جب انہیں ہماری سازش کی ناکامی کی خبر ملی تو انہوں نے اپنی ساری پونجی ایک جگہ چھپا دی اور انہوں نے یہ دولت کہاں چھپائی ہے یہ میں تمہیں بتادوں گی۔ کیونکہ تم ہی اس کے اصلی وارث ہو۔"

"دولت کا ذکر نہ کرو آتوا! میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ آہ! میں کہاں جاؤں۔ اور کہاں اپنا کالا منہ لئے بیٹھ رہوں۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ تمہیں یہاں تو رہنا ہی نہ چاہئے۔ اگر لوگوں کو تمہاری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ تمہارے بدن پر موم پوت کر تمہیں زندہ ہی سلگا دیں گے۔ میں تمہیں ایک محفوظ جگہ چھپا دوں گی اور آمن مہت کے کفن دفن سے فارغ ہو کر ہم دونوں یہاں سے بھاگ کر کسی دور افتادہ خطے میں اس وقت تک چھپے رہیں گے جب تک حالات بہتر نہیں ہو جاتے۔"

"ہائے! ہائے! عجیب دنیا ہے یہ جس میں دکھ ہی دکھ ہیں۔ دیوتاؤں کی قسم دریائے نیل کی کیچڑ میں اتنی جونکیں بھی نہ ہوں گی جتنے کہ اس دنیا میں دکھ ہیں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ ہرماسیس۔"

وادی موت سے اسکندریہ تک

چنانچہ آتوا نے مجھے اپنے گھر میں چھپا دیا اور وہاں میں پورے اسی دن تک چھپا رہا۔ اس عرصہ میں حنوط کرنے والوں نے میرے والد کی لاش کو حنوط کرکے دفن کرنے کے قابل بنا دیا۔ چنانچہ جب یہ سب انتظامات مکمل ہو چکے تو ایک رات میں نے اپنی کمین گاہ سے نکل کر اپنے والد کی روح کے لئے دعا کی اور ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ اور کنول کے پھول ان کے سینے پر رکھ دیئے اور دوبارہ آتوا کے گھر میں چھپ گیا۔

دوسرے دن دیوتا ازیرس اور دیوی ایزیس کے معبدوں کے کاہن آئے اور میرے والد کے تابوت کو اٹھا کر جھیل مقدس تک لے گئے۔ وہاں مردے لے جانے کی کشتی میں تابوت ریشمی شامیانے کے نیچے رکھ دیا گیا اور پھر کاہن ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں پڑھنے اور موت کے گیت گانے لگے۔ چند گھنٹوں بعد کشتی نے کاہنوں اور تابوت کو دوسرے کنارے پہنچا دیا۔ جہاں کی چٹانوں میں وہ مقبرہ تھا جس میں ہمارے خاندان کے افراد دفن ہوتے تھے۔ یہیں میری والدہ دفن تھیں۔

اور میری بھی آرزو ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ میرے والد کا تابوت مقبرے میں رکھ کر اس کا دروازہ چن دیا گیا اور والد صاحب کی جمع کردہ پونجی ایک محفوظ جگہ چھپا دی گئی۔ اب میں ابیدس میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھیس بدل کر اور آتوا کو ساتھ لے کر راتوں رات اپنے آبائی وطن ابیدس سے نکل کھڑا ہوا۔ اور دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتا ہوا اور دشت گردی کرتا ہوا آخر کار شہر طب میں پہنچا۔ چند دنوں تک میں اس بڑے اور بارونق شہر میں مقیم رہا تاکہ کوئی ایسی جگہ تلاش کرسکوں جہاں میں جب تک چاہوں روپوش رہ سکوں۔

شہر طب کے شمال میں ننگی اور جھلسی ہوئی چٹانوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جن کے پیچھے ریگستان ہے۔ ان چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر قدیم فراعنہ نے اپنے مقبرے بنائے ہیں۔ ان ...ابت سے مقبروں کا نشان تک نہیں ملتا۔ کیونکہ انہیں ایسی مہارت سے بند کیا گیا تھا

کہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ کہاں مقبرہ ہے اور کہاں ٹھوس چٹان۔ اور یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ چور دولت کی لالچ میں مقبروں میں گھس کر مردوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔

لیکن بعض مقبرے کھلے تھے اور یہ وہ مقبرے تھے جن میں چور کسی طرح داخل ہو گئے تھے۔ میں ہر رات شہر سے نکل کر روپوش ہونے کی مناسب جگہ تلاش کیا کرتا تھا۔ کیونکہ دن کو باہر نکلنے میں پہچان لئے جانے کا خطرہ تھا۔ تو ایک رات میں وادئ موت میں رات بھر بھٹکتا رہا اور پو پھٹنے کے وقت اتفاقاً ایک مقبرے کے دروازے پر پہنچ گیا' یہ بظاہر ایک غار معلوم ہوتا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ رامس سوم کا مقبرہ تھا۔ صبح کی دھندلی روشنی میں میں نے اس غار میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بے حد کشادہ مقبرہ تھا اور اس میں کئی حجرے تھے جو چٹانیں کاٹ کر بنائے گئے تھے۔

چنانچہ دوسری رات کو میں آتوا کے ساتھ مشعلیں لے کر اسی جگہ پہنچا۔ آتوا اب بھی میرا اتنا ہی خیال رکھتی تھی جتنا کہ بچپن میں رکھتی تھی۔ مقبرے کے سامنے کھڑے ہو کر ہم نے مشعلیں جلائیں اور اندر داخل ہو گئے۔ فراخ گزرگاہ کو طے کر کے ہم اس بڑے کمرے میں پہنچے جس میں فرعون' رامسس سوم کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیواروں پر دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور جگہ جگہ پراسرار عبارت لکھی ہوئی تھی جسے میں باآسانی پڑھ سکتا تھا۔ اس بڑے کمرے کے انتہائی سرے سے' یعنی تابوت کے سرہانے کی طرف سے ایک دوسری گزرگاہ شروع ہوتی تھی۔ ہم اس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ گزرگاہ کے دونوں کناروں پر حجروں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ یہ حجرے شاہی گھرانے کے افراد' بادشاہ کے خاص آدمیوں اور مصاحبوں کے مدفن تھے اور ان کی تصویریں حجروں کی دیواروں پر بنی ہوئی تھیں۔

آخری حجرے میں جس کے دروازے کا رخ فرعون کے کمرے کی طرف تھا بے حد خوبصورت تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور یہ تصویریں یوں تھیں کہ دو (۲) اندھے بربط نواز بیٹھے بربط بجا رہے تھے۔ اور دوسرے سازندے تھک کر سو رہے تھے اور میں نے اپنے لئے یہی حجرہ پسند کیا جس میں فرعون کے دربار کے خاص سازندے دفن تھے۔ اور اس حجرے

یں' ہرپاسیس پورے آٹھ سال تک رہا۔ اور اپنے جسم کو عقوبت پہنچا کر اپنے گناہ
نے کی کوشش کرتا رہا۔ اور بڑے سخت تھے وہ آٹھ سال .... لیکن آتوا کو اندھیرا پسند نہ
چنانچہ اس نے اپنے لئے سب سے پہلا حجرہ پسند کیا جو گزرگاہ کے دہن پر واقع تھا۔
اور ان آٹھ سالوں میں میری زندگی کا معمول یہ رہا۔

ہر دوسرے دن آتوا شہر جاتی اور اشیاء خوردونوش اور موم بتیاں خرید لاتی۔ روزانہ
سورج طلوع ہونے سے پہلے اور شام کو' سورج غروب ہوتے وقت میں وادئ موت
آدھے گھنٹے تک ٹہلتا تاکہ میری جسمانی قوت برقرار رہے اور میری آنکھیں اندھیرے
عادی ہو کر اپنی بینائی نہ کھودیں۔ ان دو وقتوں کے علاوہ میں کبھی کبھار' تاروں سے
ان لینے کے لئے کسی پہاڑی پر چڑھ جاتا۔ ورنہ میرے شب و روز اسی تاریک حجرے میں
رتے جہاں میں عبادت کرتا' کئی کئی گھنٹوں تک مراقبے میں رہتا اور اپنے جسم کو طرح
ں سے عقوبت پہنچاتا اور چند گھنٹوں کی نیند لے کر پھر یہی سلسلہ شروع کر دیتا اور میری
ب و روز کی عبادت آخر کار اپنا اثر دکھانے لگی۔

میرے دل پر سے گناہوں کا بوجھ ہٹنے لگا اور میں ایک بار پھر دیوتاؤں کے قریب
یا۔ لیکن افسوس دیوی ایزیس سے ہمکلام نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ عقوبت' نفس و جسم
میرے اس علم کو بے پایاں بنا دیا۔ جس میں میں شروع سے ہی دست رس رکھتا تھا۔
ن پرہیز اور تنہائی نے میرے جسم کو آلودگیوں سے پاک کر دیا اور میری نظریں اب کسی
باطن کا کامیاب جائزہ لے سکتی تھیں اور کسی کی بھی روح میں جھانک سکتی تھیں۔

اور پھر یوں ہوا کہ شہر طبس میں مشہور ہو گیا کہ ایک زبردست عالم اور ولی کامل جس کا
"الم پس" ہے' وادئ موت کے ایک مقبرے میں مقیم ہے۔ چنانچہ لوگ اپنے مریضوں
لے کر میرے پاس آنے اور بانجھ عورتیں مجھ سے اولاد مانگنے لگیں۔

چنانچہ میں نے آتوا کی شاگردی قبول کی اور اس سے بہت جلد جڑی بوٹیوں کا علم سیکھ
اور اب میں مریضوں کو اچھا کرنے لگا اور یوں' رفتہ رفتہ' میری شہرت دور دور تک
اور مشہور ہو گیا کہ "الم پس" صرف حکیم اور ولی ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کا ایک

زبردست جادوگر بھی ہے جو شہر طب کے ایک مقبرے میں بیٹھ کر روحوں کو بلاتا اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے' اور یہ حقیقت بھی ہے کہ میں روحوں کو بلاتا اور ان سے مشورے طلب کرتا تھا۔ چنانچہ اب ضروری چیزیں خریدنے کے لئے آتوا کو شہر نہ جانا پڑتا تھا کیونکہ ضروریات کی چیزیں لوگ ہمیں دے جاتے تھے جو ہماری ضرورت سے زیادہ ہوتی تھیں۔ لوگوں کا مجھ پر اعتقاد مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا کیونکہ میں مریضوں کو اچھا کرنے کا کوئی معاوضہ نہ لیتا تھا اور نہ کسی طرح کے تحائف ہی قبول کرتا تھا۔ لیکن اس ڈر سے کہ کوئی حکیم "الم پس" کے روپ میں ہرماسیس کو نہ پہچان لے' میں بہت کم اپنے حجرے سے باہر آتا تھا۔ لیکن بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ مصر کے بچے بچے کو ہرماسیس مصری کی موت کا یقین ہوچکا ہے۔ میں اپنے حجرے سے نکل کر مقبرے کے دروازے پر بیٹھنے لگا۔ اور وہیں بیٹھ کر میں بیماروں کو اچھا کرتا اور امراء کے لئے زائچہ کھینچتا اور یوں میری شہرت پھیلنے لگی۔ یہاں تک کہ لوگ ممفس اور اسکندریہ سے چل کر میرے پاس آنے لگے۔ اور ان لوگوں سے جو اسکندریہ سے آئے تھے' مجھے معلوم ہوا کہ انطونی دو مہینے کے لئے قلوپطرہ سے رخصت ہوا۔ اور روم پہنچ کر اپنی پہلی بیوی جس کا نام فلویا تھا کے مرنے کے بعد اس نے نوجوان قیصر اقطاویانوس کی بہن سے شادی کرلی۔ یہ اور دوسری بہت سی باتیں' جن کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتا' مجھے ان لوگوں سے معلوم ہوئیں۔

چنانچہ دوسرے سال میں نے یہ کیا کہ آتوا کو جڑی بوٹیاں بیچنے والی کی بھیس میں اسکندریہ کی طرف روانہ کردیا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ ملکہ کی خادماؤں میں شارمن کو تلاش کرکے' اگر اسے وفادار پائے تو' اس پر میرا راز ظاہر کردے اور یہ بھی کہ اب انتقام کا زمانہ زیاہ دور نہیں رہا۔ اس لئے' اسے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے وغیرہ۔ چنانچہ آتوا مجھ سے رخصت ہونے کے پانچ مہینے بعد واپس آئی۔ اور اپنے ساتھ شارمن کے دیئے ہوئے تحائف لائی۔ آتوا نے مجھے بتایا کہ وہ بڑی کوششوں کے بعد شارمن سے مل سکی۔ اور پہلی ہی ملاقات کے وقت باتوں باتوں میں اس نے' انجان بن کر' ہرماسیس کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور آخر میں کہا کہ ہرماسیس کبھی کا مرچکا ہے۔ اس پر شارمن

برداشت نہ کرسکی اور رونے لگی۔ چنانچہ شارمن کا حال معلوم کرکے' کیونکہ آتوا ان معاملات میں بڑی تیز تھی۔ اس نے یہ خوشخبری سنائی کہ ہرماسیس زندہ ہے اور اسے سلام کہتا ہے۔ اس پر شارمن فرط خوشی سے آتوا کے جھریوں پڑے گال چومنے لگی اور اب وہ خوشی کے آنسو بہا رہی تھی۔ پھر اس نے میرے لئے چند تحائف آتوا کو دیئے اور کہا کہ ہرماسیس سے کہہ دے کہ شارمن اپنی قسم بھولی نہیں ہے اور میری (ہرماسیس کی) آمد اور انتقام کے وقت کی منتظر ہے۔ اور اس طرح بہت سی باتیں معلوم کرکے بوڑھی انا آتوا طب واپس آئی۔

اور پھر یوں ہوا کہ قلوپطرہ کے سفیر' دوسرے ہی سال' اس کے بہت سے تحائف اور ایک پیغام لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے مہر دیکھ کر خط کھولا اور یہ لکھا تھا اس میں:۔

"ملکہ مصر' قلوپطرہ' کی طرف سے مصر کے سب سے بڑے عالم "الم پس" کی خدمت' میں جو وادئ موت کے ایک مقبرے میں مقیم ہے۔

اے الم پس' تمہاری شہرت ہمارے کانوں تک بھی پہنچی ہے اور ہم تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر تم نے ہماری مشکل آسان کردی تو ہم تمہیں عزت و دولت سے سرفراز کریں گے۔ چنانچہ اے عالم! بتاؤ کہ ہم دوبارہ انطونی اور اس کی محبت کو کس طرح حاصل کرسکتے ہیں جس پر اس کی دوسری بیوی اقطاویہ نے کچھ ایسا جادو کردیا ہے کہ وہ ہمیں بھلا بیٹھا ہے۔"

قلوپطرہ کا خط پڑھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ اس میں شارمن کا ہاتھ ہے جس نے میری تعریف کرکے قلوپطرہ کو یہ خط لکھنے پر اکسایا ہوگا۔

ساری رات میں غور کرتا رہا اور صبح ہوتے ہی قلوپطرہ کے خط کا جواب لکھا۔ جو قلوپطرہ اور انطونی کی تباہی کے لئے دیوتاؤں نے میرے دل میں ڈال دیا تھا۔

اور یوں لکھا میں نے۔

"اے ملکہ! اس آدمی کے ساتھ' جو تمہارے ساتھ بھیجا جائے گا' تم ملک شام جاؤ اور تمہارا انطونی واپس مل جائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں دوسری بہت سی چیزیں جن کا

تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا' تمہیں انطونی کے ذریعہ ملیں گی۔"

یہ خط میں نے قلوپطرہ کے سفیروں کو دیا اور ان سے کہا کہ ملکہ کے تحائف کی مجھے ضرورت نہیں۔ چنانچہ انہیں وہی آپس میں تقسیم کرلیں۔ قلوپطرہ کے سفیر میری اس فیاضی پر حیران ہوتے رخصت ہوئے۔

میرا مراسلہ ملتے ہی قلوپطرہ شام کی طرف روانہ ہوگئی اور میری پیشن گوئی کے مطابق ہوس پرست انطونی اپنی وفادار بیوی اقطاویہ کو چھوڑ کر دوبارہ قلوپطرہ کی بانہوں میں آگرا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے قبرص کا جزیرہ' قلی قیہ اور نوبیہ کا علاقہ اور دوسرے بہت سے شہر اور قصبات قلوپطرہ کے حوالے کردیئے۔

قلوپطرہ اسکندریہ واپس آئی تو بہت خوش اور میری معتقد تھی اور میری فوق الفطرت قوتوں پر ایمان لاچکی تھی۔ اس نے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ میں اس کے پاس اسکندریہ چلا جاؤں۔ لیکن ابھی وہ وقت نہ آیا تھا۔ چنانچہ میں نے قلوپطرہ کے تحائف شکریئے کے ساتھ لوٹا دیئے اور اسکندریہ نہ گیا۔ اس کے بعد انطونی اور قلوپطرہ' مجھ سے برابر مشورہ طلب کرتے اور ہر کام کا شگون بھجواتے رہے اور میں دیوتاؤں کی مرضی کے مطابق ان کے ہر سوال کا جواب ایسا دیتا جو بظاہر تو خوشگوار اور قابل قبول لیکن یہ باطن تباہ کن تھا۔ اور اس عرصے میں میری ایک پیشن گوئی بھی غلط ثابت نہ ہوئی۔

اور یوں سال پر سال گزرتے رہے اور میں' ہرماسیس۔ جو الم پس کے نام سے مشہور تھا..... ایک بار پھر پورے مصر میں مشہور ہوگیا۔ ہرماسیس کو سب بھلا چکے تھے۔ لیکن الم پس کا نام بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ پورا مصر الم پس کے پر اسرار علم کا معترف تھا۔ دن بدن میرا علم پختہ ہوتا گیا۔ کیونکہ میں نے جسمانی خواہشات کو مار کر دیوتاؤں سے لو لگائی تھی۔

یہاں تک کہ پورے آٹھ سال گزر گئے۔ پارتھیا والوں سے جنگ چھڑی بھی اور ختم بھی ہوئی۔ آرمینا کے مفتوح بادشاہ کو زنجیروں میں جکڑ کر اسکندریہ کی سڑکوں پر گھسیٹا گیا' قلوپطرہ اور انطونی ساموس اور ایتھنز ہو آئے' قلوپطرہ نے انطونی کو اکسا کر نہ صرف اقطاویہ کو طلاق دلوادی بلکہ اسے گھر سے بھی نکلوادیا۔ اور اب انطونی کی بے وقوفی انتہا کو

تھی۔ یہ رومی فاتح اب قلوپطرہ کا ایسا ہی غلام تھا جیسا کہ کبھی میں رہا تھا۔ ادھر قیصرا قطاویانوس اپنی بہن اقطاویہ کی توہین برداشت نہ کرسکا اور اس نے انطونی لاف اعلان جنگ کردیا۔

ور پھر ایک دن جب میں مقبرے کے اندھیرے حجرے میں سو رہا تھا کہ میرے والد! ت' میرے خواب میں تشریف لائے۔ وہ اپنے عصا پر ٹھوڑی ٹکا کر کھڑے ہوگئے۔ طرف دیکھو ہرماسیس۔" انہوں نے کہا۔

یں نے سامنے دیکھا..... اور میں نے دیکھا کہ سامنے سمندر ہے اور دو بیڑوں میں ت جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ایک بیڑے کے جہازوں پر قیصر اقطاویانوس کے اور ے کے جہازوں پر انطونی اور قلوپطرہ کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ انطونی اور قلوپطرہ کا طاویانوس کے بیڑے کو برابر پیچھے ڈھکیلتا چلا جارہا ہے۔ فتح انطونی کی ہوتی نظر آتی

یں نے پھر دیکھا.....

اور میں نے دیکھا کہ قلوپطرہ اپنے سنہری بجرے میں بیٹھی جنگ کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ اب میری روح' آہستہ آہستہ قلوپطرہ پر اپنا اثر ڈالنے لگی اور اب قلوپطرہ اس س کی آواز سن رہی تھی جو اس کے خیال میں مرچکا تھا۔

"بھاگو! قلوپطرہ بھاگو۔" میری آواز کہہ رہی تھی۔ "بھاگو! ورنہ ماری جاؤ گی۔ بھاگو!

اس نے حیرانی سے چاروں طرف دیکھا۔ میری روح نے پھر یہی الفاظ اس کے کان کے۔ اب قلوپطرہ کا چہرہ خوف سے سفید ہوگیا۔ دفعتاً" اس نے بادبان کھولنے اور لنگر نے کا حکم دیا۔ ملاحوں نے اس کے حکم کی تعمیل اور قلوپطرہ کا بیڑا مقام جنگ سے فرار ظر آیا۔

وست اور دشمن چلا اٹھے۔

"قلوپطرہ بھاگ رہی ہے! قلوپطرہ بھاگ رہی ہے!"

اور میں نے دیکھا کہ اچانک انطونی کی فتح شکست میں بدل گئی اور ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ کئی دن گزر گئے اور میرے والد دوبارہ میرے خواب میں تشریف لائے اور انہوں نے کہا۔

"اٹھو ہرماسیس! انتقام کا وقت آگیا ہے۔ تمہاری کوششیں رائیگاں نہ گئیں اور تمہاری دعائیں قبول ہوئیں۔ دیوتاؤں کی مرضی سے راس اِ تطیوم کی جنگ میں قلوپطرہ کے دل پر ایسا خوف و ہراس چھا گیا کہ وہ انتہائی بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ انطونی کو شکست ہوئی اور اب اس کی قوت ٹوٹ گئی ہے۔ چنانچہ اٹھو کہ انتقام کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو دیوتا جو بات تمہارے دل میں ڈال دیں اس پر عمل کرو۔"

صبح میں بیدار ہوا تو حیران تھا کہ والد صاحب کہہ گئے ہیں کہ انتقام کا وقت آگیا ہے۔ حالانکہ اب تک اس کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح میں خیالات میں گم مقبرے کے دروازے پر پہنچا تو قلوپطرہ کے سفیر میرے منتظر کھڑے تھے اور اس دفعہ ان کے ساتھ ایک رومی افسر بھی تھا۔

"صاحبو! اب کیوں آنا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"ہم ملکہ مصر اور انطونی کا پیغام لائے ہیں۔" رومی افسر نے میرے سامنے جھک کر کہا۔ کیونکہ ہر آدمی مجھ سے ڈرتا تھا۔ "ملکہ کا حکم ہے کہ آپ فوراً اسکندریہ پہنچیں' ملکہ نے کئی دفعہ آپ کو بلایا لیکن آپ نہ آئے۔ ملکہ کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔"

"اور اگر میں اب بھی انکار کردوں؟"

"تو مجھے حکم ہے' مقدس کاہن کو میں آپ کو جبراً اپنے ساتھ لے چلوں۔"

"بے وقوف آدمی! تم مجھے جبراً لے جاؤ گے؟ بڑا بول نہ بولو رومی جوان کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاں کھڑے ہو وہیں مردہ ہو کر گر جاؤ۔ جان لو کہ میں مریضوں کو صرف اچھا کرنا ہی نہیں جانتا بلکہ یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تندرست و توانا آدمی کو دروازے سے نکلی ہوئی کیل کی طرح بے جان کرکے گرادوں۔"

"میں .... میں ...." رومی افسر گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹا۔ "حضور! میں نے تو وہی بات

ہرائی ہے جو مجھ سے کہی گئی تھی۔"

"ڈرو نہیں رومی جوان۔ میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔"

اور میں آتوا کو ساتھ لے کر اسی دن اسکندریہ کے لئے روانہ ہو گیا' میں وادئی موت ابھی جس خاموشی سے آیا تھا اسی طرح خاموشی سے روانہ ہوا۔ اور چلتے وقت اپنے والد کی مع کردہ پونجی بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔ کیونکہ میں ایک مفلس بھکاری کی طرح اسکندریہ میں اخل ہونا نہ چاہتا تھا۔ اور راستے میں مجھے معلوم ہوا کہ راس اِ تطیوم کی جنگ میں قلوپطرہ کے پیچھے ہی پیچھے انطونی بھی فرار ہو گیا.... اور اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ انتقام کا وقت بہت ریب تھا۔

اور اسکندریہ پہنچ کر میں اس مکان میں مقیم ہوا جو باب محل کے قریب تھا۔ اور جو لکہ نے خاص میرے لئے خالی کروا دیا تھا۔

اور اسی رات شارمن مجھ سے ملنے آئی اور میں نے نو سال کی طویل عرصہ کے بعد ہلی دفعہ اسے دیکھا۔

الم پس کے بھیس میں

موٹے کپڑے کا سیاہ چغہ پہنے میں اس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جو ملکہ نے مجھے دیا تھا۔ ہاتھی دانت کی منقش کرسی پر بیٹھا میں کمرے کی سجاوٹ اور سازو سامان کو دیکھ رہا تھا۔ چھت سے ٹنگے ہوئے بلور جھاڑ فانوس جن میں خوشبودار تیل جل رہا تھا۔ خوبصورت صراحیاں اور نازک جام اور ملک شام کے قالین دیکھ دیکھ کر مجھے وادیٔ موت کے مقبرے کے وہ شب و روز یاد آرہے تھے جو میں نے تنہائی اور کھردرے فرش پر سو کر گزارے تھے۔ میں ان خیالات میں گم بیٹھا تھا اور دروازے کے قریب بوڑھی انا آتوا' قالین کے ایک ٹکڑے پر گٹھری بنی سو رہی تھی۔ آتوا کے سوا اب دنیا میں میرا کوئی نہ رہا تھا۔ اس نے بچپن میں بھی میری خدمت کی تھی اور اب بھی' میرے سارے گناہوں کو نظرانداز کرکے۔ میرے ساتھ اسکندریہ چلی آئی تھی۔ ہر آدمی مجھے بھلا چکا تھا لیکن آتوا میری ہمدم اور غمخوار رہی تھی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو شاید میں کچھ نہ کرسکتا۔

نو سال .... پورے نو سال بعد میں دوبارہ اسی منحوس شہر' اسکندریہ میں آیا' جہاں پہلے قسمت مجھے دھوکا دے گئی تھی۔ لیکن اس دفعہ میں پوری تیاری کرکے آیا تھا۔ اس دفعہ میں ناکام ہونے نہیں آیا تھا۔ اس دفعہ میں قلوپطرہ کی قسمت بن کر آیا تھا۔ اس دفعہ فتح میری ہونے والی تھی۔ قلوپطرہ کی نہیں۔

اور پھر بھی صورت حال کتنی مختلف تھی۔ اب میں اس کہانی کا کوئی اہم کردار نہ تھا جس کا انجام فتح و کامرانی تھی۔ اب یہ کہانی میری گرد نہ گھومتی تھی۔ اب میں تلوار کی مانند تھا جو انصاف کے ہاتھ میں ہو۔ میں ہرماسیس نہیں بلکہ انتقام کی تلوار تھا جو دیوتاؤں نے بلند کی تھی۔ اب میں مصر کو آزادی نہ دلا سکتا تھا۔ اب میں فرعون نہ بن سکتا تھا۔ مصر ہمیشہ کے لئے برباد ہوچکا تھا اور اس کے ساتھ میں ہرماسیس بھی۔ مسلسل بدلتے ہوئے اور ہنگامہ خیز واقعات کا دھارا اس زبردست سازش کو غرق کرچکا تھا جس کا محور میں تھا۔ لوگ اس سازش کو اور ہرماسیس کو بھلا چکے تھے۔ میرے اجداد کی تاریخ پر ماضی کا دبیز پردہ پڑ چکا

تھا۔ مصر کی درخشاں تہذیب آخری سانسیں لے رہی تھی۔ فراعنہ کا صرف نام رہ گیا تھا۔ مصر کے دیوتاؤں کے عروج کا زمانہ ختم ہوچکا تھا۔ مصر کے قدیم باشندوں کی اولاد غلام تھی اور غلام رہے گی۔ دیوتاؤں کا مصر' فراعنہ کا مصر اور اہرام کا مصر اب مصریوں کا نہ رہا تھا میں رومی گدھوں کی آوازیں سن رہا تھا جو اب مصر پر قبضہ کرنے والے تھے۔ اب مصر کبھی آزاد نہ ہوگا۔ اس کی قسمت پر غلامی کی نہ ٹوٹنے والی مہر لگ چکی تھی۔

آخر کار میں خیالات سے چونکا' آتوا کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا اور اس سے کہا کہ وہ آئینہ لائے تاکہ میں اس میں اپنی صورت دیکھ کر معلوم کرسکوں کہ میں کتنا بدل گیا ہوں۔

اور آئینے میں یہ دیکھا میں نے۔

مرجھایا ہوا اور بے رونق چہرہ جس پر کبھی مسکراہٹ نہ آئی تھی' منڈا ہوا سر' پھیلی ہوئی زردی مائل آنکھیں' ٹھوڑی کے دونوں طرف دو گہری قوسیں جو پرہیزگاری کی نشانی تھیں' چہرے پر تھکن اور بیزاری کے آثار' آنکھوں میں اداسی' لانبی داڑھی اور پتلے پتلے رعشہ دار ہاتھ جن کی پشت پر نیلی رگیں ابھر آئی تھیں اور کمر خمیدہ وقت غم اور ریاضت نے مجھے بالکل ہی بدل دیا تھا .... تو یہ میں تھا .... ہرماسیس مصری' جو کبھی خوبصورت اور طاقتور رہا تھا جس کے چہرے سے کبھی رعب اور شاہانہ جلال عیاں تھا۔ بظاہر میں بدل گیا تھا۔ بظاہر میں نحیف و نزار تھا۔ لیکن اب بھی مجھ میں پہلے کا سا جوش تھا اور اب بھی میری دل میں وہ آگ بھڑک رہی تھی جو میری بربادی کا اصلی سبب تھی۔

میں بدل چکا تھا۔ پھر بھی نہ بدلا تھا۔ زمانے اور غموں نے میرا ظاہری رنگ روپ بدل دیا تھا لیکن وہ میری روح نہ بدل سکے تھے۔ نہیں کوئی طاقت انسان کی روح نہیں بدل سکتی۔ موسم آئیں اور گزر جائیں۔ امید ایک پرندے کی طرح پرواز کرکے ظلمتوں میں گم ہوجائے' خیالات اور تصورات غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں کی طرح بے جان اور ٹھنڈے ہوجائیں' قسمت پانی کے ریلے کی طرح ہماری پیروں تلے سے نکل جائے' بڑھاپا رات کے اداس اندھیرے کی طرح ہم پر رینگ آئے ... ہاں دیکھو قسمت کے چکر کے ساتھ بندھے ہونے کی وجہ سے ہمیں یہ مختلف مزے چکھنے پڑتے ہیں .... کبھی ہم بادشاہ بن

کر حکمرانی کرتے ہیں اور کبھی ہم پھلتے پھولتے ہیں اور کبھی تباہ و برباد ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان چکیوں میں پسنے کے بعد بھی، ہم ایک سے رہتے ہیں، ہماری روح نہیں بدلتی اور یہ قدرت کا ایک عجوبہ ہے۔

میں انہی خیالات میں گم تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آتوا! دروازہ کھول دو۔" میں نے کہا۔

آتوا نے دروازہ کھول دیا اور ایک عورت، جو یونانی لباس پہنے تھی، کمرے میں داخل ہوئی۔ یہ شارمن تھی۔ پہلے کی طرح ہی خوبصورت چہرے پر اداسی منجمد تھی۔ اور اس اداس چہرے نے اسے اور بھی خوبصورت بنادیا تھا۔ آتوا نے اس کونے کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ شارمن میرے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"بڑے میاں!" اس نے کہا۔ "مجھے حکیم الم پس کے پاس لے چلو، میں ملکہ کا ایک خاص پیغام لائی ہوں۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر شارمن کے قریب جا کھڑا ہوا۔ وہ بہت دیر تک میری صورت تکتی رہی اور پھر دفعتاً کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یقیناً۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔ "تم وہ..... وہ نہیں ہو۔"

"جسے کبھی تم نے چاہا تھا۔" میں نے اس کا جملہ پورا کردیا۔ "ہاں شارمن۔ میں وہی ہرماسیس ہوں جس سے کبھی تمہارے بے وقوف دل نے محبت کی تھی۔ میں ہرماسیس ہوں۔ لیکن وہ ہرماسیس، جس سے تم نے محبت کی تھی، مرچکا ہے۔ اور اب تمہارے سامنے مصر کا زبردست عالم حکیم الم پس کھڑا ہے۔"

"ہرماسیس! تم اپنے علم کے باوجود عورت کے دل کو نہیں سمجھ سکتے، محبت ظاہری حسن نہیں دیکھتی، وہ تو دل دیکھتی ہے۔ محبت جسم کا نہیں دل کا سودا ہے۔ عورت ایک دفعہ جس سے محبت کرلیتی ہے مرتے دم تک اسی سے کرتی رہتی ہے اور میں ایسی ہی عورت ہوں ہرماسیس، میں نے تم سے محبت کی تھی اور اب کسی دوسرے مرد سے نہ کرسکوں گی۔ تمہاری یاد میں پوری عمر کنواری ہی رہوں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ اور چونکہ شارمن کی بات کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لئے میں نے سر جھکا لیا۔ حالانکہ اسی عورت کی احمقانہ محبت نے مجھے اور مصر کو تباہ کیا تھا لیکن پھر بھی میں شارمن کا مشکور تھا اور دل سے اس کی محبت کی قدر کرتا تھا۔ جب دنیا میں میرا کوئی نہ تھا۔ جب میں تباہ ہوچکا تھا اور جب میری شکل و صورت بگڑ چکی تھی تب بھی شارمن مجھ سے محبت کرتی تھی۔ ہاں میں اس کی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ اس محبت کی، جس کی خاطر شارمن وہ سب کچھ کر گزری جو کوئی دوسری عورت نہ کرسکتی ہو۔

"ہرماسیس! میں مشکور ہوں کہ میری محبت کی یہ باتیں سن کر تم خاموش رہے آہ! ہرماسیس! طرسوس سے رخصت ہوتے وقت تم نے جو زہریلے نشتر چلائے تھے ان کی چبھن میں اب تک اپنے دل میں محسوس کر رہی ہوں۔ اور اب میرا دل ایسا کمزور و ناتواں ہوچکا ہے کہ کسی طرح کی بھی تلخ کلامی برداشت نہیں کرسکتی۔ میں احسان مند ہوں کہ تم خاموش رہے۔ دیکھو ہرماسیس! میں اپنے اس وحشیانہ جذبے کو دور کئے دیتی ہوں۔" اور اس نے اپنے دونوں یوں ہاتھ ہلائے جیسے کسی نظر نہ آنے والی چیز کو پیچھے ڈھکیل رہی ہو۔ "ہرماسیس! اب میری محبت تمہیں پریشان نہ کرے گی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ میرے دل سے نہ جائے گی۔ میری یہی خوش قسمتی کیا کم ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے تمہیں دیکھ لیا۔ تمہیں یاد ہے ہرماسیس کہ میں نے درخواست کی تھی کہ تم اپنے ہاتھوں مجھے قتل کردو۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ میں زندہ رہوں گی اور سال بہ سال اپنے گناہوں کا تلخ ثمر پاتی رہوں گی۔"

"ہاں یاد ہے شارمن۔"

"اور میں نے اپنے گناہوں کی سزا بھگت لی۔ کاش کہ تم جان سکتے کہ میں نے کتنے غم کھا کر برداشت کئے ہیں۔ اگر تم میرے دل میں جھانک سکتے تو یقیناً تمہارا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا۔"

"تاہم اگر مجھے غلط اطلاع نہیں ملی شارمن۔ تو مجھے کہنے دو کہ تم قلوپطرہ کی خادماؤں میں سب سے زیادہ خوش قسمت لڑکی تصور کی جاتی ہو۔ سچ کہنا کیا قیصر اقطاویانوس نے یہ نہیں کہا کہ وہ قلوپطرہ کی خادماؤں، شارمن اور ایراس، کے لئے جنگ کر رہا ہے ورنہ اسے

قلوپطرہ اور انطونی سے پرخاش نہیں۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔ اگر مجھے اپنے وعدے اور قسم کا پاس نہ ہوتا تو میں قیصر کے پاس چلی جاتی۔ میں اس عورت کی خدمت کرنے پر مجبور تھی جس نے تم کو مجھ سے چھینا اور مجھے غلام بنائے رکھا۔ اور ہرماسیس! یہی میری سب سے بڑی سزا تھی۔ میں قلوپطرہ کی خدمت کرتی تھی۔ لیکن کس طرح؟ یہ میرا دل ہی جانتا ہے یا پھر دیوتا۔ جواہرات' دولت کے انبار اور عیش پرستوں کے سامان مجھے خوش نہیں کرسکتے۔ میری خوشی تو چھن چکی ہے ہرماسیس میں تنہائیوں میں رویا کرتی تھی۔ لیکن جب انطونی اور قلوپطرہ کے سامنے جاتی تو پھر ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ اور چہرے پر خوشی و سکون پیدا کرلیتی تھی۔ اور تم نہیں جانتے کہ اس کے لئے مجھے اپنے دل پر کتنا جبر کرنا پڑتا تھا۔ میں اس امید کے سہارے جی رہی تھی کہ کبھی ان دونوں کو مردہ دیکھ سکوں گی اور پھر میں بھی مرجاؤں گی۔ کیونکہ زندگی میں اب میرے لئے کچھ نہیں رہ گیا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں شارمن کہ تم اپنی قسم پر قائم ہو۔ چنانچہ خوش ہوجاؤ کہ اب انتقام کا وقت دور نہیں رہا۔"

"ہاں میں اپنی قسم پر قائم ہوں۔ میں تمہارے انتقام کی اور قلوپطرہ کی بربادی کی راہ تیار کرتی رہی۔ میں نے ہی انطونی کی نفسانی خواہشات اور قلوپطرہ کے حسد کو ہوا دی تھی۔ میں نے ہی قلوپطرہ کو مشورہ دے کر انطونی کو ابھارا تھا کہ وہ اپنی بیوی اقطاویہ کو طلاق دے دے۔ صرف یہی نہیں بلکہ میں نے ہی خفیہ طور پر قیصر کو قلوپطرہ اور انطونی کی عیاشیوں کی خبر پہنچائی تھی۔ اور اب دیکھو حالات یوں ہیں۔"

"یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ راس اقطیوم کی جنگ میں کیا ہوا۔ جنگ زوروں پر تھی اور فتح انطونی کی نظر آتی تھی کہ یکایک قلوپطرہ کسی وجہ سے (اور وہ کیا وجہ تھی میں نہیں جانتی۔ غالباً تم جانتے ہوگے) مقام جنگ سے فرار ہوگئی۔ اسے بھاگتے دیکھ کر مصری فوج کے حواس جاتے رہے اور مصر کا پورا بیڑہ قلوپطرہ کے پیچھے بھاگا۔ انطونی کو جب معلوم ہوا کہ قلوپطرہ بھاگ رہی ہے تو اس نے ایک کشتی لی اور دیوانوں کی طرح قلوپطرہ کے پیچھے بھاگا۔

بے سردار کی فوج قیصر کا مقابلہ کرتی رہی۔ لیکن گزشتہ رات ہی خبر آئی ہے کہ انطونی کی فوج اپنے سردار کی اس بزدلانہ حرکت سے متنفر ہوکر قیصر سے مل گئی ہے۔"

"تو پھر انطونی کہاں ہیں۔"

"وہ قریب کے ایک جزیرے کے ایک برج میں منہ چھپائے بیٹھا ہے۔ وہ اپنی اس بزدلانہ حرکت پر بہت شرمندہ ہے۔ اسے سرسام کی قسم کا کوئی مرض ہوگیا ہے اور وہ اس برج میں پڑا الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ قلوپطرہ نے اسے کئی دفعہ بلایا۔ لیکن اس نے آنے سے انکار کردیا۔ اب قلوپطرہ چاہتی ہے کہ تم اس کے پاس جاؤ۔ اس کا مرض دور کرو اور اسے واپس لے آؤ۔ لیکن اس وقت قلوپطرہ نے تمہیں مشورہ لینے کے لئے طلب کیا ہے اور میں تمہیں بلانے آئی ہوں۔"

"اچھا تو چلو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور دربار کے کمرے میں سے گزرنے کے بعد میں ایک بار پھر قلوپطرہ کی خوابگاہ کے سامنے کھڑا تھا۔ شارمن مجھے وہیں رکے رہنے کا اشارہ کرکے قلوپطرہ کو میری آمد کی اطلاع کرنے چلی گئی اور چند ثانیوں بعد ہی واپس آئی۔

"قلوپطرہ بے چینی سے تمہارا انتظار کررہی ہے۔" اس نے نیچی آواز میں کہا۔ "لیکن ہوشیار رہنا۔ وہ کہیں تمہیں پہچان نہ لے۔ بڑی تیز نظر ہے اس کی۔"

"کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو شارمن۔ وہ الم پس کے روپ میں ہرماسیس کو نہ پہچان سکے گی۔ اگر میں نے اپنے آپ کو ظاہر نہ کردیا ہوتا تو' شارمن خود تم بھی مجھے بھی نہ پہچان سکتیں۔" میں نے جواب دیا۔

اور ایک بار پھر میں قلوپطرہ کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ ایک بار پھر میں نے بلبل کی نغمہ سرائی فوارے کی چھپ چھپ اور سمندر کی بڑبڑاہٹ کی آواز سنی۔ یہ وہی خواب گاہ تھی جہاں قلوپطرہ نے پہلی دفعہ میرے ہونٹ چومے تھے۔ یہ وہی خوابگاہ تھی جہاں میری اور مصر کی بربادی کے سامان ہوئے تھے۔ میں سر جھکائے لنگڑا کر چلتا ہوا اس سنہری کوچ کے سامنے جا کھڑا ہوا جس پر قلوپطرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ وہی کوچ تھی جس پر اس منحوس رات

کی بے ہوشی دوا پینے کے بعد میں گرا تھا۔

اور میرے سامنے قلوپطرہ تھی۔ پہلے ہی کی طرح حسین لیکن بدلی ہوئی۔ اس کے حسن میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس کی آنکھیں ویسی ہی نیلی اور گہری تھیں۔ اس کے ہونٹ ویسے ہی سرخ تھے۔ تاہم یہ قلوپطرہ اس قلوپطرہ سے مختلف تھی جسے آخری دفعہ میں نے طرسوس میں انطونی کی آغوش میں دیکھا تھا۔ وقت جو اس کے مسحور کن حسن پر اثر انداز ہو سکا تھا۔ اس کے جذبات پر اثر انداز ہو گیا تھا۔ قلوپطرہ کے بشرے سے اب ایسے روحانی درد و کرب کے آثار ہویدا تھے جنہیں الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور اس کی آنکھوں میں اداسی تھی گمبھیر اور گہری۔

میں نے اس ملکہ کو سجدہ کیا جو کبھی میری محبوبہ رہی تھی لیکن آج مجھے پہچان نہ سکی تھی۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر میری طرف دیکھا اور اسی مانوس شیریں آواز میں کہا۔

"اے مصری حکیم! تم آ گئے؟ کیا نام ہے تمہارا؟ الم پس؟ عجیب سا نام ہے مصریوں میں تو کبھی کسی کا ایسا نام نہیں ہوا۔ لیکن واقعی یہ مبارک نام ہے۔"

بہرحال تم بڑے عالم معلوم ہوتے ہو۔ کیونکہ جو آدمی عالم ہوتا ہے قدرت اسے ظاہری حسن کا تحفہ نہیں دیتی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ الم پس کہ تمہیں دیکھ کر مجھے کوئی یاد آ گیا ہے۔ ایک غیر واضح صورت میری نظروں کے سامنے گھومنے لگی ہے۔ الم پس! ہم پہلے بھی کہیں ..... "ہیں کیا؟"

"ملکہ مصر" میں نے جواب دیا۔ "آج سے پہلے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں اپنے وحشت ناک مقام سے نکل کر پہلی دفعہ یہاں آیا ہوں۔ میری ساری عمر ویرانوں' غاروں اور مقبروں میں گزری ہے۔ ملکہ میں نے پہلی دفعہ اپنی روش بدلی ہے تاکہ آپ کی آرزو پوری کرسکوں۔ ورنہ ہم درویشوں کو بستیوں' محلات اور دنیاوی تکلفات سے کیا سروکار؟"

"اف! تمہاری آواز بھی ..... اف! کوئی بھیانک واقعہ یاد آ رہا ہے لیکن مبہم۔ تم کہتے

ہو کہ ہم پہلے کبھی نہیں ملے تو کیا میں نے تمہیں خواب میں دیکھا ہو گا۔"

"ہاں ملکہ ..... ہم واقعی عالم رویا میں مل چکے ہیں۔"

"عجیب آدمی ہو تم' اور عجیب باتیں کہتے ہو۔ اگر میں نے تمہارے متعلق جو کچھ سن رکھا ہے وہ صحیح ہے' اگر واقعی تم ایسے زبردست عالم ہو جیسے کہ کہے جاتے ہو تو میں تمہیں اپنے خاص صلاح کاروں میں شامل کر لوں گی۔ مجھے تمہارے علم پر یقین ہے کیونکہ تمہارے مشورے سے میں شام گئی اور مجھے میرا انطونی جیسا کہ تم نے کہا تھا واپس مل گیا۔ چنانچہ میں سمجھتی ہوں کہ تم علم نجوم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ پہلے میرا ایک خاص نجومی تمہاری طرح ہی اپنے فن کا استاد تھا۔" ہرماسیس نام تھا اس کا۔ اور اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن وہ بے چارہ کبھی کا مر چکا' بعض دفعہ اس کا خیال مجھے اداس کر دیتا ہے۔"

اور وہ سانس لینے کے لئے رکی۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا۔

"ایک واقعہ میری سمجھ میں نہیں آیا الم پس! راس اکٹیوم کی جنگ میں' جبکہ ہمارا پلڑا بھاری تھا اور فتح قریب نظر آ رہی تھی کہ دفعتاً میرے دل پر ایک عجیب خوف مسلط ہو گیا اور میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ کوئی میرے کانوں میں پکارنے لگا ..... بھاگو ورنہ ماری جاؤ گی ....." اور یہ اسی ہرماسیس کی آواز تھی جو کبھی میرا خاص نجومی رہا تھا اور جسے مرے کئی سال بیت چکے ہیں ..... اور میں ایسی خوفزدہ ہوئی کہ وہاں سے بھاگی۔ لیکن وہ خوف میرے دل سے انطونی کے دل پر منتقل ہو گیا اور وہ بھی میرے پیچھے بھاگ پڑا۔ اور یوں ہماری فتح شکست میں بدل گئی بتاؤ الم پس یہ کون سے دیوتا کا قہر تھا۔"

"نہیں ملکہ یہ دیوتاؤں کا قہر کیوں ہونے لگا؟" میں نے جواب دیا۔ "کیا کبھی آپ نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو مصر کے دیوتاؤں کی خفگی کا باعث ہو؟ کیا کبھی آپ نے کسی مقدس مقام کی بے حرمتی کی ہے؟ آپ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تو مصر کے دیوتا آپ سے کیوں خفا ہونے لگے؟ اور پھر آپ نے کبھی وعدہ خلافی بھی نہیں کی۔ آپ گھبرائیں نہیں' دیوتا آپ سے خفا نہیں ہیں' میں سمجھتا ہوں یہ آپ کا وہم تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ آپ

قتل و خونریزی اور جہازوں کے ٹکرانے اور آدمیوں کے ڈوبنے کا ہولناک منظر نہ دیکھ سکیں۔ اب رہے انطونی تو آپ جہاں جائیں وہاں ان کا جانا ضروری ٹھہرا۔"

اور جب میں یوں بول رہا تھا تو میں نے کنکھیوں سے دیکھا کہ قلوپطرہ کا رنگ سفید ہوگیا اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ لیکن میری بے تعلقی سے یہ یقین کرکے کہ میں اس کی بے وفائیوں سے واقف ہوں اور یہ کہ منقورا کے خزانے کا حال نہیں جانتا، وہ مطمئن ہوگئی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ یہ ان ہی دیوتاؤں کا کام تھا جو میرے ذریعہ انتقام لے رہے تھے۔

"اے الم پس۔" اس نے میرے سوالوں کا جواب نہ دے کر کہا۔ "میرے پیارے انطونی کو رنج و غم نے دیوانہ بنا دیا ہے وہ کسی دہشت زدہ غلام کی طرح قریب کے جزیرے کے ایک برج میں جا چھپا ہے۔ اس نے دنیا اور انسانوں سے رشتے ناتے توڑ لئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مجھ سے بھی ملنا نہیں چاہتا.... ہاں مجھ سے .... قلوپطرہ سے .... جس نے اس کی خاطر اتنے دکھ برداشت کئے اور اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ الم پس! تم میری ایک معتبر خادمہ شارمن کے ساتھ کل صبح ہی اس جزیرے میں جاؤ اور برج کے دروازے پر پہنچ کر کہو کہ تم میدان جنگ سے نہایت اہم خبریں لے کر آئے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح انطونی تمہیں اپنے پاس بلا لے گا۔ شارمن انطونی کو ہمارے بیڑے کی شکست کی خبر سنا دے گی۔ اس کے بعد تم اپنی دوا سے نہ صرف اس کا مرض دور کرو گے بلکہ اپنی عالمانہ باتوں سے اس کی ڈھارس بھی بندھاؤ گے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ تمہارا سب سے بڑا اور ضروری کام تو یہ ہے کہ تم اسے واپس میرے پاس لے آؤ۔ اگر تم نے میرا یہ کام کردیا تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔ کچھ بھی ہو میں اب بھی ملکہ ہوں اور ان لوگوں کو خوش کرسکتی ہوں جو میرے کام آتے ہیں۔"

"ملکہ اطمینان رکھیں ایسا ہی ہوگا۔ اور ملکہ یہ بھی سن لیں کہ میں کسی طرح کا انعام نہیں چاہتا۔ میں تو آپ کے بلاوے پر یہاں آیا ہوں۔ دولت کی لالچ مجھے یہاں نہیں لائی۔ اگر کوئی کام کسی لالچ سے کیا جائے تو وہ اپنا اثر کھو دیتا ہے۔ آپ بے فکر رہیں انطونی آپ کے پاس آجائیں گے۔"

میں قلوپطرہ کو سلام کرکے سیدھا اپنی قیام گاہ پر آیا اور آتوا کی مدد سے ایک خاص دوا تیار کرنے میں مصروف ہوگیا۔

انطونی کی واپسی

ابھی صبح نہ ہوئی تھی کہ شارمن آگئی اور ہم دونوں اس بندرگاہ پر پہنچے جہاں ملکہ کے سوائے کوئی اور نہ جاسکتا تھا۔ وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہوکر اس چھوٹے جزیرے میں پہنچے جس پر چھوٹا سا قلعہ نما برج بنا ہوا تھا اور جس کا نام "تیمونیوم" تھا۔ اور جہاں انطونی بیٹھا اپنی شکست پر غم کر رہا تھا۔ میں اور شارمن برج کے دروازے پر پہنچے جو اندر سے بند تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ تو کچھ دیر بعد اس میں کی چھوٹی سی کھڑکی کھل گئی۔ اور بوڑھے خواجہ سرا نے پوچھا کہ ہم کون ہیں اور کیوں آئے ہیں۔

"ہم معزز انطونی سے ملنے آئے ہیں۔" شارمن نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ تشریف لے جایئے۔ میرے آقا کسی سے نہیں ملتے۔"

"کسی سے نہ ملتے ہوں لیکن ہم سے ملیں گے۔ جاؤ ان سے جاکر کہو کہ خاتون شارمن میدان جنگ کی ایک خبر لے کر آئی ہیں۔"

خواجہ سرا چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا۔

میرے آقا پوچھتے ہیں کہ خبر اچھی ہے یا بری؟ اگر بری ہے تو وہ سننا نہیں چاہتے ایسی خبریں سن کر وہ تھک گئے ہیں۔"

احمق آدمی ہو۔ کہہ جو دیا کہ نہایت اہم خبر ہے' دروازہ کھولو میں خود بات کروں گی۔ شارمن نے جھنجلا کر کہا اور ساتھ ہی سونے کے سکوں سے بھری تھیلی خواجہ سرا کی طرف بڑھا دی۔

او۔ ہو اچھا!" تھیلی نیفے میں اڑس کر وہ بڑبڑایا۔ "بات یہ ہے خاتون بہت برا وقت آن لگا ہے۔ جب شیر بوڑھا ہوکر شکار کرنا چھوڑ دے تو بچاری لومڑیاں کہاں سے غذا حاصل کریں۔ جایئے آپ ہی انطونی کو وہ خبر سنایئے جو آپ سنانا چاہتی ہیں۔ اور اگر ممکن ہو تو میرے آقا کو اس آسیب زدہ مقام سے نکال لے جایئے۔ بڑی سی واہیات جگہ ہے یہ لیجئے میں نے دروازہ کھول دیا ہے۔ اور یہ سامنے والا راستہ عقبی کمرے تک جاتا ہے۔"

ہم دروازے میں سے گزر کر اندر داخل ہوئے تو سامنے ایک تنگ سی گزرگاہ نظر ...۔ خواجہ سرا کو دروازہ بند کرتا چھوڑ کر ہم اس گزرگاہ پر ہو لئے' چند قدم چلنے کے بعد ہم ایک دروازے کے سامنے کھڑے تھے جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہم پردہ اٹھا کر کمرے ...داخل ہوئے۔ وہ ایک چھوٹا سا محراب دار کمرہ تھا۔ جس کی چھت میں ایک روشندان جس سے کمرے میں اجالا آتا تھا۔ کمرے کے انتہائی سرے پر گھاس پھوس اور کمبلوں کا ...ر تھا اور اس بستر پر ایک آدمی گٹھری بنا پڑا تھا۔

"معزز انطونی۔" شارمن نے اس آدمی کے قریب پہنچ کر کہا۔ "میری بات سنئے میں ...ل کی خبر لے کر آئی ہوں۔"

اس آدمی نے جو انطونی کے سوائے کوئی اور نہ تھا' اپنا سر اٹھایا۔ اس کے بشرے سے ...تائی رنج و غم ہویدا تھا۔ اس کے سوکھے بال بے ترتیب تھے اور ڈاڑھی بڑھ آئی تھی۔ ...ں کے کپڑے ایسے پھٹے پرانے اور گندے تھے کہ معبد کے دروازوں پر بیٹھنے والے ...کاریوں کے بھی نہ ہوں گے۔ قلوپطرہ نے بہادر انطونی کا جو کبھی آدھی دنیا کا حکمران تھا یہ ...ل کر دیا تھا۔

"خاتون! تم کیوں آئی ہو میرے پاس۔" اس نے اپنی گونجدار آواز میں کہا۔

"جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اور یہ کون آدمی ہے جو زوال پذیر انطونی کی ذلت و ...اری کا مشاہدہ کرنے آیا ہے۔"

"یہ حکیم الم پس ہیں۔ جو اپنے زمانے کے زبردست نجومی بھی ہیں اور جن کے متعلق ...پ نے بہت کچھ سن رکھا ہے۔ انہیں قلوپطرہ نے جن کا آپ کو کوئی خیال نہیں۔ لیکن ...بدستور آپ کو چاہتی ہیں' آپ کے معالجے کے لئے یہاں بھیجا ہے۔"

"تو کیا تمہارا یہ حکیم میرے دکھوں کا علاج کرسکتا ہے؟ کیا اس کی دوائیں اور اس کا ...م مجھے میری کھوئی ہوئی عظمت واپس دلا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ مجھے تمہارے حکیم کی ...ورت نہیں۔ ہاں اب بتاؤ کیا خبر لے آئی ہو؟ کیا میرا افسر قندیوس فتحیاب ہوا؟ کیا ...کو شکست ہوگئی؟ کہو .... جلدی کہو .... لیکن .... نہیں .... نہیں .... خاموش رہو۔ میں

ڈرتا ہوں کہ تم کوئی بری خبر سناؤ گی .... لیکن کیا قندیوس نے فتح پائی؟ .... جو کچھ کہنا ہے جلدی کہو لڑکی۔"

"معزز انطونی۔" شارمن نے کہا۔ "اپنا دل مضبوط کرو اور میری بات سنو.... قندیوس اسکندریہ میں ہے۔ وہ میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگا ہے اور یہ۔ ہے جنگ کی وہ تفصیل جو آپ کے اس افسر نے بیان کی تھی .... سات دنوں تک فوج انطونی کی واپسی کی منتظر رہی۔ اور اس امید پر کہ انطونی واپس آئے گا۔ فوج نے قیصر کی پیش کش ٹھکرا دی۔ لیکن انطونی نہ آیا۔ اور پھر یہ بات مشہور ہوئی کہ انطونی قلوپطرہ کے ساتھ بھاگ گیا ہے کسی طرف۔ جو آدمی انطونی کی فرار کی خبر لے کر آیا تھا اسے سپاہیوں نے اتنا پیٹا کہ اس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ کیونکہ لوگ اسے جھوٹا اور قیصر کا جاسوس سمجھ رہے تھے۔ آخر کار لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ آدمی جو کہتا ہے اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اور یہ کہ انطونی اپنی فوج کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر قلوپطرہ کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسے معزز انطونی اس کے بعد فوج کے افسر ایک ایک کر کے قیصر سے جا ملے اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے سپاہیوں نے بھی یہی کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ فوجیں جو دوسرے ملکوں سے تمہاری مدد کو آئی تھیں، قیصر سے معافی طلب کر کے اپنے اپنے ملک کی طرف لوٹ گئیں۔"

"اے عورت! تو کہہ چکی یا اور بھی کچھ کہنا باقی رہ گیا ہے" وحشت ناک آواز میں پوچھا۔

"نہیں آقا! اب مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔"

"بس تو قصہ ختم ہوا۔ میں ذلیل و خوار ہوا۔ اب میرا زندہ رہنا بے کار ہے۔" اور اس نے کمبلوں کے نیچے سے تلوار نکالی اور اگر میں نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیا ہوتا تو وہ اپنا خاتمہ کر لیتا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مر جائے۔ کیونکہ اس طرح میں اپنا مقصد حاصل نہ کر سکتا۔ انطونی کی موت کے بعد قلوپطرہ یقیناً قیصر سے صلح کر لیتی جو مصر کی فتح سے زیادہ انطونی کی موت کا خواہشمند تھا۔

"انطونی! انطونی! تم پاگل ہو گئے ہو یا اتنے بزدل ہو کہ ذرا سی مصیبت پڑنے پر گھبرا

جاتے ہو۔"

"تم مر گئے تو قلوپطرہ کا کیا ہو گا۔ ہاں اس قلوپطرہ کا جو تمہارا نام لے کر جیتی ہے اگر تم ہی ہمت ہار بیٹھے تو وہ اکیلی ان مصائب کا مقابلہ کس طرح کر سکے گی۔"

اطمینان رکھو تمہاری ملکہ زیادہ دنوں تک تنہا نہ رہے گی۔ انطونی نہ سہی قیصر سہی۔ اکٹاویانوس کو بھی حسین عورتیں پسند ہیں اور وہ بھی اپنے طور پر ان کا قدردان ہے اور تمہاری ملکہ کے حسن میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ الم پس! تم نے مجھے مرنے نہ دیا چنانچہ اب تم ہی مشورہ دو کہ میں کیا کروں؟ کیا میں اپنے آپ کو قیصر کے حوالے کروں؟ کیا میں اس کے جلوس فتح میں زنجیروں میں جکڑا ہوا اس کے رتھ کے پیچھے پیچھے چلوں؟ اور وہ بھی روم کے بازاروں میں جہاں کے لوگ کبھی میرے سامنے جھکا کرتے تھے؟"

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اگر آپ نے اپنے آپ کو قیصر کے حوالے کر دیا تو یہ بزدلی ہو گی میں چھت پر کھڑا صبح تک آپ کی قسمت کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں میں نے دیکھا جب آپ کا ستارہ قیصر کے ستارے کے قریب ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ قیصر کے ستارے کی حدود سے دور ہوتا ہے تو وہ چاند کی طرح تابندہ روشن ہو جاتا ہے۔ معزز انطونی! اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے بگڑی ہوئی قسمت کو اب بھی سنوارا جا سکتا ہے۔ آپ بالکل ہی بے سروسامان نہیں ہیں آپ کے پاس مصر ہے۔ اور اب بھی آپ لشکر فراہم کر سکتے ہیں، قیصر واپس چلا گیا ہے۔ اور اس کے دوبارہ آنے تک آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں، بات یہ ہے کہ انتہائی غم نے آپ کی ذہنی قوتیں سلب کر لی ہیں اور آپ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے چنانچہ آپ مایوس ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ یہ دیکھئے میں نے آپ کے لئے ایک خاص دوا تیار کی ہے۔"

اور میں نے چغے کی جیب سے دوا کی شیشی نکال لی۔

"دوا .... ! انطونی چلایا۔ تم کہتے ہو یہ دوا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ زہر ہو اور تم اس جھوٹی اور مکار ملکہ کے حکم سے مجھے مار ڈالنے آئے ہو۔ تمہاری ملکہ میری موت ہی چاہتی ہے

تاکہ وہ قیصر کو الو بنا سکے .... انطونی کا سر قیصر کی خدمت میں بھیجنے کے لئے سب سے بڑا تحفہ ہے۔ انطونی کا سر ہی قیصر سے صلح کروا سکتا ہے .... ہاں یہ ملکہ جس کی خاطر میں ذلیل و خوار ہوا۔ میرا سر قیصر کو تحفتاً" دے کر اپنا تاج و تخت بچانا چاہتی ہے۔ لاؤ .... یہ دوا مجھے دو، میں خود بھی مرنا چاہتا ہوں۔"

"معزز انطونی! یہ زہر نہیں ہے، میرا کام لوگوں کو زندگی بخشنا ہے مارنا نہیں۔ اگر تمہیں یقین نہ ہو تو دیکھو پہلے میں یہ دوا پیتا ہوں۔" میں نے شیشی اپنے ہونٹوں سے لگائی۔

"نہیں حکیم تم نہ پیو۔ لاؤ مجھے دو .... لو سب پی گیا .... ارے تم نے یہ کیا چیز مجھے پلادی! یہ دوا تھی یا آب حیات؟ میرے غم یوں دور ہو گئے جیسے شمالی ہوا دفعتاً" بادلوں کو بہا لے جائے۔ اور میرا دل امید کی روشنی سے منور ہو گیا ہے۔ ایک بار پھر میں وہی بہادر انطونی بن گیا ہوں۔ فاتح انطونی ..... میں خوشی کے نعرے سن رہا ہوں۔ لوگ فاتح انطونی کا استقبال کر رہے ہیں' ہاں' ہاں۔ اب بھی وقت ہے۔ میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں اپنی کھوئی ہوئی عظمت واپس لے سکتا ہوں۔"

"ہاں اب بھی وقت ہے۔" شارمن نے کہا۔ "بشرطیکہ آپ اس رنج و غم کی جگہ سے نکل آئیں۔ میرے آقا! چلئے قلوپطرہ آپ کی منتظر ہیں۔ آپ نے ان سے دن کا چین اور راتوں کی نیند چھین لی ہے۔ وہ راتوں کو انطونی! انطونی! چلاتی اور محل کے اندھیرے دالانوں میں رات بھر آوارہ روح کی طرح دوڑتی پھرتی ہیں .... ہاں وہ اس انطونی کو پکارتی رہتی ہیں .... جس نے تنہائی اور غم سے یارانہ گانٹھ لیا ہے۔"

"میں آرہا ہوں۔ میں آرہا ہوں۔" انطونی چلایا۔ لعنت ہو مجھ پر کہ میں نے قلوپطرہ جیسی باوفا عورت پر شک کیا۔ اور پھر اس نے اپنے غلام کو آواز دی۔ "منہ دھونے کے لئے پانی اور میرا سرخ ریشمی چغہ لاؤ۔ میں ان چیتھڑوں میں اپنی محبوبہ کے پاس نہیں جا سکتا۔ شارمن! میں تمہارے ساتھ اسی وقت چلوں گا۔"

اور اس طرح ہم انطونی کو قلوپطرہ کے پاس لے آئے تاکہ' دیوتاؤں کی مرضی سے ان دونوں کی تباہی یقینی ہو جائے۔

ہم انطونی کو لے کر قلوپطرہ کی خواب گاہ میں پہنچے۔ ملکہ اپنے سنہری کوچ پر غمگین و اداس بیٹھی تھی۔ اس کے کالے بال اس کے دودھیا سینے اور پیٹھ پر پریشان تھے اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"قلوپطرہ۔" انطونی چلایا۔ "قلوپطرہ! میں آگیا ہوں۔"

خوشی کی ایک چیخ کے ساتھ قلوپطرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آہ! انطونی! میری حیات۔ میری جان' تم آگئے۔ آؤ۔ آؤ۔ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ آؤ مجھے اپنی آغوش میں لے کر میرے غموں کو خوشیوں میں بدل دو۔ انطونی! ہماری محبت قائم ہے تو دنیا ہمارے لئے جنت ہے۔"

اور انطونی نے قلوپطرہ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور وہ ایک دوسرے کو دیوانوں کی طرح چومنے لگے۔

اور اسی دن شارمن میرے پاس آئی۔ اور اس نے نہایت تیز اور زوراثر زہر تیار کرنے کو کہا۔ پہلے تو میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں سمجھ رہا تھا کہ قلوپطرہ انطونی کو زہر پلانا چاہتی ہے۔ لیکن شارمن نے مجھے یقین دلایا کہ ایسی بات نہ تھی اور یہ بھی بتا دیا کہ زہر کس کو اور کیوں دیا جانے والا تھا۔ چنانچہ میں نے آتوا کو بلایا جو زہر بنانے میں بہت ہوشیار تھا۔ اور ہم دونوں دوپہر ڈھلے تک وہ زہر تیار ہو گیا تو شارمن پھر آئی جس کے ہاتھوں میں تازہ پھولوں کا ایک تاج تھا۔ شارمن کی ہدایت کے مطابق میں نے وہ تاج زہر میں ڈبو دیا۔ شارمن زہریلا تاج لے کر چلی گئی۔

اور اس رات قلوپطرہ نے عیش و طرب کے سامان کئے۔

انطونی' قلوپطرہ کے پاس' وہی زہریلا تاج اپنے سر پر رکھے بیٹھا تھا۔ میں انطونی کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ محفل رقص و سرور گرم تھی اور شراب کا دور چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ انطونی اور ملکہ اپنے رنج و غم بھول گئے اور اب قلوپطرہ نے بتایا کہ وہ کئی جہاز سواحل کی طرف روانہ کر چکی ہے کہ اس کے آدمی وہاں کوئی محفوظ اور خوبصورت مقام تلاش کریں گے تاکہ اگر کبھی قیصر مصر پر قابض ہو جائے تو انطونی اور قلوپطرہ ہندوستان کی طرف

فرار ہو جائیں۔ اور وہاں مرتے دم تک محبت کے مزے لوٹتے ہیں۔ لیکن قلوپطرہ کے بھیجے ہوئے یہ جہاز ہندوستان تک نہ پہنچ سکے۔ میں نے یہودیوں کو' جو ملکہ مصر سے نفرت کرتے تھے۔ ان جہازوں کی روانگی اور قلوپطرہ کے ارادے کی خبر کردی ان یہودیوں نے عربوں کو اکسایا اور انھوں نے قلوپطرہ کے جہازوں کو آگ لگادی اور یوں قلوپطرہ کی یہ مہم ناکام رہی۔

اور اب قلوپطرہ نے انطونی سے کہا کہ وہ ملکہ کا جام محبت پئے لیکن پہلے اپنے سر پر رکھا ہوا تاج وہ شراب میں ڈبولے اور اس طرح ملکہ کو اپنی محبت کا یقین دلادے۔ انطونی نے ایسا ہی کیا۔ ابھی وہ زہریلی شراب کا جام انطونی کے ہونٹوں سے چھوا بھی نہ تھا کہ قلوپطرہ نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"ٹھہرو۔" وہ چلائی .... اور انطونی حیرت سے قلوپطرہ کی صورت تکنے لگا۔

بات یہ تھی کہ ملکہ کے خزانے کا پاسبان' جس کا نام یوڈی سس تھا' بہت سی دولت اپنے ساتھ لے کر قیصر کے پاس فرار ہونے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ وہ سب تیاریاں مکمل کرکے آج کل میں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے والا تھا کہ قلوپطرہ کو کسی طرح اس کے ارادے کی خبر لگ گئی۔ چنانچہ اس نے یوڈی سس کو' اس کی نمک حرامی کی سزا دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

"یوڈی سس!" قلوپطرہ نے کہا۔ یہ آدمی اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ "یہاں آؤ میرے وفادار خادم! انطونی اس آدمی کو دیکھا؟ یہ ہمارا وفادار ہے اور ہر حال میں ہمارا شریک رہا ہے۔ چنانچہ انطونی' ہم اس کی وفاداری کا صلہ تمہارے ہاتھ سے دلوانا اور اس کی عزت افزائی کرنا چاہتے ہیں۔ تم اپنا یہ جام' جس میں تم نے پھولوں کا تاج ڈبویا ہے ہمارے اس خادم کو دے دو' تاکہ وہ تمہارے سونے کے جام سے شراب پی کر فخر کرسکے۔ اس کے علاوہ سونے کا یہ جام بھی ہم اسے انعام میں دیتے ہیں۔"

انطونی اب تک حیران تھا۔ اس نے اپنا جام یوڈی سس کو دے دیا۔ جس نے کانپتے ہاتھوں سے جام لے تو لیا مگر پینے کی جرائت نہ کرسکا۔ کیونکہ اس کے دل میں چور تھا۔

"پیو .... میرے وفادار دوست پیو .... ہم کہتے ہیں پی جاؤ۔" قلوپطرہ نے چیخ کر کہا۔ "اگر تم نے شراب پی کر میرے پیارے انطونی کی توہین کی تو دیوتاؤں کی قسم تمہیں گرم سلاخوں سے پٹواؤں گی۔ ہاں .... تو پی گئے آخر .... کیوں میرے وفادار دوست مزے دار شراب ہے نا؟ ارے! کیا بات ہے؟ تمہارا چہرہ کیوں متغیر ہو رہا ہے؟ میں سمجھتی ہوں کہ وہ مقدس شراب ہے جو جھوٹے اور نمک حراموں کے لئے موت کا پیغام لاتی ہے اور سچوں اور وفاداروں کو حیات جاوداں بخشتی ہے۔ کوئی ہے؟ فوراً جاکر اس دغاباز کے کمرے کی تلاشی لو۔ ہمارے خیال میں یہ آدمی غدار ہے۔"

فوراً ہی چند سپاہی یوڈی سس کے کمرے کی تلاشی لینے دوڑ گئے۔ یوڈی سس دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے کھڑا تھا۔ دفعتاً" وہ کانپ کر دھم سے فرش پر گرا۔ پھر اٹھا اور اپنے سینے کو ناخنوں سے یوں کھرچنے لگا جیسے وہ سینہ چیر کر اس آگ کو نکال پھینکنا چاہتا ہو جو اس کے دل و جگر کو جلا رہی تھی۔ اس کے منہ سے کف جاری ہوگئے۔ قلوپطرہ اپنے ہونٹوں پر کینہ ورانہ مسکراہٹ لئے اسے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً" یوڈی سس قلوپطرہ کی طرف بڑھا۔

"غدار آدمی! کہو موت کا مزدہ کیا ہے۔" قلوپطرہ نے پوچھا۔

"رنڈی! فاحشہ! تو نے مجھے زہر دے دیا۔ لیکن یاد رکھ تو بھی ایسی ہی موت مرے گی۔"

اور وہ یکایک قلوپطرہ پر جھپٹ پڑا۔ لیکن وہ پہلے سے ہی ہوشیار تھی۔ چنانچہ اچھل کر ایک طرف ہو رہی۔ لیکن یوڈی سس کے ہاتھ میں قلوپطرہ کے زیر جامے کا دامن آگیا.... یوڈی سس ایک جھٹکے سے گرا اور ملکہ مصر سب کے سامنے ننگی کھڑی تھی۔ اس نے جلدی سے کوچ پر سے ریشمی چادر اٹھا کر اپنے بدن پر لپیٹ لی۔ یوڈی سس اب فرش پر لوٹ رہا تھا۔ آخر کار اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور مردہ ہو کر فرش پر گرا۔

"ہائے ہائے! بیچارے کی بڑی تکلیف سے جان نکلی۔" قلوپطرہ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"سپاہیو! اس نمک حرام کی لاش لے جاؤ یہاں سے۔ کمبخت مرتے وقت میرا قیمتی لباس بے کار کر گیا۔"

"قلوپطرہ یہ سب کیا ہے آخر؟" جب سپاہی یوڈی سس کی لاش گھسیٹ لے گئے تو انطونی نے پوچھا۔

"اس آدمی نے میرے جام سے شراب پی اور دیکھتے ہی دیکھتے مرگیا۔ آخر یہ کیسا مذاق ہے؟ اور کیا مقصد ہے اس سے تمہارا۔"

"مقصد دو ہیں میرے پیارے انطونی۔ ایک تو یہ کہ آدمی ہمارا بہت سا خزانہ لے کر آج رات کو ہی قیصر کے پاس بھاگ جانے والا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ تمہیں اپنے دل میں سے یہ خیال نکال دینا چاہئے کہ میں کبھی تمہیں زہر دے دوں گی۔ اگر میں ایسا کرنا چاہتی تو بڑی آسانی سے کرسکتی تھی۔ پھولوں کا وہ تاج' جسے تم نے اپنے جام میں ڈبویا زہر آلود تھا۔ اگر میں تمہیں مارنا چاہتی تو تمہارا ہاتھ نہ پکڑتی' اور تم وہ زہریلی شراب پی گئے ہوتے۔ آہ! انطونی! کہو اب بھی تمہیں میری محبت کا اعتبار آیا کہ نہیں؟ انطونی مجھ پر اعتبار کرو۔ میں تمہارا برا نہیں چاہتی۔ تم مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے میں خود اپنا خاتمہ کرلوں گی۔ لو ہمارے سپاہی آگئے' کہو تم نے یوڈی سس کے کمرے میں کیا دیکھا۔"

"ملکہ مصر! یوڈی سس کے کمرے میں سب چیزیں بندھی بندھائی رکھی تھیں جیسے وہ آج ہی کہیں سفر پر جانے والا ہو۔ ملکہ مصر! اس کے سامان میں بہت سی دولت بھی چھپی ہوئی تھی۔"

"سن لیا تم لوگوں نے؟" قلوپطرہ وہاں کھڑے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہوئی۔ "چنانچہ اب جان لو کہ قلوپطرہ کو دھوکا دینا آسان نہیں۔ اس رومی نمک حرام کی موت سے سبق لو۔"

کمرے میں خاموشی طاری تھی۔ ہر آدمی سہا ہوا دم بخود تھا۔ حتیٰ کہ انطونی بھی۔

انتقام کا سامان

میری موت کا وقت قریب ہے اور ابھی مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ چنانچہ میں مجبور ہوں کہ بہت سے واقعات حذف کردوں اور بہت سے مختصراً بیان کردوں۔

انطونی کو "برج آہ و بکا" سے اسکندریہ واپس لے آنے کے بعد چند دنوں تک سکون رہا۔ ایسا گھمبیر سکون جو طوفان ریگ سے پہلے صحرا پر طاری رہتا ہے۔ اس دفعہ انطونی اور قلوپطرہ کی عیاشیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ ہر رات محفل نشاط جمتی اور دونوں عاشق و معشوق کثرت سے شراب پی کر اپنے آپے میں نہ رہتے۔ انطونی نے قیصر کی خدمت میں سفیر روانہ کئے۔ لیکن اس نے ان سے ملنے سے انکار کردیا۔ اب چونکہ قیصر سے صلح کی امید نہ تھی اس لئے اسکندریہ کو بچانے کی تیاری ہونے لگی۔ لشکر فراہم کیا گیا۔ بحری بیڑا تیار ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصے بعد اسکندریہ میں شہروں سے زیادہ اکھڑ اور وحشی سپاہی نظر آرہے تھے۔

اور اب میں نے شارمن کی مدد سے انتقام کا پانسہ پھینکا۔ میرا کام قریب الختم تھا۔ انتقام کی عمارت تیار تھی۔ صرف آخری اینٹ رکھنا باقی رہ گئی تھی۔ میں نے قلوپطرہ کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ وہ مجھ سے مشورہ طلب کئے بغیر کوئی کام نہ کرتی تھی۔ اور میں بظاہر مناسب لیکن اصل میں غلط اور تباہ کن مشورہ دیتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ بہرطور انطونی کو خوش رکھے۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دوبارہ دنیوی تفکرات اور غموں میں گم ہوکر اسے پھر چھوڑ بیٹھے۔ چنانچہ قلوپطرہ نے اسے شراب اور عیاشیوں میں الجھا لیا۔ اور بہادر انطونی کی جسمانی اور ذہنی قوتیں آہستہ آہستہ شراب کی نظر ہوتی گئیں۔ اس کے علاوہ میں نے چند دوائیں تیار کرکے انطونی کو پلادیں۔ اور ان کے اثر سے انطونی کی روح جھوٹی خوشی اور سکون سے بھر گئی اور اس کی آنکھوں پر پردے پڑگئے۔ تاکہ جب یہ پردے اٹھیں تو اسے اپنی موت سامنے کھڑی نظر آئے۔ اور چند دنوں بعد ہی اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ میری دوا کی ایک خوراک پیئے بغیر سو نہ سکتا تھا۔ اور یوں میں ہر وقت اس کے

پاس رہنے لگا۔ اور اب انطونی میرے ہاتھ میں موم کی ناک بنا ہوا تھا۔ وہ اس وقت تک کوئی کام نہ کرتا جب تک کہ میں وہاں۔ "ٹھیک ہے۔" نہ کہہ دیتا۔ ادھر قلوپطرہ بھی ضرورت سے زیادہ توہم پرست ہوگئی تھی۔ کیونکہ میں نے اس کے سامنے بہت سی غلط سلط پیشن گوئیاں کردی تھیں۔ اسے دیوتاؤں پر اتنا اعتبار نہ ہوگا جتنا کہ مجھ پر ہوگا۔

اسی پر اکتفا کرتے ہوئے میں چپکے ہی چپکے دوسرے جال بھی بننے لگا۔ میری شہرت پورے مصر میں اسی زمانے میں پھیل چکی تھی' جبکہ میں وادی موت کے ایک مقبرے میں مقیم تھا۔ چنانچہ قلوپطرہ کے محل میں آجانے کے بعد بھی مختلف شہروں کے لوگ میرے پاس آتے رہے۔ کچھ تو مریضوں کو لے کر آتے اور کچھ اس لئے کہ مجھ سے خبریں معلوم کرسکیں کیونکہ اسی کش مکش کے زمانے کے لوگ حقیقت معلوم کرنے کے لئے بے چین تھے۔ چنانچہ میں لوگوں کو ایسی ہراس انگیز باتیں بتاتا کہ وہ گھبرا جاتے اور ان کے شکوک اور بھی مضبوط ہوجاتے۔ اور اس طرح بہت سے آدمی جو قلوپطرہ کے وفادار تھے' اسے چھوڑ چھوڑ کر کھسکنے لگے۔ اس کے علاوہ قلوپطرہ نے مجھے ممفس پہنچ کر کاہنوں اور گورنروں کو ذومعنی الفاظ میں مخاطب کیا اور اس طرح ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ میں ان اسرار سے واقف ہوں جن سے پورے مصر میں کوئی واقف نہیں۔ لیکن میں۔ حکیم الم پس' کس طرح ایسی واقفیت پیدا کرسکا یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ بعد میں ان لوگوں نے خفیہ طور پر مجھے طلب کیا اور میں نے ایک نشانی سے' جس سے صرف کاہن ہی واقف تھے یہ ظاہر کردیا کہ میں انہی میں سے ہوں اور ان کی اور مصر کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ قلوپطرہ کو کسی طرح کی بھی مدد نہ دیں' بلکہ اس کے برخلاف سفیر بھیج کر قیصر سے صلح کرلیں۔ کیونکہ قیصر کی ہی مہربانی سے ہم مصر میں اپنے دیوتاؤں کی پرستش دوبارہ جاری کرسکیں گے۔ چنانچہ کاہنوں نے معبود آپیس سے سفیر شگون لے کر' بظاہر تو قلوپطرہ کو مدد دینے کا اعلان کردیا۔ لیکن دوسری طرف اپنے سفیر قیصر کی خدمات میں روانہ کردیئے۔

چنانچہ میری کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر نے اپنی مقدونی ملکہ کو کوئی مدد نہ دی۔ اور اگر دکھاوے کے لئے کوئی مدد دی تو بہت کم۔ اور یوں میں ممفس سے واپس اسکندریہ آیا

اور قلوپطرہ کو جھوٹی خبر دے کر مطمئن کردیا اور چپکے ہی چپکے اپنے انتقام کا سامان تیار کرنے لگا۔ اسکندریہ والوں کو ورغلانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ کیونکہ وہ قلوپطرہ کی عیاشیوں سے تنگ آگئے تھے کہ رومیوں کو اپنا دوست اور دیوتاؤں کی رحمت سمجھتے تھے۔

اور یوں وقت گزرتا گیا اور قلوپطرہ کی عیش و طرب کی محفلوں میں دن بہ دن لوگوں کی تعداد کم ہوتی گئی۔ کیونکہ جب برا وقت آتا ہے تو جھوٹے اور خوشامدی دوست یوں رخصت ہوجاتے ہیں۔ جیسے صبح کی روشنی پھیلتے ہی چمگادڑیں رخصت ہوجاتی ہیں یہ سب کچھ تھا لیکن قلوپطرہ انطونی کو' جسے وہ چاہتی تھی' چھوڑنے کو تیار نہ تھی۔ قیصر نے قلوپطرہ کو ایک پیغام بھی بھیجا کہ اگر وہ انطونی کو قتل کردے یا پابہ زنجیر قیصر کے پاس بھجوادے تو اس کا تاج و تخت محفوظ رہے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ قیصر نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے بعد اس کی اولاد ہی مصر کے تخت کی وارث ہوگی اور رومی ان کے مددگار رہیں گے۔ لیکن قلوپطرہ نے قیصر کی پیش کش قبول نہ کی۔ اول تو اس لئے کہ اب بھی وہ ملکہ تھی اور انطونی سے محبت کرتی تھی اور دوم اس لئے کہ شارمن اور میں نے اسے اس کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ کیونکہ اگر انطونی کو قیصر کے حوالہ کردیا جاتا تو شاید میں اپنا انتقام نہ لے سکتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انطونی کی تباہی کے خیال سے ہی میرا دل دکھتا تھا۔ اس میں کتنی ہی کمزوریاں کیوں نہ ہوں وہ ایک بہادر جرنیل تھا۔ لیکن آپ جانتے ہی ہوں گے کہ سیاست میں رحم کو دخل نہیں۔ چنانچہ انطونی کی تباہی کا خیال مجھے انتقام لینے سے باز نہ رکھ سکتا تھا۔ قیصر لشکر جرار لئے اسکندریہ کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ سرحدی قلعہ "پلوسیم" پر اس کا قبضہ ہوچکا تھا اور خاتمہ قریب تھا۔ ہاں یہ خبر اسکندریہ اور قلوپطرہ میں انطونی کو شارمن نے پہنچائی' وہ دونوں دوپہر کو سورہے تھے کہ شارمن خواب گاہ میں جا گھسی۔ "اٹھئے وہ چلائی۔" یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ "سلیوقس نے سرحدی قلعہ پلوسیم قیصر کے حوالے کردیا ہے اور اب رومی فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھی چلی آرہی ہیں۔"

انطونی غصہ اور بے چینی سے اٹھا اور اس نے قلوپطرہ کا ہاتھ' بڑی بے دردی سے یوں پکڑا جیسے وہ اس کی دشمن ہو۔

"دیوتاؤں کی قسم تم نے مجھے دھوکا دیا۔" وہ چلایا۔ "تم نے مجھے دھوکا دیا اور اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

اور اس نے تلوار کھینچ لی۔

"انطونی رک جاؤ۔" قلوپطرہ چلائی۔ "میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ خود میں نے یہ منحوس خبر اسی وقت سنی ہے۔" اور وہ انطونی سے لپٹ گئی۔ "میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے ہوا؟ سلیوقس کی بیوی اور بچے یہاں اسکندریہ میں ہیں۔ میں انہیں گرفتار کروالیتی ہوں تم انہیں قتل کرکے سلیوقس کی نمک حرامی کا بدلہ لے لو۔ آہ! انطونی! میری پیارے! تمہیں مجھ پر شک نہ کرنا چاہئے۔"

انطونی نے تلوار پھینک دی۔ اور کوچ پر گر کر انتہائی مایوسی اور غم کے عالم میں کراہنے لگا۔ اور شارمن کھڑی چپکے ہی چپکے مسکرا رہی تھی کیونکہ اسی کے مشورے سے سلیوقس سے، جو شارمن کا دوست تھا، قلعہ قیصر کے حوالے کردیا تھا کہ اسکندریہ قیصر سے صلح کرلے گا۔

اور اسی رات قلوپطرہ نے اپنی وہ سب دولت جو منقورا کے خزانے سے بچ رہی تھی سمیٹی اور اپنے محل سے اس مقبرے میں منتقل ہوگئی جو اس نے مصریوں کی رسم کے مطابق اپنے لئے، دیوی ایزیس کے ہیکل کے قریب ایک ٹیکری پر تعمیر کرایا تھا۔ یہ سب دولت اس نے مقبرے کے ایک کمرے میں سن کے انبار پر رکھ دی کہ جب وقت آئے تو وہ سن کو سلگادے اور پورا خزانہ جل کر کوئلہ ہوجائے اور قیصر اسکندریہ فتح کرنے کے بعد ایک حبہ بھی اپنے ساتھ نہ لے جاسکے۔ اور اسی دن سے قلوپطرہ اپنے اس مقبرے میں انطونی سے دور سونے لگی۔ البتہ دن میں وہ کبھی کبھار اس سے ملنے محل میں چلی جاتی تھی۔

چند دنوں بعد جبکہ قیصر کی فوجیں وادی نیل میں داخل ہوچکی تھیں اور مارا مار کرتی اسکندریہ کی طرف بڑھ رہی تھیں، قلوپطرہ نے مجھے طلب کیا۔ میں فوراً سنگ سیاہ کے کمرے میں پہنچا۔ قلوپطرہ شاہانہ لباس پہنے اور اپنی آنکھوں میں وحشت اور خوف لئے

ب کوچ پر بیٹھی تھی۔ اس کے پیچھے شارمن، ایراس اور گنتی کے نوبیائی محافظ کھڑی یں۔ فرش پر آدمیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اور ایک آدمی نزع کے عالم میں تڑپ رہا ا۔

"آؤ الم پس۔" قلوپطرہ نے کہا۔ "کسی بھی حکیم کے لئے یہ نظارہ دلچسپ ہوسکتا ہے کہ بہت سے آدمی مرے پڑے ہیں اور ایک مرنے کے قریب ہے۔"

"یہ آپ نے کیا کیا ملکہ مصر؟" میں نے سہم کر پوچھا۔

"مجرموں اور غداروں کو ان کے کئے کی سزا دی اور کیا۔ اور الم پس میں نے دیکھا کہ ن سے روح کس طرح الگ ہوتی ہے۔ میں نے ان چھ غلاموں کو چھ الگ الگ طرح کے ہر دلوائے اور ان مختلف زہروں کا اثر نہایت غور سے دیکھتی رہی .... وہ آدمی۔ اس نے ک نوبیائی کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"زہر پیتے ہی دیوانہ ہوگیا اور اپنے ملک کے صحراؤں اور اپنی ماں کے متعلق الٹی دھی باتیں بکنے لگا۔ وہ اپنے آپ کو بچہ تصور کرکے اپنی ماں سے التجا کرنے لگا کہ وہ اسے نے سے لگالے کیونکہ اسے اس اندھیرے سے ڈر لگتا ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ا گیا ہے.... اور یہ یونانی زہر پیتے ہی چلانے لگا۔ اور چلاتے چلاتے ہی مرگیا بچارا۔ اور یہ ی رو رو کر رحم کی التجا کرنے لگا اور اس نے بزدلوں کی طرح جان دے دی۔ اب اس ی کو دیکھو جو اب تک تڑپ رہا ہے۔ اسے سب سے زیادہ تیز زہر دیا گیا ہے لیکن یہ ب تک مر نہیں سکا۔ معلوم ہوتا ہے اسے زندگی بہت زیادہ عزیز ہے۔ ارے بے وقوف! ی زندگی میں سوائے دکھوں کے اور ہے ہی کیا؟ .... بس اب زیادہ نہ تڑپو اور سیدھے ھے اس دنیا سے رخصت ہوجاؤ۔"

اور قلوپطرہ کے منہ سے جیسے ہی یہ الفاظ نکلے وہ آدمی تڑپ کر چیخا اور مرگیا۔

"لو یہ بھی مرگیا۔ دلچسپ ڈرامہ ختم ہوا۔ اب ان لاشوں کو یہاں سے ہٹا دینا ہئے۔" اور یہ کہہ کر اس نے تالی بجائی۔ اور فوراً چھ سیاہ فام غلام کمرے میں داخل ئے اور لاشیں گھسیٹ کر لے گئے۔ اور اب قلوپطرہ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔

"الم پس!" تمہاری پیشن گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ قیصر کی فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھی چلی آرہی ہیں اور میرا اور انطونی کا انجام قریب ہے۔ ڈرامہ چونکہ ختم ہو رہا ہے اس لئے مجھے دنیا کے اسٹیج سے رخصت ہونے کی تیاری کرلینی چاہئے۔ مجھے ایک ملکہ کی طرح دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ اور اسی لئے میں نے چھ مختلف طرح کے زہران غلاموں پر آزمائے تاکہ معلوم کرسکوں کون سی موت آسان ہے۔

"لیکن الم پس! یہ زہر مجھے پسند نہیں آئے۔ ایک دو طرح کے زہروں نے بڑی تکلیف دے کر آدمیوں کو مارا۔ اور بقیہ کا اثر آہستہ آہستہ ہوا۔ چنانچہ اے الم پس تم میرے لئے ایک ایسا زہر تیار کرو جو فوراً بلا تکلیف میری روح کو قفس عنصری سے آزاد کرا سکے۔"

قلوپطرہ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میرا دل فتمندانہ جذبات سے پر ہوگیا۔ یہ عورت جس نے مجھے تباہ کیا تھا' آخر کار میرے ہاتھوں مرے گی۔ دیوتاؤں کی مرضی پوری ہونے کا وقت آگیا تھا۔ "ملکہ کی شان یہی ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہونے سے پہلے خود اپنا خاتمہ کرے۔" میں نے کہا۔ "صحیح معنوں میں آپ ملکہ ہیں۔ موت آپ کے سب دکھوں کا خاتمہ کردے گی۔ موت ایک پرسکون نیند ہے۔ چنانچہ اس سے ڈرنا سراسر حماقت ہے۔ میں ایک ایسی دوا تیار کروں گا جسے پیتے ہی آپ پر میٹھی نیند طاری ہوجائے گی اور آپ دوبارہ اس فانی دنیا میں بیدار نہ ہوں گی۔ ملکہ موت سے نہ ڈریں۔ چونکہ آپ پاک اور بے گناہ اس دنیا سے رخصت ہوں گی۔ اس لئے آنتی میں دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرلیں گی۔"

قلوپطرہ کا رنگ زرد ہوگیا۔

"اور اگر .... دل پاک و صاف نہ ہو تو کیا ہوگا؟ .... نہیں۔ مجھے دیوتاؤں کا خوف نہیں۔ عذاب کے دیوتا بھی آخر انسان ہی تھے۔ چنانچہ میں اپنے حسن کا جادو ان پر بھی چلادوں گی۔ میں اس دنیا میں ملکہ رہی ہوں اور اس دنیا میں بھی رہوں گی۔ میں نے اس دنیا میں مردوں کے دلوں پر حکومت کی ہے اور اس دنیا میں دیوتاؤں کے دلوں پر حکومت

ں گی۔"

دفعتاً" محل کے باہر شور بلند ہوا۔ لوگ خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔

"یہ کیا ہوا؟" قلوپطرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"انطونی! انطونی!" لوگ چلا رہے تھے۔ "انطونی کی فتح ہوئی۔"

قلوپطرہ دیوانوں کی طرح محل کے دروازے کی طرف بھاگی۔ میں اس کے پیچھے تھا۔ انطونی فوجی لباس پہنے گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ہونٹوں پر فتمندانہ مسکراہٹ تھی۔ قلوپطرہ کو دیکھتے ہی وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا۔ اور ملکہ کا سر خوشی کے عالم میں اپنی آغوش میں لے لیا۔

"کیا بات ہے انطونی؟" قلوپطرہ نے پوچھا۔ "قیصر کو شکست ہوگئی۔"

"نہیں پوری شکست تو نہیں ہوئی البتہ میں اس کی سوار فوج کو بہت دور تک ڈھکیل آیا ہوں۔ ابتدا بہتر ہوئی ہے تو انجام بہترین ہوگا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں تاکہ جہاں سر جائے وہاں دم کا جانا ضرورت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے قیصر کو پیغام بھیجا ہے کہ اپنے آدمیوں کو کٹوانے کے بجائے یہ بہتر ہوگا کہ ہم دونوں آپس میں لڑ کر فیصلہ کرلیں۔ اور پھر دنیا دیکھ لے گی کہ کون بہتر آدمی ہے .... انطونی یا قیصر....؟"

"دفعتاً" لوگ چلائے۔

"قیصر کا سفیر! قیصر کا سفیر۔"

سفیر دروازے میں داخل ہوا' جھک کر انطونی کو سلام کیا اور قیصر کا مراسلہ انطونی کے ہاتھ میں پکڑ کر الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ قلوپطرہ نے جھپٹ کر انطونی کے ہاتھ سے مراسلہ لیا' مہر توڑی اور اونچی میں پڑھنے لگی۔

"قیصر کی طرف سے انطونی کو۔

تمہاری مبارزطلبی کا میں جواب دیتا ہوں انطونی کو مرنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ملا کہ وہ قیصر کی تلوار سے مرنا چاہتا ہے۔

سلام ہو تم پر۔"

انطونی دم بخود رہ گیا اور خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

اور اس رات انطونی اپنے ان دوستوں کے ساتھ' جو آج اس کے شریک تھے لیکن کل دغا دے جانے والے تھے۔ محل سے باہر آیا' میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب انطونی چھاؤنی میں پہنچا تو آدھی رات ہونے کے قریب تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے بحری اور بری فوج کے افسروں کو طلب کیا اور جب وہ لوگ آ گئے تو انطونی نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر انہیں یوں مخاطب کیا۔

"میرے وفادار دوستو! تم نے ہر جنگ میں میرا ساتھ دیا ہے اور تم نے دیکھا ہے کہ میں نے ہر جنگ جیتی ہے۔ میرے دوستو! تم نے اس بے سروسامانی کی حالت میں بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ مجھے تم پر ناز ہے۔ میری بات سنو! غور سے سنو۔ ہو سکتا ہے کہ کل میں خاک و خون میں لوٹ رہا ہوں گا۔ لیکن میں بزدلوں کی موت مرنا نہیں چاہتا۔ میں یہاں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ رہوں گا۔ بلکہ دشمن کی فوج پر حملہ کردوں گا اور پھر یا تو فتح حاصل کروں گا یا میدان جنگ میں ایک بہادر کی موت مروں گا۔ اور یہ سخت آزمائش گھڑی ہے۔ اگر ہم اس آزمائش میں پورے اترے' اگر تم میرے وفادار رہے تو وہ وقت دور نہیں جب ہم فاتحانہ طور سے روم میں داخل ہوں گے۔ لیکن اگر تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو انطونی اور اس کے ساتھ ہی تمہارا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ کل کی جنگ بے حد بھیانک اور فیصلہ کن ہوگی۔ لیکن ہم پہلے بھی ایسی جنگوں میں شریک ہو چکے ہیں اور اپنی شجاعت سے ہم نے پہلے بھی دشمنوں کے منہ پھیر دیئے ہیں۔ پھر اب ڈرنے کی کیا بات ہے؟ حالانکہ ہمارا بحری بیڑا قدرے کمزور ہے لیکن پھر بھی ہماری قوت قیصر سے کسی طرح کم نہیں۔ تم حلف وفاداری اٹھاؤ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل سورج غروب ہوتے وقت قیصر اور اس کے افسروں کے سر ہمارے نیزوں پر بلند دیکھے گا۔"

لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔

"ہاں خوشی کے نعرے لگاؤ اور اگر دیوتاؤں نے چاہا تو کل تم فتح کے نعرے لگا رہے ہو گے۔ سنو! دوستو! مجھے یقین ہے کہ فتح ہماری ہوگی۔ لیکن ایسا نہ ہوا' اگر قسمت ہمیں دھوکا

دے گئی' اگر انطونی مارا گیا' تو دوستو تم بھی وہ دولت' جو تم جانتے ہی ہو کہ کہاں ہے' آپس میں تقسیم کر لینا۔ اور اپنے انطونی پر دو آنسو گرا لینا۔" دولت تقسیم کر لینے کے بعد قیصر کے پاس پہنچ کر یوں کہنا ..... "انطونی جو مر چکا ہے' قیصر کو' جو زندہ ہے سلام کہتا ہے۔ اور اپنی پرانی دوستی اور وفاداری کے واسطے قیصر سے یہ التجا کرتا ہے کہ انطونی کے ساتھیوں کی' جو اس کے جھنڈے تلے لڑے تھے' جان بخشی کی جائے۔"

"ارے تم لوگ رو رہے ہو! نہیں روؤ نہیں۔ یہ عورتوں کا کام ہے۔ موت بہرحال ہر آدمی کو آتی ہے۔ میں اپنے بچوں کو تمہاری حفاظت میں دیتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو دوستو! میری اولاد کو بے بسی اور بے چارگی سے دوچار نہ ہونے دینا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ کل صبح ہوتے ہی ہم بحر و بر سے قیصر کی فوجوں پر حملہ کر دیں گے۔ دوستو! قسم کھاؤ کہ تم آخری دم تک میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔"

"ہم قسم کھاتے ہیں۔" وہ چلائے۔ "ہم قسم کھاتے ہیں۔"

"بس مجھے اطمینان ہو گیا۔ ایک بار پھر میرے عروج کا ستارہ طلوع ہو گا۔ اور ساتھ ہی قیصر کا ستارہ غروب ہو جائے گا۔ چنانچہ دوستو! کل تک میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔"

اور جب وہ جانے کے لئے پلٹا تو افسر اس کا ہاتھ چومنے کے لئے ایک دوسرے پر گر پڑتے تھے اور انطونی کی تقریر سے ایسے متاثر تھے کہ بچوں کی طرح رو رہے تھے انطونی بھی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور چاند کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو رواں تھے۔

لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر میں بے چین ہوا جا رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر یہ لوگ انطونی کے وفادار رہے تو فتح یقیناً اسی کی ہوگی اور قلوپطرہ بدستور ملکہ مصر بنی رہے گی۔ انطونی سے مجھے کوئی پرخاش نہ تھی' میں اس کا برا نہ چاہتا تھا بلکہ اس کے برخلاف میں اس بہادر آدمی کی دل سے قدر کرتا تھا۔ تاہم میں چاہتا تھا کہ انطونی کو شکست ہو۔ کیونکہ اس کی شکست میری فتح تھی' انطونی ایک تناور درخت کی مانند تھا جس سے قلوپطرہ زہریلی بیل کی طرح لپٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس بیل کو نیست و نابود کرنے کے لئے درخت کو گرانا

ضروری تھا۔ چنانچہ میں انطونی کا برا چاہنے پر مجبور تھا۔

چنانچہ انطونی کے جاچکنے کے بعد بھی میں وہیں ایک اندھیری جگہ چھپ کر کھڑا رہا اور افسروں کی باتیں سننے لگا۔

"تو یہ طے رہا۔" بحری فوج کے افسر اعلیٰ نے کہا۔ "کہ ہم آخر دم تک انطونی کا ساتھ دیں گے۔"

"ہاں ہاں ساتھ دیں گے۔" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"ہاں ساتھ دو۔" میں نے کہا۔ "اگر تمہیں اپنی زندگیاں عزیز ہیں تو واقعی ایسا ہی کرو۔"

ان لوگوں نے انتہائی غصہ کے عالم میں پلٹ کر مجھے پکڑ لیا۔

"کون ہے یہ شیطان؟" ایک نے پوچھا۔

"الم پس ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "وہی مصر کا مشہور جادوگر۔"

"منحوس کہیں کا۔ دیوتاؤں کی قسم میں اسی وقت اس کا اور اس کے جادو کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔" تیسرے نے تلوار کھینچ کر کہا۔

"ہاں ہاں خاتمہ کردو اس کا۔ نمک حرامی پر تلا ہوا ہے۔"

"ٹھہرو۔" میں نے نہایت سکون سے کہا۔ "دیوتاؤں کے خادم کو قتل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ خود جہاں کھڑے ہو وہیں مردہ ہو کر گرو گے۔ یہ بھی سن لو کہ میں نمک حرام اور غدار نہیں ہوں۔ میں اسکندریہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ کیونکہ مجھے یہیں رہ کر واقعات کا جز بننا ہے۔ دیوتاؤں کی مرضی یہی ہے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بھاگو.... بھاگو.... میں انطونی اور ملکہ مصر کا خادم ہوں اور اب تک میں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دیئے ہیں۔ لیکن پہلے میں دیوتاؤں کا خادم ہوں۔ اور پھر کسی دوسرے کا' چنانچہ دیوتاؤں نے مجھے جو بات بتائی ہے وہ میں تمہیں سناتا ہوں۔"

"سنو! انطونی اور قلوپطرہ کا آخری وقت دور نہیں' فتح قیصر کی ہوگی۔ اور چونکہ مجھے تم سے ہمدردی ہے' میں تمہاری بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم دیکھنا نہیں چاہتا اس لئے کہتا

ہوں کہ اگر واقعی تمہیں موت پیاری ہے۔ اگر واقعی تمہیں اپنی بیویوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنا منظور ہے تو بے شک انطونی کے وفادار رہو۔ لیکن اگر تمہیں زندگی سے پیار ہے' اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہاری بیویاں قیصر کی لونڈیاں اور تمہارے بچے رومیوں کے غلام بنیں تو انطونی کا ساتھ چھوڑ کر قیصر سے جا ملو۔ یہی مجھ سے دیوتاؤں نے کہا ہے۔"

"دیوتاؤں نے کہا ہے!" وہ چلائے۔ "کون سے دیوتاؤں نے کہا ہے؟ اس منحوس کی گردن اڑا دو کہ وہ ایسی بدشگونی کی باتیں پھر نہ کہہ سکے۔"

"مجھے اس آدمی پر کچھ شک ہے۔ بہت اچھا الم پس ہمیں اپنے دیوتاؤں کی طرف سے کوئی نشان دو۔ ورنہ پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"دور رہو بے وقوفو۔" میں نے غصہ سے کہا۔ "میرے ہاتھ چھوڑ دو اور میں تمہیں دیوتاؤں کی نشانی دکھاؤں گا۔"

اور میرے چہرے سے کچھ ایسے بھیانک جذبات ظاہر ہوئے کہ ان لوگوں نے گھبرا کر مجھے چھوڑ دیا اور بے اختیار کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور اپنی تمام تر روحانی قوتیں صرف کر کے آسمان کی وسعتوں اور خلاؤں میں دیوی ایزیس کو تلاش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میری روح دیوی ایزیس سے ہم کلام ہوئی۔ لیکن میں "اسم خوف" پڑھنے کی جرائت نہ کرسکا۔ کیونکہ دیوی مجھے منع کرچکی تھی۔

اور میرے اس کشف کا جواب بھیانک سکوت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سکوت روئے زمین پر آہستہ آہستہ اترنے لگا۔ حتیٰ کہ بھونکتے ہوئے کتے بھی خاموش ہوگئے۔ اور اسکندریہ کی سڑکوں پر اور گھروں میں اور قہوہ خانوں میں لوگ دہشت زدہ رہ گئے اور پھر کہیں دور سے ساز بجنے کی آواز آئی۔ یہ دیوی ایزیس کے مقدس ساز کی آواز تھی۔ شروع میں یہ آواز مدھم تھی لیکن رفتہ رفتہ تیز ہونے لگی۔ یہاں تک کہ پوری فضا اس وحشت ناک آواز سے تھرا اٹھی۔

میں خاموش تھا۔ لوگ خاموش تھے۔ میں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور افسروں

نے خوف و دہشت سے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک انسانی سایہ اترا جو پھیل کر ہمارے سروں پر چھا گیا۔ ہوا بند ہوگئی اور فضا میں گھٹن آگئی۔ یہ انسانی سایہ کچھ دیر تک انطونی کے لشکر گاہ پر منڈلانے کے بعد قیصر کے لشکر گاہ کی طرف چلا گیا ساز کی آواز مدھم ہونے لگی۔ سایہ نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ساز کی آواز تھم گئی۔

"یہ باخوس دیوتا تھا۔" لوگ چلائے۔ "جو انطونی کا ساتھ چھوڑ کر قیصر کے پاس چلا گیا ہے۔"

لیکن میں جانتا تھا کہ یہ باخوس دیوتا نہ تھا جو جھوٹا دیوتا ہے بلکہ یہ دیوی ایزیس تھی جو سرزمین مصر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہی تھی۔ حالانکہ اس دیوی کی پوجا مصر میں آج بھی ہوتی ہے اور حالانکہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن اب وہ کبھی مصر میں ظاہر نہ ہوگی۔ اب کبھی کوئی کاہن اس کا جلوہ نہ دیکھ سکے گا۔ میں چغہ منہ میں ڈال کر دعائیں مانگنے لگا اور جب سر اٹھایا تو وہاں میں اکیلا کھڑا تھا۔

انطونی کے افسر خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

انطوانی کا انجام

صبح ہونے سے پہلے ہی مارکیوس انطونی مسلح ہو کر محل سے باہر آیا اور افسران کو حکم دیا کہ اسکندریہ کا بحری بیڑا قیصر کے بحری بیڑے پر اور اسکندریہ کی سوار فوج قیصر کے سوار فوج پر حملہ کردے۔ فوراً ہی اسکندریہ کا بیڑا تین صفوں میں قیصر کے بیڑے کی طرف چلا۔ ادھر سے قیصر کا بیڑا بھی آیا۔ لیکن جب دونوں بیڑے ملے تو انطونی کے بیڑے کے سپاہیوں نے چپو اٹھا اٹھا کر قیصر کے بیڑے کے سپاہیوں کو سلام کیا اور انطوانی کا بیڑا قیصر کے بیڑے سے جا ملا۔ ادھر انطونی کی سوار فوج بھی قیصر کی فوج سے جا ملی۔ انطونی غم و غصہ سے دیوانہ ہو گیا اور اس نے چیخ کر پیدل فوج کو ثابت قدم رہنے اور دشمن کے حملے کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ یہ فوج کچھ دیر تک اپنی جگہ کھڑی رہی۔ یکایک ایک افسر بدحواس ہو کر قیصر کی فوج کی طرف بھاگا۔ یہ وہی افسر تھا جو گزشتہ رات مجھے قتل کردینا چاہتا تھا۔ انطونی نے اسے پکڑ لیا اور اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر وہ گھوڑے سے کود کر اترا اور اپنی تلوار بے نیام کی کہ اس افسر کا سر اڑا دے۔ افسر کی آنکھوں کے سامنے موت ناچ گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔ لیکن انطونی نے تلوار جھکالی۔

"جاؤ، قیصر کے پاس جاکر اپنی جان بچالو" اس نے کہا۔ "ایک زمانے میں تم مجھے بہت عزیز تھے۔ جب افسروں نے مجھ سے غداری کی پھر تنہا تمہیں ہی کیوں قتل کروں"۔

افسر اٹھا، اس نے غمناک نظروں سے اپنے آقا انطونی کی طرف دیکھا۔ پھر چیخ کر اپنی زرہ اتار پھینکی اور اپنی ہی تلوار اپنے سینے میں گھونپ لی اور انطونی کے قدموں میں گر کر جان دے دی۔ انطونی اپنی جگہ کھڑا اپنے وفادار افسر کی لاش کو دیکھتا رہا۔ وہ خاموش تھا، اس عرصے میں قیصر کی پیادہ فوج قریب آگئی اور ابھی دونوں فوجوں کے نیزے ٹکرائے بھی نہ تھے کہ انطونی کی فوج پشت پھیر کر بھاگی اور قیصر کے سپاہی ان بزدل بھگوڑوں پر ہنسنے اور آوازے کسنے لگے۔ یہ عجیب جنگ تھی کہ جس میں ایک آدمی کا قتل ہونا تو درکنار کوئی زخمی بھی نہ ہوا تھا۔

"بھاگ گئے امیرے آقا بھاگ گئے۔" انطونی کے خادم خاص ایروس نے کہا۔ میدان میں اب انطونی کے پاس یہی ایروس رہ گیا تھا۔ میں بھی اس کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ "بھاگ گئے میرے آقا ورنہ آپ قیصر کے غلام ہوں گے۔"

اور انطونی بھی بھاگا' میں اور ایروس کے پیچھے تھے۔ اسکندریہ کے شمال دروازے کے سامنے پہنچ کر انطونی میری طرف گھوم گیا۔

"الم پس!" اس نے کہا۔ "ملکہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ انطونی تمہیں سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے مجھے دھوکا دیا۔ چنانچہ سلام اور الوداع۔"

چنانچہ میں مقبرے کی طرف چلا اور انطونی محل کی طرف' میں نے مقبرے کے بند دروازے پر بڑے زور سے دستک دی۔ فوراً ہی ایک کھڑکی کھل گئی۔ کھڑکی کھولنے والی شارمن تھی۔

"دروازہ کھولو.... جلدی کرو۔" میں نے کہا۔

شارمن نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا خبر لائے ہرماسیس؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"شارمن انتقام کا وقت آ گیا ہے۔ انطونی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔"

"شکر ہے' میں متفکر و پریشان تھی۔"

اور مقبرے کے بیچ کے کمرے میں قلوپطرہ کوچ پر نیم دراز تھی۔

"کہو کیا خبر لائے۔" مجھے دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔

"انطونی فرار ہو چکے ہیں اور قیصر کی فوجیں اسکندریہ کے دروازے پر آ گئی ہیں۔ ملکہ مصر کو انطونی کا سلام اور الوداع کے الفاظ۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" وہ چلائی۔ "میں نے دھوکا نہیں دیا۔ الم پس فوراً انطونی کے پاس جا کر یوں کہو۔ قلوپطرہ' جس نے انطونی کو دھوکا نہیں دیا' اپنے محبوب کو سلام کہتی ہے۔ قلوپطرہ اب اس دنیا میں نہیں رہتی۔"

اور میں قلوپطرہ کا یہ پیغام لے کر محل میں پہنچا۔ میرا مقصد پورا ہونے کے سامان

دیوتاؤں کی مرضی سے خودبخود پیدا ہو گئے تھے۔ میں نے انطونی کو محل کے بڑے کمرے میں پایا۔ وہ دیوانوں کی طرح ہوا میں گھونسے چلا رہا تھا۔ اس کے ساتھ اب صرف اس کا وفادار خادم ایروس رہ گیا تھا۔ دوسرے سب انطونی کو چھوڑ کر قیصر کے پاس بھاگ گئے تھے۔

"معزز انطونی! ملکہ مصر تمہیں سلام کہتی ہیں۔" میں نے کہا۔ "اب وہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا خاتمہ کر لیا۔"

"مر گئی۔" وہ چیخا۔ "قلوپطرہ مر گئی .... تو کیا .... تو کیا اب اس نازک جسم کو کیڑے چاٹیں گے۔"

"آہ! کیا عورت تھی!... ہائے میرا دل اس کی طرف کھنچ رہا ہے۔ مرنے میں بھی وہ مجھ پر سبقت لے گئی۔ ہائے! مجھ سے پہلے ہی وہ اس جگہ پہنچ گئی جہاں جاتے میں ڈرتا ہوں' حالانکہ میں مرد ہوں اور نڈر بھی۔ ایروس! تم نے مجھے گود میں کھلایا ہے۔ اور اس وقت سے مجھے چاہا ہے جبکہ میں ناسمجھ بچہ تھا۔ اور میں نے بھی تمہیں خاک سے پاک کیا۔ ایک خاص مقام دیا۔ دولت دی' عزت دی۔ میرے ان احسانوں کا بدلہ چکانے کا اب وقت آیا ہے۔ ایروس! اپنی تلوار بے نیام کرو۔ اور ایک ہی وار میں انطونی کے دکھوں کا خاتمہ کر دو۔"

"نہیں' یہ میں نہیں کر سکتا۔" ایروس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھ سے نہ ہو گا' میں دیوتا کی مانند انطونی کی جان نہیں لے سکتا۔"

"ایروس! مجھے پلٹ کر جواب نہ دو۔" یہ میرا آخری حکم ہے۔" یا تو اسے بجا لاؤ یا چلے جاؤ یہاں سے' میں تمہاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتا۔"

"ایروس نے تلوار کھینچ لی اور انطونی جس کا سر کبھی کسی کے سامنے نہ جھکا تھا۔ اپنے خادم کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گیا۔"

"ایروس! کس کا انتظار ہے؟" انطونی نے کہا اور اپنا سینہ کھول دیا۔

"نہیں .... نہیں" ایروس چلایا اور اپنی تلوار اپنے ہی سینے میں گھونپ لی۔ اور مردہ ہو کر گرا۔

انطونی اٹھا، کچھ دیر تک اپنے وفادار خادم کو تڑپتے دیکھتا رہا۔

"ایروس!! دیوتا تمہاری مغفرت کریں۔ تم نے شریفوں کا سا کام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ "حقیقت میں تم مجھ سے عظیم ہو۔ میرے دوست تم مجھے ایک سبق دے گئے۔

اور اس نے جھک کر ایروس کی پیشانی چوم لی۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھا، اپنے خادم کے سینے میں اتری ہوئی تلوار نکالی اور چشم زدن میں یہی تلوار انطونی کے سینے کے آرپار تھی۔ نصف دنیا کو فتح کرنے والا انطونی کراہ کر کوچ پر گرا۔

"آہ! الم پس بہت تکلیف ہے۔" انطونی نے کہا۔ "تم ہی مجھ پر رحم کر کے میرا خاتمہ کردو۔"

لیکن میں ایسا نہ کرسکا۔ میں نے انطونی کے سینے سے تلوار کھینچ لی تو اس کے سینے سے خون کا فوارہ سا ابل پڑا۔ اس عرصہ میں بہت سے غلام اور خواجہ سرا، انطونی کی موت کا تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے تھے۔ میں نے ان کی طرف گھوم کر کہا کہ کوئی آدمی فوراً میرے کمرے میں جاکر آتوا کو بلا لائے۔ چند سانسوں بعد ہی آتوا دواؤں کی ٹوکری اٹھائے آگئی۔ میں نے چند دوائیں انطونی کو پلائیں اور آتوا سے کہا کہ وہ فوراً مقبرے میں پہنچ کر قلوپطرہ کو انطونی کی حالت کی خبر دے۔

تھوڑی دیر بعد آتوا یہ پیغام لے کر واپس آئی کہ قلوپطرہ زندہ ہے اور چاہتی ہے کہ انطونی اس کی آغوش میں آخری سانس لے۔ جب انطونی نے یہ سنا تو اس کی قوت عود کر آئی۔ کیونکہ وہ مرنے سے پہلے ایک دفعہ قلوپطرہ کو دیکھنے کے لئے بے چین و بیتاب تھا۔ چنانچہ اس نے ان غلاموں کو آواز دی جو کمرے کے ستونوں اور پردے کے پیچھے سے جھانک جھانک کر اس زبردست فاتح کو مرتے دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ہم سب نے مل کر انطونی کو اٹھایا اور بمشکل تمام مقبرے کے پاس پہنچے۔

قلوپطرہ اسکندریہ والوں کی دغا بازی سے خائف تھی اور مقبرے کا دروازہ بند رکھتی تھی۔ چنانچہ اوپر کی کھڑکی سے ایک مضبوط رسہ لٹکا دیا گیا جو ہم نے انطونی کی کمر اور ہاتھوں سے مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر قلوپطرہ نے جو زار و قطار رو رہی تھی۔ ایروس اور شارمن

کی مدد سے انطونی کو اوپر کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انطونی ہوا میں لٹک گیا اور اس کے زخم سے خون ٹپک ٹپک کر ہم لوگوں پر گرنے لگا۔ تین دفعہ شارمن اور ایروس کے ہاتھ سے رسہ چھوٹا اور انطونی نیچے گرتے گرتے بچا۔ لیکن قلوپطرہ کے بدن میں وفور محبت سے ایسی طاقت آگئی تھی کہ شارمن اور ایروس کے رسہ چھوڑ دینے کے بعد بھی وہ تنہا انطونی کو اوپر کھینچتی رہی۔ انطونی کو اوپر کھینچ لیا گیا جو لوگ وہاں کھڑے تھے وہ یہ المناک نظارہ دیکھ کر رونے اور سینہ کوبی کرنے لگے۔ لیکن میری اور شارمن کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہ ٹپکا۔

انطونی کو اوپر کھینچ لینے کے بعد رسہ پھر نیچے لٹکا دیا گیا اور اب میں شارمن کی مدد سے اوپر پہنچا۔ انطونی کوچ پر پڑا کراہ رہا تھا اور قلوپطرہ جس کا سینہ ننگا اور چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اپنے سیاہ ریشمی لبادے اور بالوں سے انطونی کے زخم پر سے خون پونچھ رہی تھی۔ اور آج پھر قلوپطرہ کی محبت نے میرے دل میں جوش مارا۔ اور ساتھ ہی رشک و رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ میں انطونی اور قلوپطرہ کا تو خاتمہ کرسکتا ہوں لیکن محبت کا نہیں۔ وہ لازوال تھی۔

"آہ! انطونی! میرے سرتاج! میرے دیوتا!" قلوپطرہ نے روتے ہوئے کہا۔ تمہارا دل مجھے اس دنیا میں تنہا چھوڑ جانے کو کیوں چاہا؟ میں بہت جلد تم سے آملوں گی۔ آنکھیں کھولو.... آنکھیں کھولو.... میرے سرتاج۔"

انطونی نے آنکھیں کھول کر شراب طلب کی اور میں نے اس میں دوا کے چند قطرے ٹپکا کر انطونی کو دی کہ اس کی تکلیف میں کچھ کمی ہو۔ شراب پی چکنے کے بعد اس نے قلوپطرہ سے کہا کہ وہ انطونی کے ساتھ لیٹ جائے اور اپنی باہیں اس کی گردن میں ڈال دے۔ انطونی حقیقت میں بہادر اور جوان مرد تھا۔ وہ اپنی تکلیف بھول کر قلوپطرہ کو مشورہ دینے لگا کہ اس کے مرنے کے بعد ملکہ کی بہتری کس میں ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن قلوپطرہ نے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"پیارے انطونی! وقت بہت کم ہے۔" اس نے کہا۔ اسے ہمیں ایسی فضول باتوں میں

نہ صرف کرنا چاہئے۔ آؤ! ہم اپنی اس محبت کی باتیں کریں جو دنیا کی ہر چیز سے بلند و بالا تر ہے اور جو دوسری دنیا میں بھی قائم رہے گی۔ تمہیں وہ رات یاد ہے انطونی جب تم نے پہلی دفعہ میرے ہونٹ چوم کر مجھے .... میری پیاری کہا تھا۔"

"ہاں قلوپطرہ مجھے وہ رات یاد ہے اور اسی رات سے میری قسمت کا ستارہ غروب ہونا شروع ہوا۔ اور مجھے وہ بھی یاد ہے جب تم ایک قیمتی موتی سرکہ میں گھول کر پی گئی تھیں اور تمہارے اس نجومی نے پکار کر کہا تھا کہ ایک گھنٹہ ختم ہوا اور منقورا کی لعنت پڑنے کا وقت قریب آ رہا ہے۔ بہت دنوں تک تمہارے نجومی کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے اور آج پھر گونج رہے ہیں۔

"اگر وہ مر چکا ہے تو اب میں اس سے ملنے والا ہوں۔ لیکن اس کا مطلب کیا تھا قلوپطرہ۔"

"مر گیا وہ لعنتی نجومی شیطان تھا پورا۔ آہ! انطونی تمہارا چہرہ سفید ہو رہا ہے تم مجھ سے بچھڑنے والے ہو۔ آؤ! آخری دفعہ میرے ہونٹ چوم لو۔"

اور انطونی نے اپنے سرد ہوتے ہوئے ہونٹ قلوپطرہ کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔ اور وہ دونوں بہت دیر تک یونہی پڑے رہے۔ محبت کا ایسا پراثر اور المناک منظر میں نے تو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا.... دفعتاً" انطونی کا چہرہ متغیر ہوا۔ مجھے اس کے چہرے پر موت کا بھیانک سا یہ نظر آیا اور اس کا سر پیچھے کی طرف ڈھلک گیا۔

"رخصت! قلوپطرہ! رخصت!" یہ انطونی کے آخری الفاظ تھے۔

قلوپطرہ کہنیوں کے بل اٹھی، کچھ دیر تک انطونی کے راکھ جیسے سفید چہرے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔

لیکن انطونی ابھی زندہ تھا البتہ اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ میں آگے بڑھ کر انطونی کے قریب بیٹھ گیا اور یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس کی نبض ٹٹول رہا ہوں۔ اور اس وقت میں نے اپنا منہ انطونی کے کان کے قریب لے جا کر کہا۔

"انطونی! قلوپطرہ میری معشوقہ تھی۔ لیکن تم نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ دیکھو! غور

ہرماسیس! اب بھی فتح میری ہوئی۔ اب بھی میں تم پر حاوی ہوں اور رہوں گی۔ اور مر نہ سکوں گی۔ میں تمہارے منہ پر تھوکتی ہوں اور بددعا دیتی ہوں کہ مرتے دم تک تم مجھے اور مجھ سے اپنی محبت کو یاد کر کے بے چین و بے قرار رہو گے۔

...... انطونی! میرے پیارے انطونی! میں آ رہی ہوں اور پھر کوئی ہمیں جدا نہ کر سکے گا۔ میں مر رہی ہوں۔ آؤ انطونی! مجھے اپنی آغوش میں لے لو۔ اور اس جگہ لے جاؤ جہاں ابدی سکون ہے۔

غصہ اور انتقام کے جذبے سے بھرا ہوا ہونے کے باوجود میں قلوپطرہ کے یہ الفاظ سن کے کانپ گیا۔ افسوس! صد افسوس! قلوپطرہ نے سچ کہا تھا۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اور اس وقت جب کہ وہ مر رہی تھی میری محبت دوچند ہو گئی تھی۔ انتقام کی تلوار میرے ہی سر پر پڑی تھی۔ میرا دل رشک و رقابت کی آگ میں پھنکنے لگا۔ اور میں نے چیخ کر کہا۔

"کیسا سکون؟ کہاں کا سکون؟ اور وہ بھی تمہارے لئے قلوپطرہ؟ اے مقدس ثالوت سنو۔ اے ازیرس آنتی کے دروازے کھول دے اور ان کو یہاں بھیج جنہیں میں طلب کروں۔ اے بطلیموس! جسے قلوپطرہ نے زہر دے دیا تھا۔ اور قلوپطرہ کی بہن ارسونا جسے ایک معبد میں قتل کر دیا گیا تھا تو بھی آ۔ اے فرعون منقورا حسن کے مقدس جسم کو قلوپطرہ نے دولت کے لالچ میں ادھیڑ دیا تھا۔ تم بھی آؤ۔ آؤ! آؤ جو قلوپطرہ کے حکم سے قتل کئے گئے تھے۔ آنتی کی پنہائیوں میں سے نکل کر اس ناپاک عورت کی ناپاک روح کا استقبال کرو۔ میں اپنی عبادتوں کا واسطہ دیکر تمہیں طلب کر رہا ہوں۔ آؤ۔ آؤ۔"

میں انتہائی جوش کے عالم میں یہ کہہ رہا تھا اور شارمن خوفزدہ ہو کر مجھ سے چمٹ گئی تھی اور قلوپطرہ اپنی ہتھیلی پر تھوڑی ٹکائے زہر کے اثر سے دائیں بائیں ڈول رہی تھی۔

اور پھر میری اس پکار کا جواب آیا۔

دفعتاً" کمرے کا دریچہ کھلا اور وہی بھوری چمگادڑ جو منقورا کے حرم میں ہم نے خواجہ سرا کی تھوڑی سے لٹکتے دیکھی تھی۔ سست پرواز سے کمرے میں داخل ہوئی اس نے کمرے میں تین چکر لگائے۔ ایک دفعہ گھڑی بھر کے لئے ایراس کی لاش پر منڈلائی اور پھر

قلوپطرہ کے سر پر منڈلانے کے بعد اس کے تاج میں جڑے ہوئے اس زمرد سے لٹک گئی جو منقورا کا سینہ چیر کر نکالا گیا تھا۔ تین دفعہ وہ بھوری چلائی تین دفعہ اس نے اپنے استخوانی بازو پھڑپھڑائے اے اور پھر چلی گئی۔

اور پھر یکایک اس کمرے میں ان آدمیوں کی شبیہیں ابھرنے لگیں جو مر چکے تھے اور ان میں قلوپطرہ کی بہن ارسونا تھی۔ اس کے چہرے پر وہی خوف منجمد تھا اور جلاد کی تلوار دیکھ کر پیدا گیا ہوا گا۔ اور پھر قلوپطرہ کا بھائی **بطلیموس** تھا جس کے خدوخال زہر کے اثر سے بگڑ گئے تھے۔ اور پھر فرعون منقورا تھا جس کا سینہ چرا ہوا تھا۔ اور سیپا تھے جن کی گردن سے خون ٹپک رہا تھا اور جسم کی کھال ظالموں کی مار سے پارہ پارہ ہوگئی تھی اور وہ چھ غلام تھے جن پر قلوپطرہ نے مختلف طرح کے زہر آزمائے تھے۔ اور دوسرے بہت سے تھے۔ اور یہ شبیہیں اس کمرے میں ہجوم کر آئی تھیں۔ اور کیا ہی بھیانک نظارہ تھا وہ۔

"دیکھو! دیکھو قلوپطرہ۔" میں نے تمہارا سکون! غور سے دیکھو! اور مرجاؤ، آنتی کا عذاب اور یہ سب روحیں تمہاری منتظر ہیں کہ تم سے بدلا لیں۔"

"ہاں دیکھو! دیکھو اور مرجاؤ۔" شامن نے کہا۔ "تم نے مجھے اور مصر کو برباد کیا۔"

قلوپطرہ نے گردن اٹھا کر ان بھیانک شبہوں کی طرف دیکھا بہت ممکن ہے کہ اس وقت قلوپطرہ کی روح۔ جو اس کے جسم سے نکلنے والی تھی۔ ان آوازوں کو بھی سن رہی ہوں۔ جنہیں میں سن نہ سکتا تھا۔ بہت ممکن ہے وہ آوازیں قلوپطرہ کو ڈرا دھمکا رہی ہوں ۔ بہت ممکن وہ آوازیں قلوپطرہ کو اس عذاب سے آگاہ کر رہی ہو جو آنتی میں اس کے لئے مقرر ہو چکا تھا...... قلوپطرہ کے چہرے کے پٹھے خوف سے کھینچ گئے۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گیئں ۔ ااور وہ ایک فلک شگاف چیخ مار کر گئیں۔ اور تڑپ کر مرگئی۔ اس کے فوراً بعد ہی شبیہیں بھی فضا میں تحلیل ہو گئیں۔

انکشاف اور سزائے موت

شارمن میرا ہاتھ چھوڑ کر الگ کھڑی ہوگئی۔

"آؤ ہرماسیس! بے درد ہرماسیس! اس نے کہا۔ "بہت بھیانک تھا تمہارا انتقام قلوپطرہ! تم اپنے گناہوں کے باوجود حقیقت میں عظیم تھیں۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا، جواب دے ہی نہ سکا۔ میرا دل اداسی اور غم کے بوجھ سے بھاری ہو رہا تھا۔ اور اب جب کہ میرا کام پورا ہو چکا تھا میں ایک طرح تھکن محسوس کر رہا تھا۔ ہم دونوں نے مل کر قلوپطرہ کی لاش اٹھائی اور سنہری کوچ پر رکھ دی۔ شارمن نے قلوپطرہ کے بالوں میں کنگھی کر کے تاج اس کے سر پر رکھا اور پھر وہ آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند کر دیں جن میں سمندروں کی سی گہرائی اور گھمبیرتا تھی۔ شارمن نے ملکہ کے سرد ہاتھ اس کے سینے پر باندھ دیئے جن میں جذبات کے طوفان اٹھا کرتے تھے اور مڑے ہوئے پیر سیدھے کر دیئے اور سر کے بالوں میں تازہ پھول اٹکا دیئے اور یوں قلوپطرہ اپنے سنہری کوچ پر لیٹی ہوئی ابدی نیند سو رہی تھی۔ وہ مرنے کے بعد بھی وہ دنیا کی ہر عورت سے زیادہ حسین تھی۔

ہم چند قدم پیچھے ہٹ کر ارایس اور قلوپطرہ کی لاشوں کو دیکھنے لگے۔

"کھیل ختم ہوا"۔ شارمن نے کہا۔ "ہم نے انتقام لے لیا اور اب کیا ارادہ ہے ہرماسیس؟ کیا تم بھی اسی راہ جاؤ گے۔ اور اس نے زہر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں شارمن! البتہ میں موت کے سامنے سے بھاگ کر موت کی طرف جا رہا ہوں۔ میری موت اتنی آسان نہ ہوگی شارمن! اگر میں ایسی آسانی سے مرگیا تو شاید بخشا نہ جاؤں"۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن میں اب دنیا میں نہ رہوں گی۔ میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر چکی ۔ آہ! ہرماسیس کتنی بدنصیب ہوں میں! میں نے ان سب کو ہی دکھوں میں مبتلا کر دیا۔ جنہیں میں چاہتی تھی۔ لیکن افسوس مجھے کسی نے نہ چاہا، میں نامراد ہی اس دنیا سے

جارہی ہوں۔ میں نے ہرماسیس تمہارا جو گناہ کیا تھا اس کا کفارہ آنتی میں ادا کروں۔ اور اس کے عذابوں میں برابر کی شریک رہوں۔ ہرماسیس! تمہارے بعد میں قلوپطرہ کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ چاہتی تھی۔ کیونکہ اس نے بھی مجھے دنیا کی ہرچیز سے زیادہ عزیز رکھا تھا چنانچہ میں بھی وہی پیالہ پیوں گی جو قلوپطرہ اور ایراس نے پیا تھا۔

اور اس نے سونے کے جام میں وہ زہر انڈیل دیا جو شیشی میں بچ رہا تھا۔

شارمن سوچ لو۔ "میں نے کہا اور تم اب بھی زندہ رہ کر اپنے غموں کو بھلا سکتی ہو' زمانہ سب سے بڑا عجیب واقع ہوا ہے جو رفتہ رفتہ تمہارے سب غم دور کردے گا"۔

"ہاں۔ زندہ رہ سکتی ہوں' لیکن رہنا نہیں چاہتی۔ ان دنوں کی یاد مجھے تمام عمر غمزدہ رکھے گی۔ اور وہ محبت جو میں نے تم سے کی ہے' آسیب بن کر مجھے ڈستی رہے گی۔ نہیں ہرماسیس! یہ نہ ہوگا میں کبھی کی مرچکی ہوتی لیکن صرف تمہاری خدمت کرنے کے لئے زندہ رہی۔ لیکن اب تمہارا کام پورا ہوگیا' تمہیں میری ضرورت نہیں رہی چنانچہ میں تم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتی ہوں جہاں میں جارہی ہوں۔ وہاں تم نہ آسکو گے۔ ہاں! اب میں تمہیں کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔ کیونکہ ہرماسیس تمہیں مجھ سے محبت نہیں تم اب بھی اس ملکہ سے پیار کرتے ہو جسے تم نے خود مارا ہے۔ لیکن نہ تو تم اسے حاصل کرسکو گے اور نہ میں تمہیں حاصل کرسکوں گی۔ اف! قسمت کتنا بھیانک کھیل کھیل گئی۔ ہرماسیس! مرنے سے پہلے میری تم سے ایک درخواست ہے دیوتاؤں کے لئے صرف اتنا کہہ دو کہ تم نے مجھے معاف کیا اور ثبوت کے طور پر میری پیشانی پر بوسہ دو۔ ایک عاشق کی طرح نہیں ہرماسیس۔

"ہاں میری پیشانی پر بوسہ دو کہ میں سکون سے مرسکوں۔"

اور وہ ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھی۔ اس کے ہونٹوں کے کونے کانپ رہے تھے اور اس کی صورت مسکینوں کی سی ہوگئی۔

"شارمن!" میں نے کہا۔ "اب ہم اچھے اور برے کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ اب ہمیں کوئی روکنے والا نہیں رہا تاہم ایک چیز ہے جو ہمارے ارادوں کے سفینوں کو

جب چاہتی ہے اور جس طرف چاہتی ہے بہا لے جاتی ہے۔ اور وہ چیز ہے قسمت... اے شارمن میں نے تمہیں معاف کردیا اور دیوتا بھی تمہیں معاف کریں۔ اور اس سے پہلے اور آخری بوسے سے میں اپنی معافی کی مہر ثبت کرتا ہوں۔"

اور میں نے اس کی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ کر ہٹالئے۔ وہ کچھ نہ بولی۔ کھڑی میری صورت تکتی رہی اور پھر زہر کا پیالہ اٹھا کر یوں کہا۔

"ہرماسیس! الوداع! میں آخری دفعہ تمہاری صورت دیکھ رہی ہوں اور تمہاری ہوں اور مرتے وقت یہ دعا کرتی ہوں کہ دیوتا تمہیں بخش دیں اور تمہاری بقیہ عمر سکون اور اطمینان سے گزرے کیونکہ جو کچھ ہوا میری وجہ سے ہوا تمہارے عذاب دیوتا مجھے دے دیں۔"

اور اس نے زہر پی کر پیالہ ایک طرف پھینک دیا۔ وہ ایک لمحہ تک کھڑی کہیں خلا میں گھورتی رہی جیسے وہ موت کو اپنے قریب آتے دیکھ رہی ہو پھر وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گری اور دوسرے ہی لمحے شارمن مصری مرچکی تھی۔ چند لمحوں تک میں تین لاشوں کے بیچ میں پریشان سا کھڑا رہا۔ اور قلوپطرہ کی نعش کے قریب پہنچا کوچ پر بیٹھ کر قلوپطرہ کا سر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔ کچھ دیر تک اس کا خوبصورت چہرہ دیکھتا رہا پھر جھک کر اس کی سرد پیشانی چومی اور مقبرے سے نکل آیا۔ میں اپنا انتقام لے چکا تھا۔ لیکن دنیا کا سب سے زیادہ غمزدہ آدمی تھا۔

"حکیم۔" جب میں دروازے میں سے نکل رہا تھا تو محافظوں کے افسر نے کہا۔ "اندر کیا ہو رہا ہے؟ میں نے موت کی آوازیں سنی تھیں۔"

"ہو نہیں رہا میرے دوست ہوچکا۔" میں نے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔ اور پھر راستے میں میں نے شور سنا اور معلوم ہوا کہ یہ قیصر کے سفیر تھے جو قلوپطرہ کے پاس جارہے تھے۔

گھر پہنچا تو آتو امیری منتظر تھی' وہ مجھے کھینچتی ہوئی ایک کونے میں لے گئی۔ اور دوڑ کر درواہ بند کردیا۔

"کیا ہوا؟ کام پورا ہو گیا؟" اس نے پوچھا اور پھر خود ہی جواب دیا۔ "ہاں پورا ہو ہی گیا ہو گا۔"

"ہاں۔ پورا ہو گیا آتوا! سب مر گئے قلوپطرہ' ایراس اور شارمن سب مر گئے صرف میں بچ رہا۔"

اور اب آتوا تن کر کھڑی ہو گئی۔

"تو اب مجھے بھی سکون سے مر جانے دو۔" وہ بولی۔ "میں نے بہت سے انقلاب دیکھ لئے۔ تمہاری اور مصر کی بربادی دیکھی۔ تمہارا انتقام دیکھا لیکن ملکہ مرتے نہ دیکھ سکی۔ رنڈی! حرافہ!۔"

"بس کرو آتوا! مردوں کو برا بھلا کہنا بے فائدہ ہے اب وہ جانیں اور دیوتا ازیرس' ہمارا کام ختم ہوا۔ چنانچہ اب ہمیں فوراً ابیدس کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔"

"تم جاؤ ہرماسیس! میں نے بہت جی لیا۔ اور اب میری روح آزاد ہونے کے لئے بے قرار ہے۔ الوداع ہرماسیس میں نے تمہیں اسی شدت سے چاہتی رہی ہوں۔ لیکن اب میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی.... اے دیوتا ازیرس! مجھے اپنے پاس بلا لے۔"

اور اتنا کہتے ہی وہ لرز کر گری۔ میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچا بوڑھی انا آتوا مر چکی تھی اور اب دنیا میں میرا کوئی نہ تھا۔ ایک آدمی بھی نہ تھا جو میری ڈھارس بندھاتا۔

میں اسی وقت گھر سے نکل کر بندرگاہ کی طرف بھاگا۔ کوئی میری طرف متوجہ نہ ہوا۔ پورے اسکندریہ میں ایک عام افرا تفری مچی ہوئی تھی بندرگاہ پر پہنچا تو اتفاق سے ایک جہاز روانگی کے لئے تیار کھڑا مل گیا۔

آٹھویں دن میں نے خشکی پر قدم رکھا اور پاپیادہ ہی ابیدس کی طرف چل پڑا۔ جہاں کے بڑے ہیکل میں دیوتاؤں کی پوجا دوبارہ جاری ہو چکی تھی اور یہ بھی شارمن کی ہی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اس نے قلوپطرہ کو سمجھا بجھا کر اور یہ عذاب سے ڈرا کر مصریوں کو دیوتاؤں کی پوجا کرنے کی اجازت دلوادی تھی چونکہ جشن ازیرس کا زمانہ تھا۔ اس لئے پورے مصر کے کاہن اور پجاری ابیدس میں جمع تھے اور اس بڑے ہیکل میں جس کے

کاہن اعظم میرے والد رہ چکے تھے چڑھاوے چڑھاتے جا رہے تھے۔

جشن کے ساتویں دن میں ابیدس پہنچا۔ جب میں شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کا جلوس ہیکل کی طرف جا رہا تھا میں بھی اس میں شریک ہو کر ہیکل میں پہنچا جب ساری رسومات پوری ہو چکیں اور دیوتا ازیرس کے دوبارہ پیدا ہونے کی خوشی منائی جا چکی تو لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لیکن میں وہیں کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد ہیکل کا پجاری میرے پاس آیا اور پوچھا کہ میں کون ہوں اور کس کا انتظار کر رہا ہوں۔

"میں اسکندریہ سے اہم خبریں لے کر آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور چاہتا ہوں کہ آج پورے مصر کے کاہن یہاں جمع ہوں۔

پجاری یہ سن کر چلا گیا۔ جب کاہنوں کو معلوم ہوا کہ میں اسکندریہ سے آیا ہوں تو انہوں نے اسی وقت مجھے ستونوں والے بڑے کمرے میں طلب کیا۔ مجھے وہاں پہنچا دیا گیا۔

رات ہو چکی تھی اور ستونوں پر کی شمعدانوں میں موم بتیاں اسی رات کی طرح جل رہی تھیں جس رات کو اسی کمرے میں میرے سر پر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج رکھا گیا تھا۔ ستونوں سے لگ کر کرسیوں پر' مصر کے کاہن اور امرا بیٹھے تھے اور ان لوگوں میں' میں نے ان پانچ آدمیوں کو پہچان لیا جو میرے سر پر تاج رکھتے وقت یہاں موجود تھے۔ اور انہوں نے حلف وفاداری اٹھایا تھا' ہر چیز ویسی ہی تھی۔ کوئی چیز نہ بدلی تھی البتہ میری قسمت بدل گئی تھی۔

میں اس جگہ کھڑا ہو گیا جہاں کبھی کھڑے ہو کر میں نے اپنے سر پر فرعونیت کا تاج رکھا تھا اور لوگوں سے نذرانے قبول کئے تھے۔

"ارے یہ تو الم پس حکیم ہے۔" کسی نے کہا۔ "وہی جو شہر طب کے ایک مقبرے میں رہتا تھا۔ اور قلوپطرہ کے پاس اسکندریہ چلا گیا تھا۔ تو کیا سچ ہے الم پس کہ قلوپطرہ نے خودکشی کر لی۔"

"ہاں۔ میں وہی حکیم ہوں' اور یہ بھی سچ ہے کہ قلوپطرہ مر گئی۔ خود میں نے اسے زہر

دیا۔"

"تم نے! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بہرحال تم نے اسے زہر دیا ہو یا وہ خود مری ہو۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ رنڈی مر گئی۔"

"ذرا صبر سے کام لیجئے اور میں سب کچھ بتادوں گا۔ آپ لوگوں میں میں چند ان آدمیوں کو بھی دیکھ رہا ہوں جو آج سے کوئی گیارہ سال پہلے اسی جگہ ہرماسیس نامی ایک آدمی کو فرعون بنانے جمع ہوئے تھے۔"

"یہ سچ ہے۔ لیکن تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔"

ان سینتیس (۳۷) آدمیوں میں سے' میں نے ان کے سوال کا جواب دے کر اپنی بات جاری رکھی' بتیس (۳۲) لاپتہ ہیں۔ بعض مر چکے ہیں۔ مثلاً آمن مت۔ بعض قتل کردیئے گئے ہیں مثلاً سیپا اور بعض اب بھی زندہ ہیں۔ مگر قلوپطرہ کے خوف سے کسی دور افتادہ خطے میں گمنام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

"یہ سب سچ ہے! افسوس! یہ سب سچ ہے' لعنتی ہرماسیس نے غداری کی۔ اور مصر کو مقدونیا کی ایک رنڈی کے ایک بوسے کے عوض فروخت کردیا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ہرماسیس نے غداری کی اور قلوپطرہ کا غلام بن گیا۔ اور اے مقدس لوگوں جان لو کہ .... میں ہی وہ ہرماسیس ہوں۔"

ان لوگوں نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ بعض ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے بعض بڑبڑانے لگے اور بعض حیرت سے دم بخود رہ گئے۔

"میں ہی وہ ہرماسیس ہوں! میں ہی وہ مجرم ہوں جس نے تین ناقابل معافی گناہ کئے ہیں۔ میں نے دیوتاؤں سے غداری کی۔ اپنے ملک سے غداری کی۔ اور اپنی قسم توڑ دی' میں اپنے ان تین زبردست گناہوں کا اقرار کرنے یہاں حاضر ہوا ہوں ساتھ میں یہ بھی کہہ دوں کہ میں نے دیوتاؤں کی مرضی سے مقدونی ملکہ سے انتقام لیا۔ میں اپنا کام پورا کرچکا۔ ہاں میں وہ کام پورا کرچکا جو دیوتاؤں نے میرے سپرد کیا تھا۔ اور اب میں یہاں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے آپ کو ظاہر کرکے وہ سزا بھگتوں جو آپ لوگ میرے لئے تجویز کریں۔ میں

اقرار کرتا ہوں کہ میں سخت سے سخت سزا کا مستحق ہوں۔"

"تم جانتے ہو ہرماسیس کہ اس قسم کو توڑنے کی کیا سزا ہے جو نہیں توڑی جاسکتی؟" ایک کاہن نے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور میں اسی سزا کا مستحق ہوں۔"

"ہرماسیس! پہلے تم ہمیں اپنی پوری کہانی سناؤ اس کے بعد ہی ہم کوئی فیصلہ کرسکیں گے۔"

اور میں نے اپنی شرمناک داستان جو میں ان صفحات میں لکھ چکا ہوں شروع سے آخر تک سنادی۔ اور جب میں اپنی کہانی سنا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہرے کرخت سے کرخت تر ہوتے جارہے تھے اور میں جانتا تھا کہ یہ لوگ مجھ پر رحم کرنے والے نہیں۔ مجھے رحم کی توقع تھی بھی نہیں۔ اور میں رحم کا مستحق تھا ہی نہیں۔ اگر وہ مجھ پر رحم کرنا چاہتے بھی تو میں خود انہیں ایسا کرنے سے روک دیتا۔

جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو انہوں نے مجھے عقبی کمرے میں چلے جانے کو کہا تاکہ وہ آپس میں مشورہ کرکے میرے لئے سزا تجویز کرسکیں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے دوبارہ طلب کیا گیا۔ اب شہر طب کے ہیکل کا کاہن جو بہت بوڑھا تھا' اٹھا اور اپنی بے حس کھردری آواز میں یوں کہنے لگا۔

"اے ہرماسیس! ہم نے کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے سنو! تم نے تین زبردست گناہ کئے ہیں۔ اول یہ کہ تم نے مصر کو رومیوں کا غلام بنایا۔ دوم یہ کہ تم نے دیوی ایزیس کی توہین کی اور سوم یہ کہ تم نے وہ قسم توڑی جسے کوئی توڑنے کی جرات نہ کرسکتا تھا۔ اور ان تین گناہوں کی صرف ایک سزا ہے اور وہی ہم نے تمہارے لئے تجویز کی ہے۔ یہ بات کہ تم نے قلوپطرہ سے انتقام لیا اور خود ہی یہاں آکر اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ تمہیں اس سزا سے نجات نہیں دلاسکتی۔ صرف قلوپطرہ پر ہی نہیں' ہرماسیس تم پر بھی منقورا کی لعنت پڑی ہے۔ کیونکہ اس راز کو ظاہر کرنے والے تم تھے۔ چنانچہ اے جھوٹے کاہن! اے فراعنہ کی آخری نشانی! اے وہ جسے کسی زمانے میں لوگ مصر کا نجات

دہندہ سمجھتے تھے اور اے لعنتی آدمی! سن لے کہ اسی جگہ جہاں کبھی تیرے سر پر مصر بالا اور مصر زیریں کا تاج رکھا گیا تھا۔ ہم تجھے موت کی سزا سناتے ہیں۔ جاؤ زنداں میں بیٹھ کر اس دن کا انتظار کرو جب تم قتل کئے جاؤ گے! جاؤ! سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر سوچو کہ تم کیا ہو سکتے تھے اور کیا ہو گئے۔ ہراسیس! ہم تم پر رحم نہیں کر سکتے۔ لیکن ممکن ہے کہ دیوتاؤں کو تم پر رحم آجائے اور تم آتنی کے عذاب سے بچ جاؤ۔ لے جاؤ اسے۔"

اور چار پجاری مجھے پکڑ کر لے چلے۔ میرا سر جھکا ہوا تھا' میں کسی طرف نہ دیکھ رہا تھا لیکن جانتا تھا کہ ہر آدمی شعلہ باز نگاہوں سے مجھے گھور رہا ہے۔

ہائے! میری یہ ذلت پچھلی تمام ذلتوں سے بڑھ کر تھی۔

آخری تحریر

وہ لوگ مجھے اس زنداں میں لے آئے جو باب ہیکل کی چوٹی پر ہے۔ اور یہاں میں اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کب قتل کیا جاؤں گا؟ ہفتے مہینوں میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن میرے مرنے کی گھڑی نہ آئی۔ قسمت کی تلوار آخری ضرب لگانے کے لئے میرے سر پر بلند ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کب گرے گی؟ شاید ایک رات میری آنکھ کھلے گی تو میں جلادوں کے پیروں کی چاپ سنوں گا۔ بہت ممکن ہے کہ جلاد تیغہ لئے اس وقت ہی جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں مجھے قتل کرنے آرہے ہوں۔ پھر ایک سادہ تابوت لایا جائے گا جس پر کسی کا نام لکھا ہوا نہ ہوگا اور پھر.... پھر میری اس شرمناک زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا.... جلد آؤ.... اے جلادوں جلد آؤ اور مجھے اس زندگی سے نجات دلاؤ۔

میں سب کچھ لکھ چکا ہوں۔ میں نے ایک بات تک نہیں چھپائی۔ میری گناہوں کی شرمناک داستان ختم ہوئی۔ اب میں موت کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو ان عذابوں کے لئے تیار کر رہا ہوں جو آتنی میں میرے منتظر ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔ اور یہ امید لے کر جا رہا ہوں کہ دیوی ایزیس جو میری دعاؤں کا جواب نہ دیتی تھی اور جس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ مجھے وہاں پھر مل جائے گی۔ میں نے پھر اس کا جلوہ دیکھ سکوں گا۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ وہ ہر وقت قریب رہے گی۔ اور آخرکار سب عذاب بھگت لینے کے بعد میں بخش دیا جاؤں گا۔ میرے گناہوں کا بوجھ دور ہو جائے گا اور میں نوزائیدہ بچے کی طرح پاک و صاف ہو جاؤں گا۔

آہ! پیارے مصر دیکھ رہا ہوں کہ فوجوں کے بعد فوجیں تیرے ساحل پر اتر رہی ہیں اور تیری غلامی کا بوجھ تیرے کندھوں پر بھاری ہوتا جا رہا ہے۔ میں تیرے معبودوں کو اجڑتے اور کھنڈر بنتے دیکھ رہا ہوں' میں انجانے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو مقبروں میں گھس کر مقدسات کی بے حرمتی کریں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے اسرار اور تیرے دیوتا ایک

افسانہ بن جائیں گے اور تیری تہذیب و تمدن ایک حیران کن داستان بن کر رہ جائے گی۔

سورج غروب ہو رہا ہے اور اس کی کرنوں نے ہیکل کی چوٹی پر اور کھیتوں اور صحرا میں سونا بکھیر دیا ہے۔ بچپن میں میں باب ہیکل کی اسی چوٹے پر جہاں آج میں قید ہوں۔ کھڑے ہو کر "را" دیوتا کو غروب ہوتے دیکھا کرتا تھا۔ وہی ہیکل' وہی کھیت' وہی صحرا اور وہی سورج کچھ نہیں بدلا۔ صرف میں بدل گیا۔

آہ! قلوپطرہ! اے برباد کرنے والی! کاش کہ میں تیری یاد کے نخل کو اپنے دل سے اکھاڑ پھینک سکتا۔ کاش کہ میں تجھے بھلا سکتا۔ ہائے! میرے سب دکھوں میں یہ دکھ سب سے بڑھ کر ہے۔ قلوپطرہ! میں تجھے نہیں بھلا سکتا۔ میں اب بھی تجھے چاہتا ہوں تیری محبت کا سانپ اب بھی میرے دل کو ڈس رہا ہے اور مجھے بے چین و بے قرار کر رہا ہے۔ اب بھی میرے کانوں میں تیری شیریں آواز اور تیرے قہقہے گونج رہے ہیں۔ اب بھی میرے کانوں میں تیری اس فتح مندانہ ہنسی کی آواز آ رہی ہے۔ جب کہ تو نے مجھ پر فتح حاصل کی تھی اور اس فوارے کے پانی کی چھپ چھپ اور بلبل کا نغمہ......

(اور یہاں تیسرے پلندے کی تحریر دفعتاً" ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوتا ہے بلکہ یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا کہ جب ہرماسیس یہ سطور لکھ رہا تھا تو جلاد اسے قتل کرنے آ گئے تھے۔)